ہدیہ بجانب مؤلف

هُوَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ

سوانح عمری

سید محمد اکرم اللہ خاں

مؤلفہ

قطب اللہ خاں

مطبوعہ

معین دکن پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن

قیمت چار روپیے

هو اللہ المستعان

سوانح عمری

سید محمد اکرم اللہ خاں

مؤلف

قطب اللہ خاں

مطبوعہ

معین دکن پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن

فہرست تصاویر

فہرست مضامین

وجہ تالیف

ہم کاظمی سید ہیں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے لے کر ہمارے مورث اعلیٰ خواجہ عبداللہ خانؒ عالمگیری تک کم وبیش ہزار برس کا عرصہ ہوتا ہے۔ اِس عرصِ مدت میں ہماری ہر پشت حافظِ قرآن اور عالمِ علومِ ادیان ہو کر باطنی کشف و کرامات کے ساتھ صاحب طریقت واجازت رہی۔ علم کی وہ موروثی فزونی تھی کہ اِس خاندان کی اناث تک حافظِ قرآن عالمہ و مولفہ ہوئیں اور طریقت کا یہ عالم تھا کہ آبائی اور عطائی طریقوں کے علاوہ ایک جدید طریقہٗ رفاعیہ کی ابتدا کی جو آج تک اپنی نوعیت میں یگانۂ روزگار ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ عالم اسلام میں علوم و فنون کی عموماً اور علمائے دین اور صاحبانِ طریقت کی خصوصاً قدر و منزلت کی جاتی تھی۔ علوم ظاہری و باطنی کے

ساتھ کشف و کرامات اور صاحب دلی نے ہمارے خاندان کے اَوج کو دوبالا کردیا تھا۔ بغداد۔ دمشق۔ بیت المقدس۔ خراسان۔ مصر۔ اشبلیہ (اُندلس) اور بخارا غرضکہ جہاں جہاں ہمارے خاندان کو اس ہزار برس کے عرصہ میں طلبی یا بہ ضرورت وارد ہونے کا اتفاق ہوا تو شہرتِ علم اور اوصاف ذاتی کی بدولت امرا۔ وزرا۔ اور شاہانِ وقت نے اس خاندان کی تعظیم و تکریم کی اور خدمات عالیہ شرعیہ سے مفتخر و ممتاز فرمایا اور تزویج کے ذریعہ اِس خاندان کی مستقل سکونت کی صورت پیدا کی۔ چنانچہ اشبیلیہ (اُندلس) کی سکونت کے ڈیڑھ سو برس میں اِس خاندان کی کئی پشتوں کو شاہی خویشی کا اعزاز حاصل رہا۔

معلوم ہوتا ہے کہ والد مرحوم کو اس تاریخی مواد نے خاندانی تذکرہ لکھنے کی طرف متوجہ کیا اور آپ نے اس پر قلم اٹھایا۔ یہ ایک زبردست خدمت تھی جو آپ نے اپنے خاندان کے لئے انجام دی۔ اِس تذکرے کا مجھے علم تھا مگر پڑھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا والد کے انتقال کے بعد ایک دن مجھے اُس مسودے کے پڑھنے کا شوق ہوا۔ جب اُس کو پڑھا تو خاندانی وجاہت کا علم اور مرحوم کے اولوالعزم منصوبے پر عبور ہوا اور ساتھ ہی ساتھ مسودات کو ناقص اور ابتر حالت میں دیکھ کر قلب پر اثر ہوا اور تہیّہ کیا کہ والد مرحوم کے اس نا تمام منصوبے کی تکمیل کروں۔ چنانچہ خاندانی تذکرے کی تحریر کے دوران میں

جب میں والد مرحوم کے ذکر پر پہنچا تو خیال ہوا کہ آپ کے حالات زندگی تفصیل سے لکھوں۔ اس کا مسودہ مکمل ہونے پر میں نے اپنے دوست سید محمد عباس صاحب بی۔ ایس سی مددگار پروفیسر ارضیات انجینیرنگ کالج کو بتایا تو صاحب موصوف نے مسودے کو تمام وکمال پڑھ کر مشورہ دیا کہ خاندانی تذکرے کے ضمن میں حالاتِ زندگی کا اجمالی خلاصہ درج کیا جائے اور تفصیلی حالات علحدہ طور پر سوانح عمری کی صورت میں لکھے جائیں تو مناسب ہے۔ رائے معقول تھی مناسب معلوم ہوئی۔ سوانحمری لکھنے کا تصفیہ کیا اور پہلے اِس کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوا۔

سوانح عمری ایسے شخص کی لکھی جاتی ہے جس کی ہستی کسی نہ کسی حیثیت سے ممتاز یا مایۂ ناز ہو چنانچہ کسی ایک سوانح عمری کو پڑھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اُس تالیف کا موضوع یا تو کوئی قائد اعظم ہے یا بہادر روزگار۔ عالم متبحر ہے یا شیخ کامل۔ موجد فن ہے یا ماہر کمال۔ کسی علمی میدان کا فرد فرید ہے یا سیاسی امور میں وحید العصر۔ مختصر یہ کہ کسی نہ کسی قسم کا ہیرو ضرور ہوگا۔ ظاہر ہے کہ آپ میں کوئی وصف یا خوبی ایسی تھی جو عام اصول کے لحاظ سے آپ کی سوانح عمری لکھی جاتی۔ مگر جیسا اوپر تحریر ہو چکا ہے کہ ہزار برس کے خاندانی حالات ضبطِ تحریر میں لانے کے منصوبے اور عمل سے آپ نے اپنے خاندان کی ایک زبردست خدمت

انجام دی ہے جس سے اگر آپ محسنِ خاندان کہے جائیں تو بیجا نہ ہوگا کیونکہ اِس تذکرہ نویسی سے آپ یک گونہ ہمارے خاندان کے احیاء کے باعث ہوئے اور یہی وہ خصوصیت ہے جس کی بدولت میرے خیال میں اور ہمارے خاندان کے لئے آپ اِس امر کے مستحق ہو گئے ہیں کہ آپ کی سوانح عمری لکھی جائے۔ یہ سوانح عمری اگر ایک طرف آپ کے خاندانی خدمات کی یادگار میں ہماری طرف سے سپاس گزاری کا ہدیہ ہے تو دوسری طرف ہماری نسلوں کے لئے باعث تشویق ہو کر تحریص نیک نامی کا جادہ اور تحریک ترقی کا زینہ ہوگی۔

آخر میں اپنے دوست سید محمد عباس صاحب کے مفید مشوروں اور وسیع معلومات سے جو مدد مجھ کو ملی ہے اُس پر میں یہاں اظہار تشکر کرتے ہوئے سوانح عمری ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ فقط

قطب اللہ خاں

۷، محرم الحرام ۱۳۵۵ھ دارالشفا حیدرآباد دکن



قطب اللہ خان (مؤلف)

ماخذ

اِس سوانح عمری میں والد مرحوم کی خانگی زندگی کے حالات بچپن سے لے کر آخر عمر تک جو درج کئے گئے ہیں وہ کچھ تو میرے ذاتی علم پر اور اکثر و بیشتر گھرانے کے معلومات اور خود مرحوم کے بیانات پر مبنی ہیں۔

جن دفتری کارروائیوں کا سوانح عمری میں ذکر آیا ہے اُن میں اس امر کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ تائید میں حوالۃً سرکاری احکام برمحل ہر کارروائی کے ضمن میں پیش کئے جائیں۔

جہاں کہیں ہمارے خاندان کے واقعات سوانح عمری میں لکھے گئے ہیں ان کا ماخذ ہمارا خاندانی تذکرہ ہے جس کا حوالہ وجہ تالیف میں

دیا گیا ہے۔ اور خاندانی تذکرے میں یہ واقعات جن تاریخوں سے والدِ مرحوم نے یا میں نے اخذ کئے ہیں اُن کی تفصیل اصولاً خاندانی تذکرے میں زیادہ مناسب ہے۔ یہاں اُن کا حوالہ غیر موزوں متصور ہوگا۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوانح عمری

سیّد محمد اکرم اللہ خاںؒ

آپ خواجہ ہدایت اللہ خاں المخاطب بہ تیمور جنگ اول کے فرزند اور میر تفضل علیخاں سپہدار جنگ، انوار الدّولہ، سیف الملک میر پادشاہؒ (مرشد زادۂ حضرت سکندر جاہ مغفرت منزل علیہ الرحمۃ آصف جاہ ثالث) کے نواسے تھے۔

آپ سید تھے آپ کا سلسلۂ سیادت حضرت سید محمدؒ ادھم صاحب الارشاد قطب خراسانی سے ہوتا ہوا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے جاملتا ہے۔ بتاریخ ۶ ذیحجہ ۱۲۷۹ھ روز دوشنبہ من بطن سردار النساء بیگم صاجزادی

میر پادشاہ بہ حویلی جدِ امجد موسومہ بارہ دری واقع محلۂ مغلپورہ تولد ہوئے اور حسب منظوری حضرت آصف جاہ فضل الدولہ مغفرت مکان علیہ الرحمۃ آپ کا نام نامی "سید محمد اکرم اللہ خاں" رکھا گیا۔ آپ کی تقریب تسمیہ خوانی میں پیشگاہ حضرت مغفرت مکان علیہ الرحمۃ سے تین(۳) ہزار روپیے نقد، ایک عدد سرپیچ اور ایک ہار مرصع مع سلک ہائے مروارید کی سرفرازی ہوئی۔

قسمت نے ابتدا ہی سے اپنی کرشمہ سازی بھی شروع کردی تھی۔ پیدا ہونے سے تین دن قبل آپ کے والد خواجہ ہدایت اللہ خاں کا انتقال ہو چکا تھا اور ابھی آپ کی عمر ایک سال کی تھی کہ سر سے ماں کا سایہ بھی اُٹھ گیا اور آپ اپنی دادی پادشاہ بیگم کے زیرِ پرورش رہے۔ پادشاہ بیگم خواجہ سعد الدین خاں بنی عم ابو المعانی خاں جبارت الدولہ کی دختر، اور خواجہ علی اللہ خاں حیدر الملک فرزند خواجہ سعد اللہ خاں ابن خواجہ عبد اللہ خاں عالمگیری کی حقیقی ہمشیرہ زادی تھیں۔ خواجہ علی اللہ خاں حیدر الملک حیدر جنگ بہادر اور منظفر جنگ بہادر کے جدِ امجد تھے۔

دادی نے پوتے کی بڑی محبت اور پیار سے پرورش کی اور پوتے نے دادی کو ہمیشہ اماں جان ہی پکارا کیونکہ آنکھ کھولی تو دادی ہی کو دیکھا۔ کہتے ہیں کہ بچپن سے آپ کے مزاج میں ضد کا مادہ تھا مگر ضد کے تیور بتلاتے تھے کہ یہ صرف طفلانہ حرکت ہی نہیں بلکہ خاندانی تہور اور خودداری کا

پیش خیمہ ہے۔ بات بات پر ضد نہیں کرتے تھے البتہ یہ تھا کہ جب کبھی جو کہہ دیا وہ ضرور ہو۔

آپ کی دادی پادشاہ بیگم کو حضرتہ دلاور النساء بیگم صاحبہ والدۂ حضرت افضل الدولہ مغفرت مکان علیہ الرحمۃ سے خاص نیاز حاصل تھا۔ اکثر محل مبارک میں جاتیں اور کئی کئی دن تک رہتی تھیں۔ چھ برس کی عمر تک آپ بھی اپنی دادی کے ہمراہ محل مبارک میں جایا کرتے تھے۔

آپ کی دادی نہایت فہیم اور عاقلہ عالی حوصلہ اور خوش انتظام بی بی تھیں جن کی فراست اور انتظامی قابلیت کا اندازہ سر سالار جنگ بہادر کے اس مقولہ سے خوب ہوسکتا ہے جس کو وہ بارہا کہا کرتے تھے کہ "پادشاہ بیگم صاحبہ مرد ہونا تھا"۔ آپ کے والد کے انتقال سے لے کر اپنی آخری عمر تک گھر بار کا انتظام کیا۔ جاگیر و معاش کا انتظام کیا۔ اور آپ کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا۔ یہ اسی بی بی کے حُسنِ سعی کا نتیجہ تھا کہ آپ کی تعلیم بہ نگرانی سر سالار جنگ اعظم عمل میں آئی۔

دادی کو پوتے سے بہت محبت تھی مگر تربیت کے معاملہ میں سختی کے ساتھ نگراں رہتی تھیں۔ عالمِ شباب میں آپ کو گھوڑے کی سواری کا بہت شوق تھا اکثر صبح اور شام گھوڑے پر سیر و تفریح کے لئے جایا کرتے تھے۔ اگر کسی روز شام کو آنے میں دیر ہو جاتی تو آپ کی دادی آپ کے انتظار میں

حسن وخوبی کے اظہار کو خوشنویسی کہتے ہیں جن دماغوں اور انگلیوں میں اس مصنوعی حسن کے اوصاف اور خوبی کے احساس کی قوت اور اظہار کی قابلیت ہوتی ہے وہ فطرتاً نقاشی وگلکاری، برگ وگل کشی کی طرف مائل ہوتے ہیں جس میں حسنِ حقیقی مضمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو خوشنویسی ہی میں کمال حاصل نہ تھا بلکہ نقاشی وگلکاری میں بھی دلچسپی اور مہارت تھی۔ علم کے ساتھ فنون سپاہ گری میں بھی آپ کو تعلیم دی گئی تھی۔ گھوڑے پر خوب بیٹھتے تھے اور اچھا تیرتے تھے۔ شکار کا شوق تھا اکثر شکار کے لئے جایا کرتے تھے ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک ہرن کا شکار کیا اور خوشی خوشی دادی کے پاس پیش کیا۔ شکار باورچیخانہ بھیج دیا گیا۔ پیٹ چاک کرنے پر بچہ برآمد ہوا جس کی اطلاع آپ کی دادی کو دی گئی۔ یہ سنتے ہی آپ کو طلب کیا اور قسم دی کہ آیندہ سے ایسا شکار نہ کیا جائے بلکہ یہ فرمایا کہ شکار درندوں کا کیا جانا چاہئیے جو انسان کو اذیت دیتے ہیں۔ آپ نے دادی کے حکم اور اپنے وعدے کا مدت العمر لحاظ رکھا پھر کبھی کسی چرند کا شکار نہیں فرمایا۔ اس شکار کا اکثر ذکر فرماتے تھے۔ تذکرہ کے تیور سے مضمر طور پر اس امر کی تلقین کرنا مقصود ہوتا تھا کہ بزرگ کی کسی قابل تکمیل فرمایش یا اپنے حتمی وعدے کی پابندی کا انسان مدت العمر لحاظ کرسکتا ہے۔

اسی زمانے میں آپ کے عقد کا مسئلہ درپیش ہوا۔ واقعہ یہ تھا کہ

شاہی خویشی کے اعزاز سے سرفراز کئے جانے کا جو منشاء معلوم ہو چکا تھا
اُس کا لحاظ کرتے ہوئے آپ کی دادی کو یہی مناسب معلوم ہوا کہ سردست
آپ کا عقد کر دیا جائے اس لئے کہ آپ جوان اور فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔
چنانچہ پہلا عقد آپ کا حاجی شیخ منجب الدین اولاد حضرت بابا شیخ فریدؒ کی
دختر سے کیا گیا اور دو سال کے بعد آپ کا دوسرا عقد عمل میں آیا۔

خاندانی اور تعلیم یافتہ ہونے کے علاوہ جوان صالح تھے۔ سالار جنگ بہادر
اول کی دوررس نگاہوں نے آپ میں وجاہت خاندانی کے ساتھ جوہر ذاتی
کو ملاحظہ کر کے یہ تصفیہ کیا کہ ملک کی ضرورتوں کا لحاظ کرتے ہوئے اگر خاص
طور پر کارآموزی کے ذریعہ آپ کی تربیت کیجائے تو ملک اور مالک کے
واسطے مفید اور کارگزار ثابت ہوں گے۔ چنانچہ حسب ایماء سر سالار جنگ بہادر
آپ تحصیل قانون کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس کی تکمیل کے بعد دفتر مالگزاری
میں اوائل ماہ شوال ۱۲۹۸ھ حسب الحکم سالار جنگ بہادر آپ بطور کارآموز
متعین فرمائے گئے۔ گو سلسلۂ کارآموزی سلخ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ تک
جاری رہا مگر ایک سال کی مدت میں سررشتۂ مال کے تفصیلی کاموں سے
لے کر معتمدی کے اصولی کام تک جملہ امور میں ہر طرح معلومات و بصیرت حاصل
کر لی۔ چنانچہ مہدی علیخاں معتمد مالگزاری نے آپ کے متعلق باظہار رائے جو
گزارش مختار الملک بہادر مدار المہام وقت کے ملاحظہ میں پیش کی تھی اُس کی نقل

درجِ ذیل کی جاتی ہے۔

گزارش فارسی زبان میں تحریر ہے اور دورِ فارسی کا یہ آخری زمانہ ہے عنقریب دفتری زبان اردو ہو جائے گی۔ آئندہ جو سرکاری تحریر آپ کے تقرر کے متعلق اس سرگزشت میں حوالۃً درج کی جائے گی وہ اردو میں ہو گی۔

نقلِ گزارش مہدی علیخان معتمد مالگزاری سرکار والے رعا واقع ۲۲ رمضان ۱۲۹۹ھ م ۲ مہر ماہ الٰہی ۱۲۹۲ف

بہ پیشگاہ عالیجناب نواب سر سالار جنگ مختار الملک مدار المہام بہادر سرکار عالی

سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب صاحبزادہ نبسۂ نواب
سیف الملک میر پادشاہ مغفور حسب الحکم سرکار اندریں
محکمہ از عرصۂ یک سال کہ کار آموز و کارگزار بودہ اند
خیلے لایق و ہوشیار و جفاکش اند و اندریں عرصہ بہ تمامی
دستورات سرکاری علاقۂ مال و کارروائی دفتری
بہ نیک نامی و لیاقت تجربہ پیدا کردہ اند و نیز از قوانین
سرکار عظمت مدار علاقۂ مال و عدالت بخوبی واقف
ہستند۔ صاحبزادہ صاحب ابتدائً تا عرصۂ سہ ماہ
بہ کارروائی صیغہ جات مختلفہ واقفیت بہم رسانیدہ
و بعد ازاں حسب الحکم سرکار خاص کارروائی ضلع

اطراف بلدہ متعلقہ دفتر ہذا باقتدار تجویز تا عرصۂ سہ ماہ بادوشان

تفویض شد۔ وپس ازآں بلاحظہ لیاقت و دیانت بر بناء گزارش

مددگار صاحب مورخۂ ۱۲ ار رجب سنہ جاریہ حسب الحکم

سرکار تمام کارروائی سمتِ غربی و سمتِ جنوبی متعلقہ محکمۂ ہذا

بہ صاحبزادۂ معزکہ تفویض شد بذمہ داری و لیاقت و

نیک نامی بہ پیشی مولوی چراغ علی صاحب مددگار انجام

می دہند۔

۲ ۔ مولوی چراغ علی صاحب مددگار بہ تسلیم و

تصدیق لیاقت و قابلیت وجفاکشی مداح فراست صاحبزادہ

صاحب بودہ اند۔ فی الواقع صاحبزادہ صاحب بہ کارگزاری

سرکار از جانفشانی ولیاقت و قابلیت بنوعی کہ الی الآن

مصروف ومشغول اند قابل تحسین و آفریں و لائق قدردانی

خاص اند۔ و از ملاحظۂ کارگزاری و کارروائی صاحبزادہ

معزکہ سرکار ہم براہ سرفرازی باظہار خوشنودی تسلیم و دل افزائی

فرمودہ اند لیاقت علمی و قابلیت کارگزاری و سنجیدگی رائے

و بیدار مغزی صاحبزادہ صاحب مسلم است پس اینچنیں صاحبزادہ

نوجوان لایق و قابل و ہوشیار را بہ صیغۂ کار آموزی داشتن

لایق قدردانی نیست لہذا عرض پردازم کہ در سلسلۂ تبادلۂ
ناظم عربی کہ بخدمت مہتمی محلات مبارک شدہ است خدمت
لائقہ مثل اول تعلقداری بلحاظ لیاقت و عزت صاحبزادہ صاحب
تجویز شود۔ یقین کہ آں را بہ لیاقت و دیانت بخوبی انجام
خواہند داد۔ فقط"

شرح دستخط

مہدی علی معتمد مالگزاری

ترجمہ

نواب سیف الملک میر بادشاہ مغفور کے نواسے
صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب جو حسب الحکم سرکار
عرصۂ ایک سال سے اِس محکمہ میں کار آموز اور کارگزار
ہیں نہایت قابل ہوشیار اور جفاکش ہیں اور اِس عرصے
میں تمامی توانین سرکار عالی علاقۂ مال اور دفتری کارروائیوں
میں لیاقت اور نیک نامی کے ساتھ تجربہ حاصل کر چکے
ہیں اور سرکار عظمت مدار کے قوانین مال و عدالت سے بھی
بخوبی واقف ہیں پہلے تین ماہ تک صاحبزادہ صاحب مختلف

صیغہ جات کی کارروائیوں میں واقفیت حاصل کرتے رہے اور اِس کے بعد دفتر ہذا کا صیغہ ضلع اطراف بلدہ حسب الحکم سرکار تین ماہ تک باقتدار تجویز ان کے تفویض کیا گیا۔ بعد ازآں قابلیت اور دیانت کا لحاظ کرتے ہوئے مددگار صاحب کی گزارش مورخہ ۱۲ ؍ رجب سنہ جاریہ کی بناء پر حسب الحکم سرکار صیغہ ہائے سمتِ غربی اور سمتِ جنوبی تفویض کئے گئے اور صاحبزادۂ معظم نے مولوی چراغ علی صاحب مددگار کی پیشی (نگرانی) میں فرمہ دارانہ حیثیت سے نیک نامی اور قابلیت کے ساتھ اِن صیغوں کے کام کو انجام دیا۔

ف ۲۔ مولوی چراغ علی صاحب مددگار صاحبزادہ صاحب کی قابلیت اور جفاکشی اور لیاقت کی تصدیق کرتے ہوئے ان کی فراست کے مداح ہیں۔ فی الحقیقت اب تک جس جانفشانی لیاقت اور قابلیت سے سرکاری کارگزاری میں مصروف و مشغول ہیں۔ اُس پر صاحبزادہ صاحب آفرین و تحسین کے قابل اور خاص قدردانی کے لائق ہیں۔ صاحبزادۂ معظم کی کارروائی اور کارگزاری کو ملاحظہ فرماکر خود سرکار نے بھی ازراہ سرفرازی باظہار

خوشنودی اُس کو تسلیم کرتے ہوئے دل افزائی فرمائی۔

صاحبزادہ صاحب کی لیاقتِ علمی اور قابلیت کارگزاری اور سنجیدگی رائے اور بیدار مغزی مسلمہ ہیں۔ پس اِس قسم کے نوجوان لایق قابل اور ہوشیار صاحبزادے کو کارآموزی کے صیغہ میں رکھنا لایق قدردانی نہیں۔

لہذا عرض پرداز ہوں کہ مہتممی محلات مبارک کی خدمت پہ ناظم غربی کے تبادلہ کے سلسلہ میں کسی لائقہ خدمت پر مثل اول تعلقداری بلحاظ اعزاز اور قابلیت صاحبزادہ صاحب کے لئے تجویز صادر فرمائی جائے تو یقین ہے کہ اِس کو لیاقت و دیانت سے بخوبی انجام دیں گے۔ فقط

شرح دستخط

مہدی علی معتمد مالگزاری

گزارش کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ کارآموزی کے لئے زینے قرار دئے گئے تھے اور جملہ کارآموزی میں ایک خاص ترتیب ملحوظ رکھی گئی تھی۔ ہر زینے کے اختتام پر سہ ماہی رپورٹ ملاحظۂ مدارالمہام میں پیش کی جاتی تھی اور حسب الحکم مدارالمہام بہادر دوسرے زینہ کی تکمیل کا اقدام کیا جاتا تھا۔ کارآموزی کا یہ مفہوم نہ تھا کہ صرف معلومات حاصل ہوجائیں

بلکہ حصول معلومات کے ساتھ باقتدار تجویز ذمہ دارانہ طور پر کام لیا جاتا تھا تاکہ علمی معلومات کے ساتھ عملی مہارت بھی پیدا ہو اور تجربہ کار بن جائیں۔ چنانچہ تمام مراحل طے ہونے کے بعد جملہ کارآموزی کی آخری رپورٹ محولۂ بالا گزارش کی صورت میں پیش کی گئی جس پر پیشی مدارالمہامی سے حسبِ ذیل تجویز صادر ہوئی۔

" از ملاحظۂ لیاقت صاحبزادہ صاحب خیلے خوشنودی حاصل شد۔ ہرگاہ کہ ایں قدر لیاقت پیدا است نتیجۂ آں بہ عنقریب عمدہ ظاہر خواہد شد۔

مخفی مباد کہ تقرر صاحبزادہ صاحب برائے ہمچنیں خدمات نہ شدہ است بلکہ بخدمتیکہ تجویز آں پیشِ نظر است۔ پس بہ صاحبزادہ صاحب معز اطلاع دادہ آید کہ آں صاحب معز بہ کارروائی سررشتۂ عدالت ہم لیاقت پیدا نمایند تا بر وقت کار آں صاحب معز را احتیاج تائید غیر نیفتد و آنچنیکہ باستصواب تہنیت یارالدولہ بہادر باجرائی معاش ذاتی آں صاحب معز و تجویز خدمت لائقہ کہ وعدہ شدہ است بہ عنقریب تجویز نمودہ می آید فقط"

شرح دستخط
سالار جنگ
۱۱-۱۰-۹۹

ترجمہ

"صاحبزادے صاحب کی لیاقت کو ملاحظہ کر کے بہت مسرت ہوئی۔ جبکہ اِس قدر قابلیت پیدا ہوگئی ہے تو اِس کا اچھا نتیجہ عنقریب ظاہر ہوگا۔ مخفی نہ رہے کہ صاحبزادہ صاحب کا تقرر ایسی خدمتوں کے لئے نہیں ہے بلکہ اُس خدمت پر جس کی تجویز پیش نظر ہے۔

پس صاحبزادہ صاحب کو اطلاع دی جائے کہ صاحبِ معزّ عدالت کے سررشتہ کے کاموں میں بھی قابلیت پیدا کریں تاکہ انجام دہی فرائض میں صاحب معز کو کسی دوسرے سے استمداد کی ضرورت نہ پڑے۔

صاحبِ معز کی ذاتی معاش کی اجرائی اور لائقہ خدمت کی تجویز کے متعلق تہنیت یاور الدولہ بہادر کے استصواب سے جیسا کہ وعدہ کیا گیا ہے عنقریب تجویز ہوگی۔ فقط"

شرح دستخط

سالارجنگ

۹۹-۱۰-۱۱



سید محمد اکرم اللہ خاں عمر تقریباً ۱۲ سال

آپ کی وجاہت اور قابلیت محنت اور کارگزاری کے مدِنظر محکمۂ مال کو توقع ہو گئی تھی کہ گزارش پر ضرور آپ کے تقرر کا حکم صادر فرمایا جائے گا۔ صیغۂ مال کی یہ توقع بیجا نہ تھی مگر صیغہ ہی کے مفاد تک محدود تھی۔ مدارالمہام جملہ صیغوں کے مدارالمہام تھے وہ ملک کی ضرورت اور آپ کے اوصاف سے خوب واقف تھے۔ جوہر ذاتی کا لحاظ کرتے ہوئے اندازہ کر لیا تھا کہ کس خدمت کے لئے آپ موزوں ہوں گے۔ خدمت پیشِ نظر تھی مگر اُس کا اظہار مقصود نہ تھا اور نہ اظہار فرمایا تربیت کے ذریعے پہلے ہر طرح آپ کو اِس خدمت کے قابل بنانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ محکمۂ مال کی کارآموزی اسی تربیت کا پہلا مرحلہ تھا۔ جب اس کے اختتام پر محولۂ بالا گزارش اول تعلقداری پر تقرر کی تحریک کے ساتھ ملاحظۂ مدارالمہام میں پیش ہوئی تو تجویز میں اشارۃً لکھنا پڑا کہ اس قسم کی خدمتوں پر آپ کا تقرر مقصود نہیں بلکہ ایک ایسی خدمت پر جو مدارالمہام بہادر کے پیشِ نظر تھی۔

انداز تحریر سے صاف مترشح ہے کہ وہ خدمت اول تعلقداری سے کہیں زیادہ تھی۔ اس کا تعلق نہ محض محکمۂ مال سے تھا نہ محض محکمۂ عدالت سے بلکہ وہ ایسی خدمت تھی جو دونوں سررشتوں پر حاوی تھی۔ اِسی کے لئے تربیت دی جا رہی تھی جو ہنوز مکمل نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ تکمیل کے لئے

محکمۂ عدالت کی کارآموزی کا حکم صادر فرمایا گیا۔ تجویز کے ابتدائی حصّہ میں حسب منشاء سرانجام دہی کارآموزی پر خوشنودی کا اظہار فرمایا گیا تاکہ حوصلہ افزائی ہو۔ عدالت کی کارآموزی کا حکم دیتے ہوئے وجہ کی بھی صراحت فرمادی کہ انصرام کار مفوضہ میں کسی دوسرے کی محتاجی نہ رہے تاکہ شوق اور جوش میں کمی نہ ہونے پائے۔

تجویز بالا سے مطلع ہونے کے بعد آپ نے ایک رقعہ بہ عنوانِ یادداشت ملاحظۂ مدارالمہام میں ارسال فرمایا۔ اِس کے جواب میں پیشئ مدارالمہامی سے جو رقعہ آپ کے نام وصول ہوا اس کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

نقل رقعہ سالار جنگ مختار الملک بہادر مرقوم ۳ ذی قعدہ ۱۲۹۹ھ

"کرم فرمائے مخلصاں

اتحاد نامۂ آں کرم فرما محررۂ ۲۰ شوال المکرم ۱۲۹۹ھ بانسلاک اصل رقعہ شہسوار جنگ سابق مہتمم تقسیم محلات مبارک محتوی بر وعدۂ ایں مخلص در باب اجرائی یک ہزار روپیہ تنخواہ آں کرم فرما حسب تقرر اول تعلقداری از جائداد نواب سیف الملک میر پادشاہ مرحوم بعد حصول لیاقت کارگزاری

سررشتۂ مال وغیرہ مع یک نقل گزارش معتمد مال مشعر بر صداقت
لیاقت عہدہ تعلقداری بدرخواست اجرائی تنخواہ حسب وعدہ
باستصواب تہنیت یاور الدولہ بہادر موصول ومسرت اندوز
شد۔ وبہ واپسی ملفوفہ بقلم اتحاد رقم می درآید کہ در باب اجرائی
معاش آنچنینکہ باستصواب شہسوار جنگ مرحوم بآں کرم فرما
اطلاع دادہ شد فرایاد خاطر بودہ است وبرفرویاد دہی گذرانیدہ
معتمد مال حکم بنام مولوی مشتاق حسین برائے تقرر آں کرم فرما
بہ سررشتۂ عدالت بمدت شش ماہ شدہ است پس اندریں عرصہ
اجرائی معاش حسب وعدہ کہ پیش نظر است نمودہ می آید وہم خدمت
لائقہ بعلاقۂ عدالت کہ انتظام آں در پیش است تجویز خواہد شد۔
زیادہ ایام مسرت وشادمانی درتزاید باد۔ فقط"

شرحِ دستخط
سالار جنگ

ترجمہ

کرم فرمائے مخلصاں

آں کرم فرما کا اتحاد نامہ مورخہ ۲۰ شوال المکرم ۱۲۹۹ھ

نسبت اجرائی تنخواہ حسب وعدہ باستصواب تہنیت یاور الدولہ
بہادر جس کے ساتھ سابق مہتمم تقسیم محلات مبارک شہوار جنگ کا
اصل رقعہ منسلک ہے جس میں آں کرم فرما کو سررشتۂ مال
وغیرہ کے کاموں میں قابلیت حاصل کرنے کے بعد نواب
سیف الملک میر پادشاہ مرحوم کی جائداد سے حسب تقرر
اول تعلقداری ایک ہزار روپیہ تنخواہ اجرا کرنے کا وعدہ
اس مخلص نے کیا ہے مع ایک نقل گزارش معتمد مال جو خدمت
اول تعلقداری کی قابلیت کی تصدیق میں پیش کی گئی ہے
وصول ہو کر مسرت اندوز ہوا۔ بہ واپسی ملفوفہ قلم اتحاد سے
رقم کیا جاتا ہے کہ اجرائی معاش کے متعلق جیسا کہ آں کرم فرما
کو شہسوار جنگ مرحوم کے استصواب سے اطلاع دی گئی تھی
مجھے بخوبی یاد ہے اور معتمد مال نے جو یاد دہی کی فرد (گزارش)
پیش کی تھی اس پر سررشتہ عدالت میں چھ ماہ کے لئے
آں کرم فرما کے تعرّر (کارآموزی) کا حکم مولوی مشتاق حسین کے
نام ہو چکا ہے۔ پس اس عرصہ میں حسب وعدہ جیسا کہ
پیشِ نظر ہے معاش کی اجرائی ہو جائے گی اور خدمت
لائقہ جس کا انتظام علاقۂ عدالت میں درپیش ہے

اُس پر تقرر بھی ہو جائے گا زیادہ ایام مسرت و شادمانی کی

فزونی ہو۔ فقط

شرحِ دستخط

سالار جنگ

تجویز گزارش اور جوابی رقعہ کی تحریر سے واضح ہوگا کہ عطائے خدمت سرکاری کے ساتھ ساتھ ذاتی معاش کی اجرائی کا مسئلہ بھی زیرِ کارروائی تھا۔ اس کے مختصر واقعات یہ ہیں۔ میر بادشاہ کی معاش سے آپ کے مادری حصہ کا کچھ حصہ ابتداہی سے تصفیہ طلب چلا آرہا تھا کہ آپ کی کمسنی میں والدین کا انتقال ہوا۔ چنانچہ آپ نے ہوش سنبھالنے پر اس مادری معاش کی کارروائی شروع کی اور پیشی مدارالمہامی سے اجرائی معاش کے متعلق جو تحریری وعدہ فرمایا گیا تھا اس کی صراحت مذکور الصدر جوابی رقعہ میں حوالتہً تحریر فرماتے ہوئے وعدہ کا اعادہ فرمایا۔

آپ کی عمر انیس بیس برس کی ہو چکی تھی۔ جوان صالح تھے اور فارغ التحصیل۔ قانونی معلومات حاصل کرنے کے بعد خاص اعزاز اور قابلیت کے ساتھ آپ نے محکمۂ مالگزاری میں بدوران کارآموزی مقتدر عہدہ دار کی حیثیت سے دفتری کام کو انجام دیا تھا۔ تجویز مدارالمہامی نے اس امر کو بھی واضح کر دیا تھا کہ آپ کا تقرر ایک ایسی خدمت پر کیا جانیوالا ہے

جو اول تعلقداری سے مرتبہ میں کہیں زیادہ ہے اور ان سب سے بڑھ کر وہ منشاء اعزاز بخشی خویشی تھا جو مترشح ہو چکا تھا۔ یہ سب ایسے امور تھے کہ جن سے آپ کی درخشندگی کے آثار نمایاں ہو رہے تھے اور اعزاز رو بہ ترقی تھا آبائی معاش اس قدر معتد بہ نہ تھی کہ آپ کے روز افزوں اعزاز کی کفیل ہو سکتی۔ موعودہ معاش کی اجرائی کی ضرورت لاحق ہونے لگی۔ چنانچہ اسی استدعا کے ساتھ آپ نے کارروائی کی۔ بالآخر اس کارروائی میں جو تصفیہ فرمایا گیا وہ تہنیت یاور الدولہ بہادر کے رقعہ مندرجۂ ذیل سے ظاہر ہو جائے گا۔

نقل رقعۂ تہنیت یاور الدولہ بہادر مرقومہ ۲۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۱ھ

کرم فرمائے مخلصاں دام عنایتہ

اتحاد نامۂ آں صاحبزادہ صاحب مورخۂ ۱۹ شوال سنہ رواں مع یک رقعہ برائے گذرانیدن بہ پیشگاہ جناب مدار المہام سرکار عالی بدست میر عنایت حسین بوصول شد و بقلم اتحاد رقم می در آید کہ امروز رقعہ مہری آں صاحبزادہ صاحب بخدمت نواب صاحب گذرانیدم و نیز اصل رقعہ شہسوار جنگ مرحوم سابق مہتمم دفتر تقسیم محلا مبارک

واصل لیاقت نامہ دستخطی مولوی مہدی علی معتمد مالگزاری ملاحظہ
آوردم و برائے اجرائی تنخواہ آں صاحبزادہ صاحب عرض کردم
کہ صاحبزادہ صاحب بموجب فرمان سرکار امیدوار اجرائی ماہوار
و منتظر ایفائے وعدۂ سرکار اند برآں نواب صاحب از خندہ
پیشانی چناں فرمودند کہ مرا بخوبی معلوم است کہ صاحبزادہ
صاحب بموجب گفتۂ ما بدولت از کمال محنت و مشقت
عمدہ لیاقت حاصل کردہ اند۔ و از لیاقت شاں خیلے خوشنود
ہستم و در باب اجرائی معاش حسب ماہوار اول تعلقداراں
آنچنانکہ باستصواب شہسوار جنگ اطلاع دادہ بودم مرا
یاد است۔ و بہ وحید منور خاں بہادر مہتمم دفتر محلات مبارک
بالمشافہہ برائے اجرائی ماہوار حکم میدہم و ایفائے وعدہ
می کنم و عنقریب خدمت تجویز خواہم ساخت۔

پس اللہ جل شانہ بطفیل حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم نتیجہ
محنت ظاہر کرد و آں صاحبزادہ صاحب را تنخواہ ذاتی و خدمت
مبارک کناد۔ زیادہ ایام مسرت درتزاید باد۔ فقط"

شرح دستخط

تہنیت یاور الدولہ

ترجمہ

کرم فرمائے مخلصاں دام عنایتہ

آپ کے تحاد نامہ مورخہ ۱۹ رشوال سنہ رواں کے ساتھ ایک مہری رقعہ پیشگاہ جناب مدارالمہام سرکار عالی میں گزرانے کے لئے بدست میر عنایت حسین وصول ہوا۔ اور قلم اتحاد سے لکھا جاتا ہے کہ آپ کا مہری رقعہ آج نواب صاحب کی خدمت میں گزرانا اور شہسوار جنگ مرحوم سابق مہتمم تقسیم محلات مبارک کا اصل رقعہ اور مولوی مہدی علی معتمد مالگزاری کا اصل لیاقت نامہ ملاحظہ میں پیش کیا اور آپ کی تنخواہ کی اجرائی کے لئے عرض کیا کہ سرکار کے فرمان کے بموجب اجرائی ماہوار اور ایفائے وعدۂ سرکار کے صاحبزادہ صاحب امیدوار اور منتظر ہیں۔ اس پر خندہ پیشانی سے نواب صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو بخوبی معلوم ہے کہ ہمارے کہنے کے موافق صاحبزادہ صاحب نے کمال محنت و جانفشانی سے عمدہ لیاقت حاصل کی ہے اور میں ان کی لیاقت سے بہت خوش ہوں۔ اور اجرائی معاش کے متعلق اول تعلقداروں کی ماہوار کے مماثل

جیسا کہ شہسوار جنگ کے استصواب سے اطلاع دی تھی
مجھ کو یاد ہے۔ اور وحید منور خاں بہادر مہتمم دفتر محلات مبارک
کو بالمشافہہ اجرائی ماہوار کا حکم دے کر وعدہ پورا کروں گا۔
اور قریب میں خدمت بھی تجویز کی جائے گی۔

پس اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب کے طفیل سے
محنت کا نتیجہ ظاہر کیا اور خدا آپ کو ذاتی ماہوار اور خدمت
مبارک کرے۔ زیادہ ایام شادمانی کی فزونی ہو۔ فقط۔

شرحد ستخط

ہنیت یاور الدولہ

مسئلۂ معاش کے متعلق اس رقعے کے جو جملے خاص طور سے
قابل ذکر ہیں وہ یہ ہیں۔

"در باب اجرائی معاش حسب ماہوار اول تعلقداراں
آنچنینکہ باستصواب شہسوار جنگ اطلاع دادہ بودم مرا
یاد است" و "بہ وحید منور خاں بہادر مہتمم دفتر محلات
مبارک بالمشافہہ برائے اجرائی ماہوار حکم میدہم وایفائے
وعدہ می کنم"
جو وعدہ کیا تھا اس کا حوالہ دیا اور ایفا کرنے کا اظہار فرمایا۔

وعدہ یہ کیا گیا تھا کہ مالگزاری کی کارآموزی حسن لیاقت اور کارگزاری سے انجام دینے پر اول تعلقداری کی تنخواہ کے مماثل ذاتی معاش اجرا کیجائے گی۔ ایفائے وعدہ کے لئے فرمایا کہ وحید منور خاں بہادر مہتمم محلات مبارک کو اجرائی معاش کے لئے بالمشافہہ حکم دیا جانے والا ہے۔ رقعہ دراصل خوشخبری کا پیغام تھا کہ حسب مرام کارروائی کا تصفیہ ہوا۔ ادھر یہ رقعہ ۲۶ ؍ ربیع الاول ۱۳۰۵ھ کو وصول ہوتا ہے اور اُدھر مدارالمہام مرض الموت میں مبتلا ہو کر بتاریخ ۲۹ ؍ ربیع الاول ۱۳۰۵ھ انتقال فرماتے ہیں۔ ارتحال سالار جنگ بہادر سے آپ اس قدر ملول اور دلگیر ہوئے کہ مالگزاری جانا یک لخت ترک کر دیا۔ اور ایک عرصے تک سرکاری خدمت کا خیال بھی آپ کے دل سے جاتا رہا گویا آپ نے از خود خانہ نشینی اختیار کرلی اور چار پانچ برس تک آپ کا یہ عمل رہا۔

شروع ہی میں آپ کی ولادت کے ضمن میں تحریر کیا جاچکا ہے کہ قسمت نے بھی ابتدا سے اپنی کرشمہ سازی شروع کردی تھی۔ وہی صرف ایک موقع نہ تھا جو بنظر حالات اس جملہ کا اطلاق آپ پر ہوتا تھا بلکہ آپ کے دور زندگی میں ایسے مواقع اکثر در پیش ہوئے جہاں یہ جملہ پوری طرح صادق آتا ہے۔ انسانی زندگی میں کوئی ایک آدھ ایسا سانحہ معرض ظہور میں آئے جو عجیب یا غیر معمولی یا غیر متوقع یا ناقابل توجیہ ہو تو 'اتفاق' سے تعبیر کیا

جاسکتا ہے مگر جب متواتر ایسے یا اسی قبیل کے مواقع رونما ہوں تو ان کو اتفاق نہیں کہا جاسکتا بلکہ قسمت کی کرشمہ سازی سے منسوب کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ آپ کی زندگی میں جو عجیب پہلو بار بار معرضِ شہود میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ بعد فراغ تعلیم و تربیت جب کبھی آپ نے ملک و مالک کی خدمت گزاری کے شوق اور ولولہ میں حصول خدمت کی سعی فرمائی تو عین اُس حالت میں جب کہ ایک طرف دفتری انہماک اور کارگزاری سے آپ کی شہرت اور نیک نامی روز افزوں ہونے لگتی اور دوسری طرف وجاہت اور قابلیت کا لحاظ کرتے ہوئے ایفائے مقصد کا منظر نظر آکر ملک و مالک کی علمی اور عملی خدمت کی امنگ کو دوبالا کرتا تھا عین ایسی حالت میں کچھ اسباب ایسے پیدا ہو جاتے تھے کہ آپ کا ولولہ اور شوق معرضِ سکون میں آجاتا اور بہ ترک سعی و انہماک آپ کو سکوت اختیار کرنا پڑتا جس سے اچانک آپ کا ماحول بدل کر یک گونہ دورِ بیکاری شروع ہو جاتا۔

بہ سبب ارتحال سالار جنگ بہادر آپ نے جو دفتر جانا ترک فرمایا تو ملک کی خدمت اور نام آوری کا شوق اور اس کی تکمیل کی سعی و انہماک کا کوئی مشغلہ باقی نہ رہا ظاہرا دورِ بیکاری تھا۔ آپ کی خانگی حالت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مردوں میں آپ کا کوئی بزرگ نہیں۔

البتہ گھر میں ضعیف دادی موجود ہیں۔ان کو آپ سے جس قدر محبت ہے وہ خود ظاہر ہے۔آپ کا سن بیس بائیس برس کا ہو چکا شباب اور نمو کا زمانہ ہے۔ آپ خود صاحبِ معاش وجاگیرات ہیں۔ اس ذی اختیاری کے ساتھ بیکاری بھی ہے۔ ایسی حالت میں قیاس مقتضی ہوتا ہے کہ آپ ایسے اشغال میں مبتلا ہو جاتے جو مقتضائے سن وسال یا سوسائٹی کے عام مذاق سے تعلق رکھتے تھے۔

اُس زمانے میں طیور بازی کا عام چرچا اور شوق تھا جدہر دیکھئے اُنگلیوں پر بُلبُل اور مٹھیوں میں بٹیر تھے۔ کہیں مرغوں کی پالیاں تھیں تو کہیں صبح وشام کبوتر اُڑائے جاتے تھے۔ بڑے گھرانوں میں بحری باز پلے ہوئے تھے اوران کے ذریعے شکار ہوتا تھا اور سب سے زیادہ پتنگ بازی کا شوق تھا اوراس کے جلسے ہوا کرتے تھے۔ اِن شوقوں کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی مجھے اس کو تفصیل سے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔اتنا لکھ دینے پر اکتفا کرتا ہوں کہ ابتداءً قوم کی ثروت اور فارغ البالی کی بدولت یہ بازیاں تفریح طبع کے سامان متصور ہوئی ہونگی مگر مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ایک طرف اِن تفریحی اشغال میں اِس قدر کثرت اور انہماک ہو گیا کہ تفریح کے بجائے وہ مقصد زندگی متصور ہونے لگے۔اور دوسری طرف تغیر زمانہ سے تحصیل علم اور ضرورتِ

عمل کے مطالبے اور ذمہ داری کا بار افراد قوم پر زیادہ پڑنے لگا تو ایسی صورت میں یہ اشغال قوم کی تضیع اوقات اور بیجا اصراف کے باعث ہوکر انتہا درجے مضر ہو گئے تھے۔

ہمارے خاندانی تذکرے پر ایک نظر ڈالی جائے تو خواجہ عبداللہ خاں تک ہمارے اجداد بعد تحصیل علم ادیان و حفظ قرآن صاحب طریقت و اجازت ہوکر باطنی فیض رسانی سے مرجع خاص و عام ہوتے رہے۔

خواجہ عبداللہ خاں سے گو یہ اشغال باقی نہیں رہے مگر پابندی صوم و صلوٰۃ کے علاوہ ذکر و عبادت و خوش اوقاتی کا ہمارے خاندان میں وتیرہ رہا اور الحمدللہ کہ اب تک ہے۔ موروثی خو بو اور خاندانی تربیت و اخلاق کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ اس سن و سال میں نہ صرف پابندِ صوم و صلوٰۃ بلکہ تہجد گزار تھے نہ سوسائٹی کے سوء مذاق کا کچھ اثر آپ پر ہوا اور نہ باوجود اس خود مختاری کے کوئی لغزش بمقتضائے سن آپ سے ظہور میں آئی۔ آپ جوانِ صالح تھے منہیات سے ہمیشہ پرہیز لہو و لعب سے نفرت رہی۔ رقص و سرود کی محفلوں کی شرکت کو بھی آپ چنداں پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ انتہا درجے غیور تھے۔ وقار اور خودداری کا ہر بات میں لحاظ رکھتے تھے۔ اعزاز یا وضع داری کے خلاف کسی امر کو گوارا نہیں فرماتے تھے۔ خانہ نشینی کے غالب حصے کو آپ نے علمی مطالعہ او

تصوفی بصیرت حاصل کرنے میں صرف کیا۔ آپ کے سلسلۂ بعیت اور معلومات تصوف کے متعلق ہم آگے تفصیل سے بیان کرینگے۔

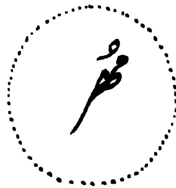
تاریخ سے آپ کو بڑی دلچسپی تھی اور تاریخ بینی کا بہت شوق تھا۔ سن کے ساتھ اس شوق کے کم وکیف میں ترقی ہوتی رہی۔ مالگزاری کی کارآموزی کئی وجوہ سے مفید تھی اس سے آپ کی تربیت ہوئی۔ قابلیت کے ساتھ تجربہ کار بنے اور سرکاری خدمت کے اہل ہوئے۔ یہ سب ظاہرا فوائد تھے مگر ان کے علاوہ آپ کو ایک اور فائدہ بھی ہوا یہ فائدہ جتنا اہم تھا اتنا ہی لطیف۔ اس کا تعلق آپ کے دماغ اور عقل سے تھا اس لئے کسی پر فوری ظاہر نہیں ہوا مگر آپ کے تاریخ بینی کے مذاق میں جو تغیر واقع ہوا اس نے اس فائدے کا پتہ دیا اور یہ بھی بتادیا کہ وہ اسی کارآموزی کے آخری زمانے کا نتیجہ ہے۔ کارآموزی کا غالب حصہ دفتری عملدرآمد اور قوانین اور قواعد مروجہ سے واقفیت حاصل کرنے میں گزرا۔ معلومات حاصل کرنے کے بعد کارآموزی کے مابقی حصے میں آپ کو با ختیار تجویز کام کرنا پڑا جس سے قوت فیصلہ پیدا ہوئی اور آپ کی ذاتی ذکاوت اور فراست نے اس قوت میں پر لگا دئے۔ صحیح فیصلہ کرنے کے شوق اور سعی نے رائے میں صواب پیدا کیا اور آپ اہل الرائے ہوگئے۔

اب تک تاریخ کا مطالعہ واقعات کی خاطر ہوتا تھا۔ صاحب رائے

ہونے سے تالیف وتصنیف کی امنگ اور تاریخ لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔

چنانچہ مالگزاری کی کارآموزی کا زمانہ ابھی چل رہا تھا کہ آپ نے تاریخوں کی ایک فہرست مرتب کر کے مدار المہام بہادر کی خدمت میں بایں استدعا روانہ کی کہ کتب خانہ دیوانی سے بغرض مطالعہ ان کتابوں کے اجرا کئے جانے کا حکم صادر فرمایا جائے تو مبیّنہ مقصد کی تکمیل ہو سکے گی۔ اس پر دفتر معتمد مدار المہام سے جو مراسلہ بنام داروغہ کتب خانہ علاقہ دیوانی اجرا کیا گیا اس کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

نقل روبکار دفتر معتمد مدار المہام کا سرکار عالی متعلقہ علاقہ صرفخاص واقع ۲۱ ذی قعدہ ۱۲۹۹ھ



نمبر ۳۶۲۲

حسب الحکم مدار المہام سرکار عالی نظر وصول روبکار دفتر خانگی سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر نشان (۲۳) بدرخواست چند کتب تواریخ برائے معائنہ کوائف سلاطین جہت تالیف کتاب بداروغہ کتاب خانہ علاقہ دیوانی نگارش کہ فہرست کتب مطلوبہ مرسل اگر ایں کتاب ہا در کتاب خانہ باشند

یک یک کتاب فرستادہ شود کہ نزد بہادر مزبور بقید

مدت فرستاد بعد واپس رسیدن ازآنجا بکتاب خانہ خواہد رسید

وکتاب دیگر طلبیدہ خواہد شد۔

"ثنی ہذا جواباً نزد سید محمدؐ اکرم اللہ خاں صاحب مرسل فقط"

شرحِ دستخط

(پڑھی نہیں جاتی)

مددگار

ترجمہ

حسب الحکم مدارالمہام سرکار عالی بنظر وصول مراسلہ

دفتر خانگی سید محمدؐ اکرم اللہ خاں بہادر نشان (۲۳) نسبت

چند کتب تواریخ برائے مطالعہ حالات سلاطین بغرض

تالیف کتاب داروغہ کتب خانہ علاقۂ دیوانی کو نگارش ہے

کہ فہرست کتب مطلوبہ مرسل ہے اگر یہ کتابیں کتب خانہ میں

موجود ہوں تو ایک ایک کتاب بھیجی جائے تاکہ بقید مدت

بہادر مذکور کے پاس ارسال کی جائے وہاں سے واپس

وصول ہونے پر کتب خانہ بھیج دی جائے گی اور دوسری

کتاب طلب کی جائے گی۔

نقل ہذا جواباً سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب کو

مرسل ہے۔ فقط

شرح دستخط

مددگار

آپ کی عمر بیس برس کی تھی جو تالیف کا تہیہ کیا اور میرے لئے یہ امر حیرت سے خالی نہیں۔ سن کا اظہار آپ کی ستایش یا اپنے فخر کے لئے نہیں کیا۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ نوجوانی اور عین نمو کے زمانے میں بھی تعلیم اور تربیت کے ذریعے ہر با حوصلہ انسان سے ایسے کام رونما ہو سکتے ہیں جن پر بادی النظر میں قبل از وقت سرزد ہونے کا اطلاق ہوتا ہے اور حیرت مجھے آپ کے اس منصوبے پر نہیں ہے بلکہ اپنی نا اہلی پر اور اس تغیر اوصاف قلبی پر جو ہم میں اس قدر اور اتنا جلد پیدا ہوا ہر چند کہ آپ میں اور مجھ میں صرف ایک پشت کا فرق ہے۔

بہ سبب انتقال سالار جنگ بہادر جہاں آپ کے اور منصوبے غم برد ہوئے وہاں اس منصوبہ پر بھی ایسا پانی پھرا کہ آج یہ بھی نہیں معلوم ہو سکتا کہ وہ کون سی کتابیں تھیں جو آپ نے طلب کی تھیں یا کیا تالیف تھی جس کا تہیہ کیا تھا۔ غم نے تالیف کے منصوبے کو خواب و خیال کر دیا مگر

تاریخ کا شوق فطری تھا غم سے زائل نہ ہو سکا۔ البتہ اس کا اتنا اثر ضرور ہوا کہ تالیف کے ارادے سے جو یہ شوق نظر کے پیش پیش تھا غم نے اس کو نظر کے پسِ پشت ڈال دیا۔ اور کچھ عرصہ تک آپ کو نہ کسی تالیف کا خیال ہوا نہ تاریخ بینی کا مگر آخر بیکاری رنگ لائی۔ علمی شوق جو فطرت میں ودیعت کیا گیا تھا اور جس کو غم نے نظر سے اوجھل کر دیا تھا پھر نمودار ہوا اور تالیف کا خیال آنے لگا مگر اب اس خیال نے خاندانی تذکرہ لکھنے کے ارادہ کی شکل اختیار کی آپ خاندانی تذکرہ لکھنے کی طرف متوجہ ہوئے اور تاریخی مواد جمع کرنا شروع کیا۔

اسی زمانے کا لکھا ہوا آپ کا ایک مضمون برآمد ہوا مضمون فارسی میں ہے اور اس پر ۱۰ ربیع الاول ۱۳۰۳ھ کی تاریخ درج ہے مضمون پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پچاس برس پیشتر بھی ہمارا ملک قانون سے ناآشنا نہ تھا۔ بلکہ قانون اور قاعدوں کے نفاذ اور پابندی سے ہماری سلطنت ہر طرح منظم ہو گئی تھی۔ تحصیل قانون کا شوق شرفا۔ امرا اور صاحبزادگاں میں رونما ہو چکا تھا اور ترقی کر رہا تھا جس سے ظاہر ہے کہ اس زمانے میں مفید ملک وملت ہر کام کی ابتداء یہاں اعلیٰ طبقہ سے ہوا کرتی تھی۔ قانون دانی اور قانون کی قدر شناسی کا یہ عالم تھا کہ تحصیل قانون پر اکتفا کرنے کے بجائے حصول معلومات قانونی کے ذرایع اور اس کی اشاعت کی سہولتوں پر غور و خوض

کیا جارہا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے مضمون میں ظاہر کیا ہے کہ اس ملک میں قانونی رسالے کی کمی کو آپ عرصے سے محسوس کر رہے تھے اور قانون کی ضرورت اور اس کی عام اشاعت کے مدنظر ایسے رسالہ کی آپ کے خیال میں یہاں سخت ضرورت تھی۔ حُسنِ اتفاق سے اسی زمانے میں جب "مقنن دکن" نامی قانونی رسالہ یہاں طبع ہوا اور اس کا نسخہ آپ کو بھی وصول ہوا۔ آپ اس کو پڑھ کر خوش ہوئے اور خوشنودی کا اظہار کیا۔ ایک مضمون لکھا جس کے ذریعے اپنے ہم وطنوں کو اس رسالہ اور اس کے فوائد سے آگاہ کرتے ہوئے اس کو خریدنے اور اس سے مستفید ہونے کا شوق دلایا۔ ذیل میں مضمون اور اس کا ترجمہ درج ہے مگر چونکہ اب ہماری زبان اُردو ہے اور تحریر سرکاری نہیں ہے اِس لئے ترجمہ پہلے پیش کیا جاتا ہے

ترجمہ

خلق اللہ کی بہبودی اور مالگزار رعایا کی حفاظت
اور قبیلہ دار سپاہ کی پرورش پر بالعموم اور مناسب حال
قواعد و ضوابط پر بالخصوص اکثر و بیشتر ہر ملک کی ترقی اور
آبادی کا انحصار قدیم الایام سے پایا گیا ہے اور ان امور کی
تکمیل خیر خواہ ملازموں اور انصاف پسند عہدہ داروں اور

خاص کر حاکم الوقت پر موقوف ہے (حاکم الوقت سے
مدار المہام مراد لینا سیاق عبارت سے مترشح ہے) چنانچہ
مدار المہام جنت مقام (سر سالار جنگ بہادر اول) سال سرفرازی
عہدہ مدار المہامی یعنی ۱۲۶۹؁ھ اور علی الخصوص ۱۲۸۳؁ھ سے
لے کر اپنی آخر عمر یعنی سنہ ۱۳۰۰؁ھ تک قابل عہدہ داروں اور
لائق ملازموں کی فراہمی اور دفاتر کے قیام اور قوانین و گشتیات
کی اجرائی کے ذریعہ سلطنت کی تنظیم اور ملک کی آبادی
اور ترقی کی طرف متوجہ رہے۔

اِس ملک کے تمام باشندے کیا غریب اور کیا امیر
اور اِس ملک کی مالگزار رعایا و برایا اور قبیلہ دار سپاہ جو
سابق میں حاکم الوقت (سالار جنگی عہد سے پہلے کسی سابقہ
وزارت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے) کی بے توجہی اور
اور رفاہِ عام قواعد او رضوابط کے عدم تقرر اور انتظامی
بدنظمیوں کی وجہ سے جہالت کی تاریکی میں مبتلا و
سرگرداں اور گوناگوں ظلم و تعدی سے پریشاں و تباہ حال تھی
آج تنظیم کے فیض سے قوانین کی حفاظت میں آرام و
آسایش کے ساتھ مدار المہام جنت مقام (سر سالار جنگ بہادر

اول) کے احسان کی شکر گزار ہے اور صناعی ہنر کی تحصیل
کے علاوہ جس سے مراد قوانین مجریہ علوم لطیفہ و فنون
شریفہ ہیں اور جس سے ہر ایک بہرہ مند ہے ہر شخص
اپنے کمال ذاتی کی ترقی میں متوجہ و مشغول ہے۔ جہالت
کی تاریکی علم و ہنر کی روشنی سے بدل گئی اور ہر شخص
ذی عقل اور صاحب فہم و فراست ہو گیا ہے اور قوانین
اور علم اور ہنر کے نتائج سے مالا مال اور ممتاز ہو رہا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ سابق کا مقابلہ کرتے ہوئے جبکہ حالت
ناگفتہ بہ تھی اب ملک کی ترقی اور آبادی میں احسن طریقے
سے بہت کچھ اضافہ ہوا ہے اور اس کے ساتھ حضرت
اقدس و اعلےٰ (حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمۃ) کے
جلوس اور مختار الملک بہادر مدار المہام کے اجلاس کی
تاریخ سے قانون اور خاص کر اُن احکام کی پابندیوں کی
بدولت جو وقتاً فوقتاً صیغہ عدالت سے اجرا ہوتے رہتے
ہیں۔ سابق کی بہ نسبت اب سلطنت بہت زیادہ منتظم
ہو گئی ہے۔ ہر شخص چھوٹا ہو کہ بڑا قوانین سرکار عالی و سرکار
عظمت مدار سے واقف ہوتا جاتا ہے۔

دیے ہوئے الفاظ اور مطالب اس مابقی حصے میں
دُہرائے گئے ہیں ترجمہ میں ان کو دُہرانے کے بجائے
ان کے مطالب کا خلاصہ دیا جاتا ہے) مدیر رسالہ متقن دکن
نے بڑی محنت و مشقت سے کثیر اور گوناگوں قانونی مواد کو
ترتیب کے ساتھ مشکل امور کو آسان طریقہ سے لکھ کر
خاص و عام کے افادہ کے لئے شایع کیا ہمارے
ملک کے شرفا اور معززین کے لئے یہ امر ضروری اور
لازم ہے کہ اس رسالہ کی خریداری میں شریک ہو کر اس
کے جو چند فائدے ہیں ان سے مستفید ہوں۔ فائدے
یہ ہیں۔

اولاً قوانین و دستور العمل سرکار عالی کے علاوہ قانون
و قواعد سرکار انگریزی سے واقفیت حاصل کریں۔ ثانیاً
پریوی کونسل اور ہائیکورٹ کلکتہ وغیرہ کے نظائر اور
ہماری عدالت العالیہ کے فیصلوں کے مطالعہ سے
اس امر کی تنقیح و تصدیق کرتے ہوئے کہ محولہ قانون کے
مدنظر فیصلے کن متعلقہ دفعوں پر مبنی ہیں مشکل مقدموں کی تجویز
کرنے اور بڑی مہموں کی سرانجام دہی میں استعداد اور تجربہ

پیدا کریں۔ لہٰذا اس ترغیب و تحریص سے یقین ہے کہ اس ملک کے عموماً سب باشندے اور خصوصاً شرفا اور باوقار امرا اور ذی افتخار صاحبزادگاں جو قانون کا شوق رکھتے ہیں اپنی بہبودی اور دوسروں کے فائدے کے لئے عمل پیرا ہونگے۔ فقط

شرعدستخط

سید محمد اکرم اللہ خاں

۱۰-۳-۱۳۰۳

مضمون

" اکثر از زمانۂ ماسلف تا حال ترقی و آبادی ہر مملکت عموماً بر فاہت خلق اللہ و پرداخت رعایائے مالگذار و پرورش سپاہ قبیلہ دار خصوصاً بپابندی ضوابط حسب مناسب الوقت منحصر و ایں امر بر ملازمین خیرخواہ و عہدہ داران معدلت پناہ مخصوص بہ حاکم الوقت موقوف۔ چنانچہ مدار المہام جنت مقام از سال سرفرازی عہدۂ مدار المہامی سلطنت سرکار آصفیہ یعنے ۱۲۶۹ھ ہجری خاصتہ

از ۱۲۵۲ھ تا ارتحال یعنے سنہ ۱۳۱۰ھ بنظام امور سلطنت وترقی وآبادی مملکت بفراہمی عہدہ داران پرفہم وفراست وملازمان سراپا دراست بقرار داد محکمہ جات باجرائے قوانین وکشتیات متوجہ گشتند۔

پس جمیع سکناء ایں دیار چہ غریب وچہ عالی تبار وتمامی رعایا وبرایا مالگزار وسپاہ قبیلہ دار سابقاً بنظر عدم توجہ حاکم الوقت وتقرر ضوابط رفاہیت وتنظیم وتنسیق ریاست کہ بظلمت جہالت مبتلا وسرگرداں وبانواع و اصناف ظلم وتعدی بحال تباہ حیراں بودند حالا بہ فیض نظم ونسق واجرائے قوانین مناسب بآسایش وآرام درشکر احسان مدار المہام جنت مقام مولف ومصروف۔ وہر یک بہ ترقی ہنر ذاتی قطع نظر باستعاب فن صفاتی کہ مراد از قوانین مجاریہ وعلوم لطیفہ وفنون شریفہ کہ نیل مرام برحصول آں منحصر مشغول۔ ظلمت جہالت از ضیائے علم وہنر مبدل گشت وہر یک ذی عقل وصاحب فہم و فراست گردید واز نتائج علم وہنر وقوانین ممتاز شد۔ وبایں وجہ ترقی وآبادی ملک بنظر سابق کہ ناگفتہ بہ بدرجۂ احسن خیلے از دیاد گشت

ومع ہذا از زمان ہمایون و اوان سعادت مشحون جلوس مبارک
اعلیحضرت ظل سبحانی حضرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی
و اجلاس مختار الملک بہادر مدار المہام پابندی قانون و نظم و
نسق بہ نسبت سابق زیادہ تر شد خصوصاً در پابندی کارروائی
عدالت وقتاً فوقتاً جاری و متمشی گشتہ و می شود۔ و ہر کس
و ناکس واقفیت بقوانین مجاریہ سرکار عالی قطع نظر واقفیت
از ایکٹ ہائے سرکار انگریزی حاصل نمودہ می کنند۔ باوجود
ایں ہمہ مراتبات و بودن شہرت قانون از مدت
دراز تا حال ہم بعض سوائے واقفیت قانون از تجربہ
و کارگزاری ہم قابل و بعضے صرف از قانون آگاہ و بعض
ازیں ہر دو امر مبرا۔

پس اگر دریں ریاست رسالجات بحث قانونی وغیرہ
بطورے کہ در بلاد کلکتہ و مدراس و الہ آباد وغیرہ طبع می شود
و از فیضانِ آں سکان آنجا واقف و قانون داں حتی پابندی
در امورات خانگی روزانہ می دارند طبع می شد۔ البتہ ساکنان
ایں دیار ہم واقفیت حاصل می ساختند۔ مگر دریں ریاست
احدے رسالۂ قانونی بدوں پرچہ ہائے اخبارات

بمصداق ع دماغ بیہودہ پخت وخیال باطل بست
فضول وازاں ہیچک نتیجۂ غیر پیدا نیست۔ واین خیال مدام
پیشِ نظر بود کہ ناگاہ بتاریخ چہارم شہر ربیع الاول ۱۳۰۲ھ
روز دوشنبہ جلد رسالہ یکے نمبر (۱) بابتہ آذر ماہ الٰہی و دوم نمبر (۲)
بابتہ دے ماہ الٰہی ۱۲۹۵ ف موسوم بہ مقنن دکن مولفہ
محمد نواب علی صاحب منیجر متضمن بر مباحثہ قانون وغیرہ
مع لکچر ہائے عمدہ ومفید منقسم بہ پنج حصہ۔

حصۂ اول بمباحثہ قانون مع لکچر ہائے عمدہ بر
اصولِ قانون۔

وحصۂ دوم بخلاصہ نظائر پریوی کونسل و ہائیکورٹ
کلکتہ ومدراس وبمبئی والہ آباد مندرجۂ انڈین لارپورٹ۔

وحصۂ سوم بہ فیصلجات مجلس عالیہ ہائیکورٹ ایں
ریاست بطرز رپورٹ قانونی۔

وحصہ چہارم در ایکٹ وقواعد وسرکلر ومسودات قانون
مع وجوہ ومنشاء واسپیچ ممبران کونسل واضعان قوانین ہند۔

وحصۂ پنجم بدستور العمل وقوانین وگشتیات علاقۂ سرکار
نظام خلد اللہ ملکہ الی یوم القیام متعلقۂ عدالت وکوتوالی ومال

وغیرہ موصول واز ملاحظہ آں از ابتدا تا انتہا خیلے خوشنودی حاصل و برآں خوشنودی خویش ظاہر کردہ می شد کہ اڈیٹر رسالہ (مقنن دکن) بایں محنت و مشقت وآں چنیں کہ خلاصہ نظائر پریوی کونسل و ہائیکورٹ کلکتہ وغیرہ مع ایکٹ و قواعد و سرکلر و مسودات قانونی مع وجوہ و منشاء و اسپیچ ممبران کونسل و اضعان قوانین ہند سرکار انگریزی و فیصلجات مجلس عدالت العالیہ ایں ریاست مع دستور العمل و گشتیات سرکار عالی و عمدہ مضامین لکچر باوجود بودن مشکل باآسانی تمام برائے استفادۂ خاص و عام تحریر ساختہ کہ شایع نمودہ اند۔

بجمیع معززین ذی افتخار و نجبائے عالی وقار ایں دیار لازم و متحتم کہ بخریداریش شریک شدہ۔ ازآں چند فواید کہ متصور است استفادہ نمایند وآں ایں کہ سیکے حصول وقفیت از قوانین و دستور العمل سرکار عالی قطع نظر بہ ایکٹ و قواعد سرکار انگریزی۔ ثانیاً تجربہ و استعداد سرانجام دہی مہمات و تجویزات مقدمات مالا نخل و پر دقت از ملاحظہ نظائر پریوی کونسل و ہائیکورٹ کلکتہ وغیرہ و فیصلجات

مجلس عدالت العالیہ ایں ریاست وبضمن ایں صداقت
دفعات قوانین کہ فیصلجات وغیرہ مبنی برکدام دفعات متعلقہ
است می گردد۔ پس برایں ترغیب وتحریص یقین کہ عموماً
جمیع ساکنانِ ایں دیار خصوصاً نجبا وشرفا وامیرزادگان
باوقار وصاحبزادگان ذی افتخار آناں کہ شوقِ قانون
می دارند برائے صلاح وفلاح خودہا وبراوافادات
وافاضات متحمل خواہند شد۔ فقط"

شرح دستخط

سید محمد اکرم اللہ خاں

۱۰۔۳۔۱۳۰۳

خانہ نشینی اختیار کئے ہوئے چار پانچ برس کا عرصہ گزرچکا۔ یہ مدت اتنی ہوتی ہے کہ بالعموم ہر جوش تہ نشین اور ہر ملال مرتفع ہوجاتا ہے۔ رائے میں صواب اور مزاج میں سنجیدگی پیدا ہوجاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ایک دن فرمایا کہ جب میں نے علمی اور قانونی معلومات حاصل کی ہیں تو ان کو بیکار ضائع کرنے کے بجائے ملک کی خدمت میں صرف کرنا مناسب ہے۔ خدمت کی طرف متوجہ ہوئے اور حصول خدمت کی کارروائی شروع کی۔ چنانچہ معتمدی مالگزاری سے آپ کے متعلق

جو مراسلہ نشان (۱۴) و صدر نشان (۲۷۱۲) مورخہ ۵ امر اسفندار ۱۲۹۶ف مطابق ۶ رجمادی الاول ۱۳۰۵ھ معتمدی عدالت کو اجرا کیا گیا اس میں آپ کی قابلیت اور کارگزاری اور محکمۂ مال کی کار آموزی کی صراحت کے بعد اعظم یار جنگ معتمد وقت نے لکھا کہ

"جناب مرحوم (سالار جنگ بہادر اول) کا خیال تھا کہ ان کے واسطے کوئی خدمت صیغۂ عدالت میں جس کا انتظام آخر زمانۂ حیات مرحوم و موصوف میں درپیش تھا تجویز فرمادیں مگر اس کی نوبت نہ آئی اور صاحب زادے صاحب نے بھی بوجہ ارتحال موصوف دلگیر ہوکر دفتر میں آنا چھوڑ دیا مگر ایک زمانہ کے بعد پھر اعلحضرت بندگانِ عالی متعالی مدظلہ العالی (حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمۃ) کے حضور میں انہوں نے یادداشت بدرخواست خدمت پیش کی جو معتمد صاحب پیشی کے ذریعہ سے پولیٹیکل دفتر میں آئی جس کے جواب میں پولٹیکل دفتر سے منجانب مدار المہام سرکار عالی حضرت کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ بروقت خلو کے جائز حسب لیاقت بلحاظ تخفیف یافتگاں و امیدواراں ان کا تقرر کیا جاویگا

اور نبظر کارآموزی دفتر ہذا وہ کارروائی تجویز مناسب کے واسطے اس دفتر پر آئی۔ اگرچہ اِس دفتر پر ان کا نام امیدواران تعلقداری میں لکھا گیا ہے۔ مگر چونکہ خود صاحبزادے صاحب عدالت میں خدمت حاصل کرنا پسند کرتے ہیں اور جناب مدارالمہام مرحوم کا خیال بھی ان کی نسبت ایسا ہی تھا لہذا تجویز مناسب کے واسطے آپ کی خدمت میں لکھا گیا۔ امید ہے کہ ان کے واسطے کوئی نظامت کی خدمت بیش قرار ماہوار کی تجویز کی جاوے۔"

اِس مراسلہ پر کارروائی ہوکر جو احکام معتمدی عدالت سے مجلس عالیہ عدالت سرکار عالی کے نام ذریعۂ مراسلہ نشان (۸۵) واقع ۲۶ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ اجرا ہوئے وہ حسب ذیل ہیں۔

نقل مراسلہ دفتر سرکار عالی علاقہ عدالت واقع ۲۶ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ م ۱۵ ماہ دے ۱۲۹۹ف

نشان انتظامی ۸۵

مہر

از طرف نواب عماد جنگ بہادر معتمد مدارالمہام سرکار عالی علاقہ عدالت

بخدمت ارباب مجلس عالیہ عدالت سررشتہ انتظامی

"سید محمدؐ اکرم اللہ خاں صاحب صاحبزادہ تمیسۂ نواب سیف الملک بہادر حسب الحکم جناب مدارالمہام مغفور تخمیناً ڈیڑھ سال تک دفتر معتمد مالگزاری میں کار آموز اور کارگزار رہے۔ معتمد صاحب مالگزاری لکھتے ہیں کہ اس مدت میں انہوں نے عمدہ واقفیت کارروائی دفتر اور دستورات سرکار سے حاصل کی۔

نواب مدارالمہام مرحوم کا خیال تھا کہ ان کے واسطے کوئی خدمت صیغہ عدالت میں جس کا انتظام آخر زمانۂ حیات مرحوم و موصوف میں درپیش تھا تجویز فرماویں مگر اس کی نوبت نہ آئی اور صاحبزادہ صاحب نے بھی بوجہ ارتحال مدارالمہام مرحوم دفتر میں آنا چھوڑ دیا۔ ایک زمانہ کے بعد پھر اس طرف توجہ کی۔ اگرچہ دفتر مالگزاری میں ان کا نام امیدواران تعلقداری میں لکھا گیا ہے مگر صاحبزادہ صاحب عدالت میں خدمت حاصل کرنا پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے قوانین مجاریہ عدالت ہائے سرکاری کے علاوہ قوانین علاقۂ انگریزی میں بھی واقفیت حاصل کی ہے۔

فی الواقع سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب ذی فہم
اور لایق معلوم ہوتے ہیں اور ان کی لیاقت اور توجہ سے
امید ہے کہ اگر وہ چندے عدالت کے صیغہ میں کام
کریں تو بیشک عدالت فوجداری یا دیوانی بلدہ کی نظامت
کا کام بلاشکایت کرسکیں گے اِس لئے سرکار (سرآسمانجاہ
بہادر) ارشاد فرماتے ہیں کہ صاحبزادہ صاحب
بالفعل عدالت فوجداری بلدہ میں آنریری اسسٹنٹ مقرر
کئے جائیں اور اِن کو وہی اختیارات دئے جائیں
جو نائبین عدالت فوجداری بلدہ کو حاصل ہیں۔ پس
حسب الحکم سرکار تعمیل کیجائے۔ فقط"

شرمد مستخط

میر عطاء الرحمٰن

جریدۂ اعلامیہ سرکار عالی مطبوعہ ۲۶ ردے ۱۲۹۹ف مطابق
۸ر ربیع الثانی ۱۳۰۸ھ کے صفحہ (۱۰۷) میں آپ کے اعزازی تقرر
کے متعلق جو حکم شائع کیا گیا وہ حسب ذیل ہے۔

"سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب صاحبزادہ نبیرہ
نواب سیف الملک مرحوم جو ایک ذی فہم اور لایق

اور قوانین سرکار عالی و سرکار عظمت مدار سے واقف
ہیں بالفعل عدالت فوجداری بلدہ میں آنریری اسسٹنٹ
مقرر کئے جاتے ہیں ان کو مثل نائبین عدالت فوجداری
بلدہ درجۂ دوم کے اختیارات حاصل رہیں گے"۔

آنریری اسسٹنٹی کے زمانے میں بہت جلد یہ امر اظہر من الشمس ہوگیا کہ آپ کی قانونی معلومات مسلمہ ہیں اور فصل خصومات کی قابلیت آپ میں غیر معمولی ہے ہر مقدمہ کا فیصلہ بپابندی قانون نہایت حسن و خوبی کے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے فیصلوں کا بہت کم مرافعہ ہوا اور شاذ و نادر اگر کسی فیصلے کا مرافعہ بھی کیا گیا تو آپ ہی کی رائے بحال رہی۔ چنانچہ اس زمانے کے افسر الاخبار قلعۂ گولکنڈہ نے اپنی اشاعت مورخہ ۳ ذیحجہ سنہ ۱۳۰۷ھ مطابق ۲۱ جولائی سنہ ۱۸۹۰ء م ۲ امر شہریور سنہ ۱۲۹۹ف میں آپ کے متعلق جو خیالات ظاہر کئے ہیں وہ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

"سید محمد اکرم اللہ خاں صاحبزادہ نبیرۂ میر پادشاہ
مرحوم جو نواب سر سالار جنگ مختار الملک مرحوم کے
تعلیم و تربیت یافتہ اور نہایت لائق و قابل ذی فہم و سرکار عالی
و سرکار عظمت مدار کے قوانین سے واقفت کہ جن کی

لیاقت وقابلیت کو واجب التعظیم عہدہ داران جلیلہ
عالیجناب نواب مدار المہام بہادر سرکار عالی نے بذریعہ
جریدۂ اعلامیہ سرکار مطبوعہ ۲۶ ردے ۱۲۹۹ف تسلیم وشایع
فرمائے ہیں وہ بھی بلامعاش بغرض اظہار لیاقت ونیک نامی
باقتدارات درجۂ دوم نہایت سرگرمی وچالاکی و
نیک نامی ولیاقت سے کام کر رہے ہیں کہ جن کی لیاقت
وقابلیت وذی فہمی ونیک نامی کے چرچے مشہور
ہو رہے ہیں اور آپ کے اجلاس سے بھی مقدمات
کثرت سے فیصل پا رہے ہیں۔ علاوہ ان کی نیک نامی
ونیک نیتی کے ان کی لیاقت وقابلیت پر یہ امر دال
ہے کہ ان کے مقدمات منفصلہ سے جو اس تھوڑے ہی
تھوڑے عرصہ میں غالباً ڈھائی سو سے زاید ہوں گے کسی
مقدمہ کا مرافعہ بناراضی ان کی تجویز کے نہیں ہوا اور جو اس
قدر مقدمات سے صرف ایک مقدمہ کا مرافعہ ہوا
سو وہ بھی ان ہی کی تجویز بحال رکھی گئی۔ پس یہ صاحبزادے
صاحب نے بحصول لیاقت علمی وقابلیت قانونی جو
نیک نامی حاصل کر رہے ہیں اس پر ہم بلاشک وشبہ

کہتے ہیں اور اظہر وابین ہے کہ سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب
صاحبزادہ لیاقت وقابلیت و علم کمال میں اپنے ہم مراتب
صاحبزادگوں میں مستثنیٰ ہیں۔ یقین ہے کہ بہت ہی
عنقریب یہ صاحبزادہ کی ترقی غیر محدود اور ان کے
لئے کوئی ایک عمدہ نتیجہ اعلیٰحضرت قدر قدرت کی پیشگاہ سے
ظاہر ہوگا۔"

بالعموم ہر سرکاری افسری خدمت اور علی الخصوص خدمت عدالت رعب اور دبدبہ کی حامل ہوتی ہے مگر جب کبھی سرکاری خدمت پر کسی ایسے شخص کا تقرر ہو جو صاحب لیاقت ہونے کے علاوہ ذی مرتبت بھی ہو تو رعبِ خدمت میں وقار ذاتی کا اضافہ ہو کر اس کے اجلاس کی شانِ عظمت اور بڑھ جاتی ہے اور اپنے شایستہ اور پسندیدہ اخلاق سے وہ بہت جلد مقبولِ عام ہو جاتا ہے۔ قانونی معلومات کے ساتھ اعزاز خاندانی کا لحاظ کرتے ہوئے آپ کے اجلاس کو شہرت و شوکت حاصل ہونے لگی اور آپ ہر طرح مقبول خاص و عام ہو گئے۔ عہدہ داران بالا نے وقتاً فوقتاً آپ کی کارگزاری کے متعلق اپنے خیالات کا جو اظہار کیا ہے اس سے جملہ امور متذکرہ بالا پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ ذیل میں تین تیمسر کاریوں کی نقل درج کی جاتی ہے۔ پہلی دو تیمسر کاریاں میر عطاء الرحمٰن ناظم

عدالت فوجداری بلدہ کی ہیں اور دونوں میں تقریباً گیارہ ماہ کا فصل ہے۔ تیسری نمبر سرکاری مہدی حسن فتح نواز جنگ بہادر معتمد عدالت کی ہے جو آپ کی ایک سالہ کارگزاری کے متعلق لکھی گئی تھی۔

نقل نمبر سرکاری میر عطاء الرحمن ناظم عدالت فوجداری بلدہ مرقوم ۲۰ شہریور ماہ الہی ۱۲۹۹ ف

خدمت نواب سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر صاحبزادہ نبیسۂ نواب سیف الملک مرحوم۔

اس امر کی اطلاع دینے سے مسرت حاصل کرتا ہوں کہ آپ کی جس لیاقت اور قوانین مجریہ سرکار عالی و سرکار عظمت مدار کے واقفیت کو خود گورنمنٹ نے مسلم فرمایا جریدۂ اعلامیہ مطبوعہ ۲۶ مردسے ۱۲۹۹ ف صفحہ (۱۸۷) اس کا ثبوت قطعی موجود ہے۔ البتہ مجھ کو اپنی تحریر کے اظہار کی ضرورت اور خوشی ہے جو آپ کے آنریری مجسٹریٹی کی کارگزاری کے دیکھنے سے ہوئی ہے۔ آپ نے اس تھوڑے عرصہ میں بلا یافت معاش خاص کے فصل خصومات فوجداری کے نازک کام کو اس طور کی چالاکی ہوشیاری و پابندی ضوابط کے ساتھ انجام دیا اور اپنے عمدہ اخلاق

ولیاقت کو عام پسند بنانیکی کوشش کی جس کے لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی نسبت میری یہ رائے اور یہ امید قائم کرنا بے اثر نہ ہوگا کہ ایک روز میں آپ کو شاہی خاندان کے افسران باقاعدہ میں برگزیدہ دیکھوں گا۔ فقط"

شرحدستخط

میر عطاء الرحمٰن

ناظم عدالت فوجداری بلدہ

نقل نمبر کاری میر عطاء الرحمٰن ناظم عدالت فوجداری بلدہ مرقوم ۱۳ امرداد ماہ الٰہی ۱۳۰۰ف

خدمت نواب سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر صاحبزادہ آنریری اسسٹنٹ عدالت فوجداری بلدہ۔

آپ کو اس امر کی اطلاع دینے سے مسرت حاصل کرتا ہوں کہ فی الحقیقت آپ زیادہ ایک سال سے بلامعاش اس عدالت میں بحیثیت آنریری مجسٹریٹ فصل خصومات کا کام کرتے ہیں قبل اس کے میں نے بتاریخ ۲۰ شہریور ۱۲۹۹ف جو اطلاع دی ہے اس سے اس امر کا ثبوت ہوگا کہ آپ نے اپنی تعیناتی کے تھوڑے

عرصہ میں کس قدر لیاقت سے جوڈیشل کام کو انجام دیا
اس میں شک نہیں کہ اس عرصہ میں آپ کا تجربہ بیشتر از
بیشتر ہوگیا۔ آپ نے عدالت کا نازک کام اس طور سے
چلایا جس سے آپ کی لیاقت اور انصاف قابلِ تعریف
ہے بلکہ شاہی خاندان کے افسران باقاعدہ میں ایسے
برگزیدہ افسر کا وجود قابل قدر دانی خاص ہے آپ کی
مہارت قوانین مجریہ سرکار عظمت مدار و سرکار عالی کے
بھی گورنمنٹ نے مسلم فرمایا ہے یہاں تک کہ اس کا داخلہ
جریدۂ اعلامیہ مطبوعہ ۲۶ مردے ۱۲۹۹ف صفحہ (۱۰۷)
میں موجود ہے میں اس موقع کا منتظر ہوں کہ آپ کی عمدہ
لیاقت و دیانت و مشقت کے فرض کو باضابطہ طور سے
ادا کروں۔"

شرح دستخط

میر عطاء الرحمٰن

ناظم عدالت فوجداری بلدہ

نقل نمبر کاری مہدی حسن المخاطب فتح نواز جنگ ہوم سکرٹری قوم مرقومہ ۶ امرداد ماہ الٰہی سنہ ۱۳۰۰ف

براے اطلاع نواب سید محمدؐ اکرم اللہ خاں بہادر صاحبزادہ
آنریری اسسٹنٹ عدالت فوجداری بلدہ۔

اِس امر کے اظہار کی مسرت حاصل کرتا ہوں
کہ فی الواقع سرکار نے آپ کی عمدہ لیاقت اور قوانین مجریہ
سرکار عالی و سرکار عظمت مدار کی واقفیت کو بذریعہ جریدۂ
اعلامیہ مطبوعہ ۲۶ ہر دے ۱۲۹۹ ف تسلیم و تصدیق
فرماکر آپ کو عدالت فوجداری بلدہ میں آنریری اسسٹنٹ
مقرر فرمایا اور آپ برابر ایک سال سے بلا یافت معاش
جوڈیشل کام کو اپنی عمدہ لیاقت اور پسندیدہ اخلاق و
بیدار مغزی کے عام شہرت کے لیے اس لیاقت
و نیک نامی اور دیانت سے انجام دے رہے ہیں
کہ خود ناظم عدالت فوجداری بلدہ و نیز عامہ رعایا و معزز
طبقۂ وکلا آپ کی لیاقت دیانت بیدار مغزی اور عمدہ
اخلاق کے موصف و مداح ہیں پس آپ کا وجود بوجہ ان
اوصاف مسلمہ کے گورنمنٹ و پبلک کے نزدیک وقعت
و محبت کے نظر سے دیکھا جاتا ہے لہذا قابل تحسین اور لائق
قدردانی خاص ہے۔

اِس وقت صرف اِس قدر اطلاع دینے پر اکتفا کیا مگر عنقریب آپ کے لیاقت و دیانت بیدار مغزی کو باضابطہ بذریعہ جریدہ اعلامیہ منظوری سرکار شائع کرنا چاہتا ہوں۔"

شرحِ دستخط

مہدی حسن فتح نواز جنگ

ہوم سکرٹری

سنہ ۱۳۱۱ھ م سنہ ۱۳۰۲ف میر ارادت علی خاں ناظم کی رخصت کے سلسلہ میں نظامت اول عدالت فوجداری بلدہ کے منصرمانہ انتظام کا مسئلہ پیش ہونے پر خلاف رائے تحت صدر سے آپ کی منصرمی ذریعہ مراسلہ مندرجۂ ذیل منظور کی گئی۔

نقل روبکار محکمہ معتمد عاعلائے عدالت و کوتوالی و امور عامہ واقع ۵ شوال سنہ ۱۳۱۰ھ م ۱۸ خورداد سنہ ۱۳۰۲ف

نشان (۶۱۴)

ضروری

از طرف نواب عماد جنگ بہادر معتمد سرکار عالی علاقہ عدالت و کوتوالی و امور عامہ

بخدمت معتمد صاحب مجلس عالیہ عدالت سرکار عالی

حسب الحکم مدارالمہام سرکار عالی

بذریعہ روبکار نشان انتظامی ۱۳۳۶ھ واقع ۱۱ مر

خورداد ۱۳۲۰ف تختہ رخصت خاص ایک ماہ ۸ یوم مطلوبہ

مولوی میرارادت علیخاں صاحب ناظم عدالت فوجداری

بلدہ وصول ہوا۔ اگرچہ مجلس سے منصرمی سید باقر حسین صاحب

معتمد مجلس تجویز ہوئی تھی لیکن رخصت مطلوبہ بمنصرمی نواب

سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب بہادر صاحبزادہ جنھوں نے

ایک مدت تک عدالت فوجداری بلدہ میں بحیثیت آنریری

مجسٹریٹ عمدگی سے کام انجام دیا ہے منظور کیگئی۔ ایک قطعہ

تختہ بہ ثبت شرح منظوری بذریعہ ہذا واپس مرسل ہے۔

ایک مثنیٰ اطلاعاً نواب سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر

کی خدمت میں اور دوسرا مثنیٰ دفتر صدر محاسب صاحب

سرکار عالی مرسل ہے۔ فقط"

شرح دستخط

عماد جنگ

اس منصرمی کا ذکر مجھے آپ کی زبانی سننے کا اتفاق ہوا تھا فرماتے

تھے کہ" منصرمی کو میں نے اس شرط سے قبول کیا تھا کہ اعزازی طور سے

خدمت کو انجام دوں گا" الونس قبول نہیں فرمایا۔ بتاریخ ۲۲ر خورداد ۱۳۲۰ف آپ نے نظامت اول عدالت فوجداری بلدہ کا منصرمانہ جائزہ حاصل کیا اور آپ ہی کے زمانۂ نظامت میں دفتر فوجداری بلدہ کی کارگزاری کی پہلی رپورٹ بابتہ ۱۳۲۰ف و ۱۳۲۱ف مرتب اور ارباب صدر میں پیش کی گئی چنانچہ اس رپورٹ میں آپ نے تحریر کیا ہے۔

"یہ پہلی رپورٹ سالانہ ہے جو اس عدالت سے پیش کی جاتی ہے۔ دفتر کی دریافت سے معلوم ہوا کہ اب تک کوئی رپورٹ اِس عدالت فوجداری بلدہ سے مرتب و پیشِ اربابِ صدر نہیں ہوئی ہے۔ سال ۱۳۰۱ف کی رپورٹ کے پورے زمانے میں مولوی میر عطاء الرحمن صاحب ناظم سابق نے کار نظامت عدالت فوجداری بلدہ کو نہایت عمدگی اور کمال لیاقت سے سرانجام دیا۔ مولوی صاحب موصوف کی موجودگی میں اگر یہ رپورٹ ترتیب پاتی تو نہایت احسن تھا چونکہ سالِ زیرِ رپورٹ اور سال ماقبل زیرِ رپورٹ کے حالاتِ انتظامی اور نتائج کارروائی سے بخوبی واقف تھے اور اِس واقفیت کے سوائے اُن کے

جو جو عمدہ خیالات و تجربات تھے اس سے ترتیب رپورٹ
میں کافی مدد ملتی۔ اگرچہ کہ کسی قدر اس عدالت کے حالات سے
میں بھی واقف ہوں چونکہ میں نے بھی ایک مدت مناسب
اس عدالت میں اجلاس کیا ہے لہذا باتباع حکم مجلس
عالیہ عدالت اُن کے زمانۂ کارروائی کی رپورٹ اب میں
مرتب کرتا ہوں"۔

نظم و نسق کی رپورٹ لکھنے کا آج کل بالعموم یہ طریقہ ہے کہ دفتر کے عہدہ داروں کی صراحت کے بعد امور متعلقہ میں دفتر کی سالانہ کارگزاری کی تفصیل دی جاتی ہے اور آخر میں وہ امور درج کئے جاتے ہیں جن کے متعلق ارباب صدر کی توجہ مبذول کرانا مقصود ہو مگر آپ نے جو رپورٹ مرتب کی اس میں قائم کردہ ابواب کی ترتیب موجودہ طریقے کے بالعکس ہے چنانچہ رپورٹ کے ابواب کے متعلق آپ اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

"رپورٹ ہذا چار حصوں میں منقسم ہے

(۱) حصۂ اول میں حالات و تقررات عدالت اور امورات
انتظامی جو میرے خیال میں سردست تصفیہ طلب اور محتاج
توجہ ارباب صدر ضرور ہیں درج کئے گئے ہیں۔

(۲) حصۂ ثانی میں کارروائی سالانہ ۱۳۰۸ ف و ۱۳۰۹ ف کا ذکر اور ان سے جو جو نتائج کہ نکلتے ہیں اُن کی صراحت مندرج ہے۔

(۳) حصۂ ثالث میں دو سالہ یعنی ۱۳۰۸ ف و ۱۳۰۹ ف کی کارروائی مقدمات خلاف ورزی ضابطۂ صفائی و دستور العمل گاڑیاں کا ذکر و نیز اس کے نتائج۔

(۴) حصۂ رابع میں آمد و خرچ عدالت اور مختصر حالات مویشی چکاری و اسباب لاوارث کے بتلائے جاوینگے"۔

حصۂ اول میں اُن امور سے بحث کی ہے جو آج کل رپورٹ کے خاتمہ میں تحریر کئے جاتے ہیں۔ اس حصہ کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں یہ امور ایسے ہی تھے کہ ان کی صراحت سب سے پہلے نہ صرف موزوں متصور ہوئی بلکہ ضروری بھی تھی۔ رپورٹ کا یہ حصہ انتظامی نقطۂ نظر سے اہم اور تاریخی حیثیت سے دلچسپ اور بلحاظ مواد طویل ہے۔

عدالتوں کو قائم ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا مگر قیام عدالت کے یہ معنی نہیں کہ سابق میں انصاف اور دادرسی کا کوئی طریقہ رائج نہ تھا اور ان کے قیام سے اس کی ابتدا ہوئی بلکہ عدالتوں کا قیام دراصل ایک جدید دستور کا رواج دینا تھا۔ گویا عدالتوں کا قیام ایک دستوری انقلاب

تھا جس کے بموجب اب کوئی علاقہ خواہ کتنا ہی جلیل القدر کیوں نہ ہو سابقہ اختیارات کے استعمال کا مجاز نہیں رہا۔ چنانچہ اس خصوص میں جن سرکاری احکام کا آپ نے رپورٹ کے دیباچہ میں حوالہ دیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

حکم عدالت سرکار مندرجہ جریدہ مورخہ ۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۶ھ م ۱۰ اسفندار سنہ ۱۲۹۸ف

"جاگیرات و سمستان ہائے مقتدر کو لازم ہے کہ واردات ہائے سنگین حسب تفصیل مندرجہ حاشیہ کی اطلاع سرکاری علاقے کے امین و مہتمم کوتوالی کو دیا کریں"۔

حکم مجریہ از دفتر مدار المہام علاقہ عدالت مندرجہ دفعہ (۹۷) مجموعہ قوانین فوجداری ۱۱ جمادی الثانی سنہ ۱۳۰۴ھ۔

"حدود بلدہ و بیرون بلدہ میں کسی جاگیردار کو جو اقتدارات حاصل ہیں وہ حدود جاگیرات کے لئے ہیں"۔

حکم مجریہ بذریعہ گشتی سرکار نشان (۴) فوجداری ۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۴ھ م ۷ بہمن سنہ ۱۲۹۶ف۔

"رعایائے خالصہ جس مقدمہ میں فریقین رہے اس کی تجویز علاقۂ عدالت سرکار میں ہوں گی خواہ وقوعہ علاقہ

پائیگاہ وغیرہ میں ہو۔"

حکم سرکار مندرجۂ جریدہ ۱۰ ر فروری ۱۸۸۸ء م ۲۱ ر جمادی الاول ۱۳۰۵ھ ہجری۔

"ہر جاگیر و پائیگاہ میں سرکاری پولیس ڈاکو کو گرفتار کرسکتی ہے۔"

یہ مسلمہ ہے کہ مروجہ عملدرآمد سے متغائر کوئی جدید دستور جو وسیع الاثر ہو فوری روبہ عمل نہیں ہوتا بلکہ فریقین متعلقہ کو اُس سے آشنا ہوکر اُس کے پابند ہونے تک کچھ عرصے کے لئے اس جدید قانون کو مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ابتدائی زمانے میں ہماری عدالتوں کو بھی اسی قسم کی صورت حال سے سابقہ پڑا تھا۔ عدالتی احکام کی تعمیل میں گوناگوں مشکلات درپیش ہوتی تھیں۔ انتظامی نقطۂ نظر سے نیز عدالتوں کی شان اور وقار کا لحاظ کرتے ہوئے یہ امر نہایت ضروری تھا کہ جلد سے جلد اِن مشکلات کا انسداد اور ارتفاع کردیا جائے۔ یہ امور جیسے اہم تھے وہ خود ظاہر ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے حصۂ اول میں ان مشکلات کی تفصیل سے بحث کی ہے۔ مشکلات کی صراحت کے ضمن میں آپ نے جو نظیریں درج کی ہیں ان میں سے چند ناظرین کی تاریخی دلچسپی کے لئے ذیل میں نقل کیجاتی ہیں۔

(۱) "بملاحظہ مثل نمبر (۲۶۰) صیغہ سوم ۱۳۰۱ف

مقدمہ رامنا مدعی بنام انباجی و ثابت خاں و تاج خاں وغیرہ
مدعی علیہم علت حبس بیجا و توہین و ضرر رسانی یہ واضح ہوا کہ ثابت خاں
و تاج خاں ملزمین ملازم علاقہ پائیگاہ نواب سر آسمان جاہ بہادر
ہیں اور وہ عدالت کو مطلوب ہیں اور یہ مقدمہ ۹ امرتیر سنہ ۱۳۰۱ ف
کا مرجوعہ ہے اس تاریخ سے اب تک اُن ملزمین کی
طلبی کی کارروائی جاری ہے مگر آسامیاں مطلوبۂ عدالت ہذا
علاقہ داران پائیگاہ بہادر معزز کی طرف سے عدالت میں
رجوع نہیں کرائے گئے اور آخر میں صاف یہ جواب
عدالت کو پہنچا کہ (مستغیث کو ہدایت دی جائے کہ ہمارے
علاقہ پائیگاہ کی عدالت میں استغاثہ رجوع کریں) حالانکہ
وقوعۂ جرم حدود بلدہ میں ہے۔ اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ بہادر
معزز کے علاقہ میں بھی باقاعدہ عدالتیں موجود ہیں مگر با ایں ہمہ
مستغیث کو یہ ہدایت دینا حکم اقدس و اعلیٰ حضرت
خداوند نعمت اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی
مندرجہ اشتہار مورخہ ۱۱ر جمادی الثانی سنہ ۱۳۰۲ھ جس کا
داخلہ دفعہ (۹۷) مجموعہ قوانین فوجداری میں بدیں مضمون
کہ (حدود بلدہ میں کسی امیر و اعزہ و جاگیردار مقتدر کو عدالتی

اقتدارات حاصل نہیں ہیں) موجود ہے مانع ہوتا ہے اور اس کے خلاف عدالت کیونکر کارروائی کرے۔ میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ یہ تعرض صرف علاقہ داران بہادر معز کی جانب سے ہوا ہوگا۔ چونکہ عالیجناب نواب سر آسمانجاہ بہادر (جو مدار المہام وقت تھے) ہرگز ہرگز ایک سر مو تعمیل حکم اقدس و اعلیٰحضرت خداوندی کے تعرض کو گوارا و پسند نہیں فرماویں گے۔ بشرطیکہ اس کی پوری پوری حقیقت اور کیفیت بذریعہ دفتر سرکار نواب صاحب ممدوح کے گرامی خدمت میں پیش کیا جاوے اور اس کے قبل بھی بذریعہ مراسلہ نشان ۱۰۹۵ واقع ۱۵ ار بہمن ۱۳۰۲ف دفتر معتمدی سرکار میں گزارش ہوئی ہے مگر اب تک اس کا نتیجہ کوئی برآمد نہیں ہوا۔"

(۲) علیٰ ہذا القیاس بملاحظہ مثل نمبر (۹۶۵) صیغہ سید محمد علیخاں آنریری مجسٹریٹ بابتہ ۱۳۰۱ف واضح ہوا کہ جناب نواب وقار الامرا بہادر کے علاقہ کا ملازم جو فوج راٹھور سے تھا اس پر کریم خاں نامی سوداگر نے استغاثہ دغابازی دائر کیا اور نشاندہی کیا۔ اس کی طلب و حضوری میں قریب قریب چھ ماہ کے عدالت نے مراسلت کی

اور پانچ سات مرتبہ پیشی تبدیل کی۔ تاہم مدعی علیہ پائیگاہ نواب صاحب سے نہیں آیا اور بالآخر یہ جواب آیا کہ اب مہلت باقی نہیں ہے مہلت کافی کے ساتھ دوسرا حکمنامہ بھیجا جاوے چنانچہ یہ بے محل فرمائشات عدالت سے ہر وقت پوری ہوتی رہیں مگر تعمیل ندارد۔ جس کی وجہ سے مجبوراً دفتر سرکار کو بھی اطلاع دی گئی اب ارباب صدر سے امید ہے کہ بذریعہ دفتر سرکار اس امر کی اطلاع اس عمدگی سے خاص جناب نواب وقارالامرا بہادر کی خدمت میں کی جائے کہ نواب صاحب معزالیہ کا کوئی بدل مناسب اپنے علاقہ داروں پر جن کے سبب سے یہ قصور واقع ہوا ہے فرمادیں تاکہ آئندہ کے لئے ایسی بدعملی نہ ہو اور عدالت کو نواب صاحب معز کے علاقہ سے کوئی شکایت باقی نہ رہے۔"

(۳) "علیٰ ہذا بملاحظہ مقدمہ صیغہ دوم نمبر (۴۷) صفائی سنہ ۱۳۰۱ف و دیگر امثلہ وغیرہ یہ واضح ہوا کہ نواب سر خورشید جاہ بہادر کے علاقہ بازارات موقوعۂ بلدہ کے مسکونہ اسامیوں کو حسب الطلب عدالت ہذا میں رجوع کرانے میں علاقہ داران

بہادر معز کی جانب سے اقسام کے تعذرات پیش ہوتے ہیں اور یہ بڑی وجہ بتلائی جاتی ہے اور یہ لکھتے ہیں کہ (ہمارے علاقہ میں بھی بصرف زر کثیر باقاعدہ عدالتیں مقرر ہیں مستغیث کو ہدایت دیجائے کہ یہاں رجوع ہووے اور اپنی داد کو پہنچے)۔

گو بہادر معز کے علاقہ میں عدالتیں باقاعدہ ہوں مگر یہ عذر ان کا خلاف قاعدہ و حکم اقدس و اعلحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی مندرجہ اشتہار مورخہ ۳ ر امرداد ۱۲۹۶ ف و حکم مدار المہام مورخہ ۱۱ ر جمادی الثانی ۱۳۰۲ھ محولہ دفعہ (۹۷) مجموعہ قوانین فوجداری ہے اور اُن کو یہی جواب بھی دیا گیا۔ مگر تاہم یہ امر تصفیہ طلب باقی ہے پس اِس بارے میں بھی ارباب صدر سے قوی امید ہے کہ بعرض مکرر کوئی ایسا تصفیہ فرمایا جائے تاکہ آئندہ عدالت میں کوئی وقت لاحق نہ ہو اور ناحق دورانِ عدالت نہ بڑھے اور مستغیث بلا حیرانی و پریشانی اپنی داد کو پہنچے"۔

(۴) سالِ زیر رپورٹ کے کئی امثلہ ایسے دیکھے گئے کہ مقدمات چالانی میں پیروکارانِ پولیس کی جانب سے گواہوں کے پیش کرنے میں دیری ہوئی۔ جس سے ناحق دورانِ مقدمہ کو طوالت ہوتی ہے اور وہ تمام طور سے یہ

طریقہ اختیار کر لئے ہیں کہ عین پیشی پر گواہوں کے پیش کرنے میں عذر پیش کرتے ہیں اور اپنے بچاؤ کے لئے عین پیشی پر یہ درخواست تحریری دیتے ہیں کہ گواہ ہمارے طلب پر نہیں آتے۔ عدالت خود بذریعہ سمن طلب کرے یہ درخواست ان کی خلاف قاعدہ ہے۔

پیروکاران پولیس کو لازم ہے کہ قبل از تاریخ پیشی مقدمہ مہلت مناسب باقی رکھ کر درخواست پیش کریں جس سے خود انہیں بھی بار بار کی تکا پوئی پیروی مقدمہ سے نجات اور اپنے اجرائی لوازم منصبی میں سہولت ہاتھ دیتی ہے مشکل تو یہ ہے کہ اُن کے اس عادت کے ترک کرانے کا کوئی تدارک عدالت فوجداری بلدہ کے اقتدار میں نہیں جو یہ وقت خود عدالت رفع کرے۔ اگر اس کا اثر نفس مقدمہ پر ڈالا جائے تو بھی قرین انصاف نہیں ہے اور نہ اس سے اہالیان پولیس کو کوئی نقصان پہنچتا ہے جس سے عبرت ہو اور یہ بیان اہالیان پولیس کہ گواہ ہمارے طلب پر نہیں آتے آیا صرف اپنی کاہلی یا غفلت کی بچاؤ کی غرض سے یہ عذر کیا گیا ہے یا فی الحقیقت صحیح ہے اس کی تحقیق بر وقت

حضوری شہود ممکن ہے مگر جب کہ گواہ خلاف بیان پولیس بیان
کریں۔ اور اہالیان پولیس اُس کے خلاف بیان کریں تو اس
کی صحت کے ثبوت لینے میں بھی ایک فضول کارروائی
کے سوا اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ ولو فرضاً شہود کا بیان
ثابت بھی ہو جائے تو اہالیان پولیس کی نسبت عدالت ہذا
کوئی ازروئے قاعدہ تدارک واسطے تنبیہ آئندہ کے
نہیں کر سکتی ہے۔

بہر حال ارباب صدر اس مسئلہ پر غور کافی فرمانے
کے بعد کوئی ایسا انتظام فرمادیں جو تمامی دقتیں رفع ہوں
اور ماخوذین ناحق زیر دریافت کی حراست کے مصیبت
سے جلد نجات پائیں اور عدالت غیر ضروری طوالت دوران
مقدمہ سے محفوظ رہے اور ان مواتعات کی وجہ سے
مقدمات کے انفصال میں جو ازبس دیر ہو جاتی ہے
رفع ہو جائے اور میں یہ خیال کرتا ہوں کہ خود کوتوال صاحب
بلدہ (اکبر جنگ) جو نہایت لائق اور اعلیٰ درجہ کے منتظم ہیں
اگر اس امر کی پوری پوری اطلاع ان کو ہو جاوے بشرطیکہ
درمیانی خیر واقعہ فیمابین نہ ہوں اور کوتوال صاحب

ان کو جائے نہ دیں تو غالباً خود کوتوال صاحب بلدہ اپنی
ماتحت پولیس کی کارگزاری کو بالکل ناپسند فرمائیں گے"۔

آپ نے مشکلات لاحقہ کی صراحت پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ ان کی اصلاح و انسداد کی تجویزیں بھی پیش کی ہیں۔ اصلاح کا خیال اسی دماغ میں پیدا ہوتا ہے جس میں انتظامی قابلیت کا مادہ ہو رپورٹ کے پڑھنے سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ کی انتظامی قابلیت بھی معمولی اور سطحی نہیں تھی البتہ بوجہ احسن اس کا اظہار ہونے کے لئے مستقل مقتدر عہدہ کی ضرورت تھی۔

سنہ ۱۳۱۲ھ میں علی یاور الدولہ بہادر کے ناگہانی انتقال سے رکنیت خالی ہونے پر حسب الحکم سر وقار الامرا بہادر مدار المہام وقت ان کے بجائے آپ مجلس وضع قوانین کے رکن مقرر ہوئے۔ ذیل میں جریدہ کی نقل درج کی جاتی ہے۔

نقل جریدہ اعلامیہ سرکار عالی مطبوعہ ۴ اسفندار سنہ ۱۳۰۴ف م ۱۰ رجب المرجب سنہ ۱۳۱۲ھ جلد ۲۶ نمبر ۱۰ صفحہ ۸۵

"نواب مدار المہام سرکار عالی نہایت افسوس ظاہر
فرماتے ہیں کہ ۱۰ امرداد سنہ ۱۳۰۴ف کو نواب علی یاور الدولہ
بہادر کے ناگہانی اور بے وقت انتقال سے مجلس وضع قوانین

سرکار عالی ایک لائق اور مستعد رکن کی خدمات سے محروم ہوگئی۔

رکنیت مجلس وضع قوانین سرکار عالی پر نواب علی یاور الدولہ کا انتخاب ۲۴؍ اردی بہشت سنہ ۱۳۰۳ ف کو منجانب جاگیرداران ہوکر منظور اور جریدۂ اعلامیہ سرکار عالی مورخہ ۱۱؍ خورداد سنہ ۱۳۰۳ ف میں مشتہر و شایع کیا گیا تھا۔

نواب صاحب مرحوم کے انتقال سے غیر ملازم ارکان جاگیرداروں میں جو رکنیت خالی ہوئی ہے اس پر نواب سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر کو نواب مدارالمہام سرکار عالی حسب اقتدارات مفوضہ دفعہ (۱۶) دستور العمل مجلس وضع قوانین سرکار عالی بقیہ مدت رکنیت مذکور کے واسطے بپابندی جملہ شرائط و قیود مندرجہ دستور العمل مذکور مجلس وضع قوانین کے رکن غیر ملازم آج کی تاریخ سے مقرر فرماتے ہیں۔ فقط تحریر ۲۷؍ بہمن سنہ ۱۳۰۴ ف حسب الحکم

شرح دستخط

ہرمزجی نوشیروانجی

معتمد

۱۳۱۵ھ میں میر محلگان اعزازی کے تقرر کا مسئلہ درپیش ہوا۔ جو طریقہ عمل انتخاب کے لئے اختیار کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اہم تصور کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ہر طبقہ و گروہ سے سربرآوردہ اشخاص کی ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ آپ بھی ایک رکن مقرر ہوئے۔ کمیٹی نے میر محلگاں کا انتخاب کرکے رپورٹ پیش کی۔ پیشگاہ اقدس و اعلیٰ سے تجاویز رپورٹ کو شرف منظوری بخشا گیا اور حسب الحکم خداوندی خوشنودی کی اطلاع جو آپ کو بحیثیت رکن کمیٹی وصول ہوئی وہ حسب ذیل ہے۔

اعلیٰحضرت بندگانعالی متعالی مد ظلہ العالی

مثنیٰ

نقل روبکار محکمہ سرکار عالی علاقہ عدالت و کوتوالی و امور عامہ (صیغہ کلیات) واقع ۲۳ خورداد ۱۳۰۷ف

نشان (۵۸۷) مہر م ۵ ذیحجہ ۱۳۱۵ھ

حسب الحکم نواب مدار المہام بہادر سرکار عالی

از طرف مولوی محمد عزیز مرزا بی۔اے منصرم معتمد سرکار عالی

بخدمت معتمد صاحب دفتر کیبنٹ کونسل سرکار عالی

مقدمہ۔ رپورٹ کمیٹی انتظام تقرر میر محلگان اعزازی

بسلسلۂ مراسلہ محکمہ ہذا نشان (۳۲۸) واقع ۲۶ ر
اسفندار ۱۳۰۶ف بمقدمۂ صدر نگارش ہے کہ رپورٹ
مذکورہ با کا غذات متعلقہ بملاحظۂ مبارک خداوند نعمت
گزر کر بحصول شرف منظوری از راہ فرط مراحم خسروانہ پیشگاہ
خداوندی سے یہ ارشاد ہوا کہ کمیٹی جس میں ہر طبقہ اور
گروہ کے سربرآوردہ اشخاص شریک تھے ان کی رائے
سے خوشی کے ساتھ اتفاق فرمایا گیا حسبہ انتظام کیا جائے۔
اور حضرت اقدس و اعلیٰ کی خوشنودی کی اطلاع ارکان کیبنٹ
کونسل کو اور نیز ارکان کمیٹی مذکور کو دی جائے۔
لہذا آپ اس ارشاد کی اطلاع معزز اراکین صاحبان
کیبنٹ کونسل کی خدمت میں معروض کردیں اور
یہ بھی گزارش کردی جائے کہ اس کارروائی کے
متعلق مناسب انتظام کرنے کے لئے بوجہ تعلق
معتمد صاحب تعمیرات عامہ (صیغہ صفائی) کو لکھ دیا
گیا ہے۔

ف ۲۔ اس کا ایک ایک مثنیٰ ارکان صاحبان
کمیٹی انتظام تعزیر گداگاں کے پاس مرسل ہے فقط

صاحبزادہ اکبر علی خاں صاحب

شرح دستخط

عزیز مرزا

منصرم معتمد

وحید منور خاں متہور الملک بہادر ناظم تقسیم محلات مبارک کے زمانۂ نظامت میں حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمۃ کا حکم شرف نفاذ پایا تھا کہ لایق صاحبزادوں کے نام پیش ہوں اور تعمیلاً اس خصوص میں نظامت تقسیم محلات مبارک سے جو عرضداشت پیشگاہ خداوندی میں گزرانی گئی اس میں آپ کی خوش اعتقادی طرز معاشرت و طریق معاملت اور قابلیت علمی و مہارت فنونی کی شرح کے ساتھ آپ کا نام بھی بارگاہ حضرت غفراں مکان علیہ الرحمۃ میں پیش کیا گیا تھا۔

چنانچہ عبدالرحیم بیگ مرحوم سابق ناظم تقسیم محلات مبارک کا خط مورخہ ۴ ؍جمادی الاول ۱۳۱۰ھ ؁ جو آپ کا موسومہ ہے حوالۃً درج کیا جاتا ہے۔

" عالیجناباً

آداب و تسلیم عرض کرتا ہوں۔

جس وقت نواب وحید منور خاں متہور الملک کے نام نہانہ

نظامت محکمۂ تقسیم محلات مبارک حکم اقدس اعلحضرت مدظلہ العالی (حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمۃ) لائق صاحبزادوں کی فہرست پیش کرتے شرف صدور پایا تھا میں نے ہی فہرست مرتب کیا تھا۔ اس میں جو بحکم ناظم صاحب موصوف الیہ لکھا تھا آپ کے نام شرح مرقوم کیا ہوں جو آپ کی خوش اعتقادی کے سوا آپ کا طرز معاشرت اور طریق معاملت عمدہ ہی لیاقت اور اور فنون کی ماہریت آپ اچھی رکھتے ہیں۔ فقط"

مرقوم ۴ رجادی الاول ۱۳۱۶ھ مقام پہاڑی شریف۔

شرحدستخط

خاکسار

عبدالرحیم بیگ

مددگار محکمۂ تقسیم محلات مبارک

آپ کی قابلیت و کارگزاری شہرت و نیک نامی کا لحاظ کرتے ہوئے یہ امر ظاہر ہو گیا تھا کہ آپ کے حسب منشاء و ضرورت محکمۂ عدالت میں کوئی بیش مواجب موزوں خدمت کے مامور طلب ہونے کی نہ تو کوئی توقع تھی اور نہ مستقبل قریبہ میں کوئی امکان بلکہ آپ کی قانونی اور انتظامی قابلیت کے مدنظر محکمۂ مال زیادہ تر موزوں معلوم ہوتا تھا۔

کیونکہ وہاں آپ کی کارگزاری کے لئے وسیع تر میدان کا امکان تھا۔ بنا برآں آپ نے ایک معروضہ متضمن استدعائے خدمت صوبہ داری بارگاہ خسروی میں گزرانا جس پر پیشی خداوندی سے رائے وکیفیت طلب فرمائی گئی۔ اُس زمانے میں معتمدی مالگزاری کا انتظام ایک مجلس کے سپرد تھا جس کے تین رکن تھے۔ مسٹر ڈنلاپ۔ مقتدر جنگ بہادر اور رائے مرلیدھر بہادر۔ آپ کے معروضے پر اراکین مجلس نے جو رائے پیشگاہ خداوندی میں عرض کی ہے وہ یہ ہے۔

ترجمہ رائے مسٹر اے جی ڈنلاپ رکن اوّل

"ان صداقت ناموں کا لحاظ کرتے ہوئے جو صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب کے پاس ہیں (ملاحظہ ہو گزارش مولوی مہدی علیخاں صاحب مورخہ ۲۷/ رمضان ۱۲۹۹ھ) یہ بہت تعجب کی بات ہے کہ ان کو سال ہائے دراز سے اب تک کوئی خدمت نہیں دی گئی ہے۔ اب وہ صوبہ داری کی خدمت کے خواستگار ہیں مگر ان کو اس جائداد کے لئے کافی تجربہ حاصل نہیں ہے بہرحال ان کا تقرر اول تعلقداری پر کیا جا سکتا ہے۔ فی الحال ایک منصرم اول تعلقداری درجہ دوم کی مواجبی الــــــہ

ایک ہزار روپیہ خالی ہے جس پر ان کا تقرر کیا جائے
اور ضلع گلبرگہ میں متعین ہوں اور میری رائے یہ ہے کہ ان
کو یہ امید دلائی جائے کہ اگر وہ اس خدمت کا کام اچھی طرح
سے انجام دینگے تو بارہ مہینے کے بعد ان کو صوبہ داری کی
جائداد دی جائے گی جو ان کے لئے محفوظ رکھی جائیگی۔
اب حال میں دو صوبہ داریاں خالی ہیں اگر یہ رائے منظور
ہوتی ہے تو مجلس کی تجویز جو شجاعت علی اور دیگر عہدہ داراں
کی ترقی اور مولوی امیر حسن صاحب کا تبادلہ ضلع گلبرگہ
کی نسبت ہوئی وہ تجویز ملتوی رکھنی ہوگی۔ فقط"

شرح دستخط

اے۔ جی۔ ڈنلاپ

۱۸ ؍ شہریور ۱۳۰۶ف

رائے مقتدر جنگ بہادر رکن دوم

"صوبہ دار صاحب صوبہ گلبرگہ شریف معتمدی عدالت
و کوتوالی پر مستقلانہ مامور ہونے سے صوبہ داری کی جائداد
کا انتظام بقاعدۂ سیارتی حسب الحکم سرکار منصرمانہ ہوا ہے۔
نواب سید محمد اکرم اللہ خاں نبیرہ نواب سیف الملک مرحوم کی

درخواست ہے کہ خدمت صوبہ داری مذکور دی جائے

اس کے بارہ میں رائے یہ ہے کہ۔

درخواست کے منسلکہ صداقت ناموں کے دیکھنے سے ثابت ہے کہ نواب محسن الملک بہادر اور اعظم یار جنگ مرحوم نے صاحب موصوف کی لیاقتِ علمی و عملی کو محک امتحان پر آزمانے کے بعد جب کامل العیار پایا اپنے کامل اطمینان کے ساتھ اس بات کو تسلیم کر چکے کہ قانونی مہارت کی وجہ سے اول تعلقداری کے عہدہ کی سر انجام دہی اچھی طرح کر سکیں گے۔

علیٰ ہذا ایک مدت تک عدالت فوجداری بلدہ کی خدمت بحیثیت مددگاری ناظم عدالت و نیز منصرمی نظامت مذکور پوری قابلیت کے ساتھ ادا کرنیکی نسبت فتح نواز جنگ بہادر سابق معتمد عدالت کو اعتراف ہے۔ دونوں سررشتوں کے افسروں کی تحریرات اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ قانون مالی و عدالتی مجریہ سرکار عالی و سرکار عظمت مدار سے صاحب موصوف بخوبی واقف ہیں پس اس سے ظاہر ہے کہ عہدہ اول تعلقداری کے لئے جس تجربہ و معلومات کی

ضرورت ہے وہ موجود ہے اور ایسے ہی صفات کے
عہدہ دار صوبہ داری کے لئے منتخب کئے جاتے ہیں۔
علاوہ ان صفات کے یہ صاحب اس ریاست ابد پائدار
کے معزز اور نامور خاندان سے ہیں جن کو سب لوگ عزت
اور وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور سرکاری ایک
بڑے عہدہ کے داب و رعب قائم رکھنے کے لئے
ایسے ہی معزز امیروں کی ضرورت ہے۔

یہ امر بھی جمہور کا مسلمہ ہے کہ ہر ملک کی مخلوق کو
اپنی ہی سلطنت کے امرا کے ساتھ اور ان کو رعایا سے
قدرتاً دلی محبت و باہمی ہمدردی کا ایک نازک تعلق ہوا
کرتا ہے اس لئے رعایا کی ہمیشہ دلی خواہش اور مسرت
فطرتی طور پر یہی رہا کرتی ہے کہ اپنے ہی ملک کا ہمدرد قوم
اپنا افسر رہے تاکہ اپنی ضرورتوں کو ظاہر کرتے میں تکلف
کا حجاب و مغایرت باقی نہ رہے۔ نواب سید محمد اکرم اللہ خاں
کو نظامت فوجداری بلدہ میں کام کرنے کے بعد عدالت سے
جو سارٹیفکیٹ ملا ہے اس سے صرف قابلیت اور قوت
انتظامی کا مادہ ہی پایا نہیں جاتا بلکہ فتح نواز جنگ بہادر نے

صاف لفظوں میں صاحب موصوف کی طرز کارروائی کے
بارہ میں عام پسندی کا اظہار کیا ہے۔ اس کے سوائے جریدہ
اعلامیہ کے ذریعہ بھی آپ کی عدالتی وقفیت مشتہر کی گئی ہے۔
جب ہر طرح سے لائق اور معزز امیر مانے گئے ہیں تو سردست
ایک سال کے لئے کسی ایک صوبہ داری ورنگل یا گلبرگہ شریف
پر اس شرط سے منصرم مقرر کئے جائیں کہ اس عرصہ میں
وہاں کا انتظام عمدہ کریں تو مستقلی کا حکم جاری ہوگا۔ آئندہ جیسا
ارشاد ہو شایان تعمیل ہے فقط ۲۲/ صفر المظفر ۱۳۱۵ھ"

شرح دستخط

مقتدر جنگ

رائے۔ رائے مرلید ہر بہادر رکن سوم

"رکن صاحب اول کی رائے اصول انتظامی پر مبنی و
درست ہے مگر مختص مقامی حالات و خیالات کی رعایت لازمی
ہے اور جبکہ نواب سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب منصرمانہ طویل
مدت تک نظامت فوجداری بلدہ کا کام عمدگی سے کر چکے
ہیں اور ضلع اطراف بلدہ میں تحصیل سے دفتر ضلع کے کام تک کا
تجربہ حاصل فرما چکے ہیں تو اگر امتحاناً ایک سال صوبہ داری کی

خدمت پر سرفراز ہوں تو نامناسب نہیں ہے۔ دو صوبہ داریاں
خالی ہیں۔ صوبہ داری گلبرگہ پر مولوی عبدالباقی صاحب اول
تعلقدار منصرم ہیں جو سابق ڈیڑھ سال منصرم صوبہ دار رہ چکے
ہیں۔ پس نواب سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب صوبہ داری
ورنگل پر منصرم ہوں تو احسن ہے۔ فقط ۱۸ شہریور ۱۳۰۶ ف
شرح دستخط

مہر لیڈیز

چنانچہ یہ عرضداشت ملاحظہ خسروی میں گزرانی گئی جیسا کہ
پرائیوٹ سکرٹری مدارالمہام بہادر کے مراسلہ ذیل سے ظاہر ہے۔

نقل مراسلہ دفتر پرائیوٹ سکرٹری نواب مدارالمہام (سرو قارالامرا بہادر) سرکار عالی واقع ۴ اگست ۱۸۹۷ء

نشان (۵۰۱۲) م ۲۸ شہریور ۱۳۰۶ ف

منجانب مسٹر فریدوں جی جمشید جی پرویٹ سکرٹری
بخدمت صاحبزادہ نواب سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر
حسب الحکم نواب مدارالمہام سرکار عالی
"آپ کا رقعہ میں نے سرکار میں پیش کیا سرکار ارشاد
فرماتے ہیں کہ آپ کے متعلق جو تجویز مجلس مالگزاری سے

پیش ہوئی تھی اس کو سرکار نے اسی رائے کے ساتھ اعلیحضرت بندگان عالی کی پیشگاہ اقدس میں بغرض منظوری گزران دیا ہے۔ فقط"

شرح دستخط

فریدوں جی

پرویٹ سکرٹری

مراسلہ صدر سے واضح ہے کہ عرضداشت پیشی مدار المہام بہادر سے موافق رائے کے ساتھ ملاحظہ خسروی میں گزرانی گئی۔ مگر اس خصوص میں کوئی فرمان پیشی خداوندی سے شرف صدور نہیں لایا۔ یہی ایک عرضداشت نہ تھی جو ملاحظہ سے گزر کر بحال خود رہی بلکہ قبل ازیں مادری معاش کی اجرائی کے لئے جو آپ نے کارروائی کی تھی اس کا بھی بالآخر یہی نتیجہ نکلا۔

مادری معاش کے متعلق یہاں تک لکھا جا چکا ہے کہ اواخر ۱۲۹۹ھ میں مالگزاری کی کارآموزی کو کامیابی کے ساتھ ختم کرنے کے بعد معاش کے متعلق حسب وعدہ اجرائی کا حکم صادر فرمانے کے لئے سالار جنگ بہادر اول کی خدمت میں آپ نے جو رقعہ تحریر کیا تھا اس پر تہنیت یاور الدولہ کے رقعہ مورخہ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ کے

ذریعہ سالار جنگ بہادر کے بالمشافہہ حکم کی اطلاع ملی تھی کہ عنقریب اجرائی معاش کے لئے ناظم محلات مبارک کو حکم دیا جانے والا ہے۔ مگر اس رقعہ کے وصول ہونے کے تیسرے دن سالار جنگ بہادر کا انتقال ہو جانے سے اجرائی معاش کی کارروائی وہیں ختم ہو گئی۔ سات برس کے بعد بتاریخ ۲۱ ذیحجہ ۱۳۰۷ھ میں کارروائی کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے مادری معاش کی اجرائی کی استدعا کے ساتھ پیشگاہ حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ میں آپ نے معروضہ پیش کیا۔ پیشگاہ خداوندی سے کیفیت طلب ہونے پر جو جوابی عرضداشت سفارش کے ساتھ ملاحظہ میں پیش ہوئی وہ بھی بحال خود رہی۔

قبل ازیں تحریر ہو چکا ہے کہ آبائی معاش جب کہ آپ کی خاندانی وجاہت قائم رکھنے کے لئے ہی کافی نہ تھی تو آپ کی اس ذاتی وجاہت کی کہاں کفیل ہو سکتی تھی جس کا قیام اور بقا عطا شدنی اعزاز اور اس کی شہرت سے آپ کے لئے ضروری ہو گیا تھا۔ توفیر آمدنی کی شدید ضرورت نے کبھی تو آپ کو مادری معاش کی اجرائی کی سعی کی طرف متوجہ کیا اور کبھی حصول خدمت کی طرف۔ مگر جب یہ کارروائیاں ملاحظۂ حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ میں پیش ہو کر بحال خود رہیں تو نہ صرف آپ کے دور زندگی میں اسباب چگونگی کا اضافہ ہوا بلکہ مالی کشمکش سے

آپ کی خانگی زندگی کا نظام بھی متاثر اور متزلزل ہونے لگا۔

جب اِس امر پر غور کیا جاتا ہے کہ ایک طرف تو مادری معاش کی اجرائی کے لئے نہ صرف آپ کو استحقاق حاصل تھا بلکہ مختار الملک بہادر جیسے وزیر اعظم کا تصفیہ بھی موجود تھا اور حصول خدمت کے لئے نہ صرف آپ میں قابلیت تھی بلکہ آپ کو محکمۂ مالگزاری کی کارآموزی کی سند بھی حاصل تھی۔ اور دوسری طرف حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمۃ کی فیاضی رحم دلی رعایا نوازی کے علاوہ آپ پر نظر عنایت بھی مسلمہ تھی تو پھر یہ سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کیا اسباب تھے کہ باوجود ان سب امور کے آپ اپنی دونوں کوششوں میں ناکام رہے۔ وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی کمسنی سے جو اعزاز بخشی کا منشا قائم ہو چکا تھا۔ اور کم و بیش اسی زمانے سے اس کی شہرت بھی چلی آرہی تھی اِس کے مدنظر اور آپ کی قلیل معاش کا لحاظ کرتے ہوئے حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ نے اعزاز بخشی کے ساتھ موزوں سرفرازی کا خیال بھی فرمالیا تھا (جس کا آئندہ علم ہوا)۔ بنا برآں آپ کے متعلق جو کارروائی عام ازینکہ اجرائی معاش کے متعلق ہوتی یا عطائے خدمت کے لئے ملاحظہ میں گزرنے پر حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ سکوت فرماتے تھے اور آپ منشاء خسروی سے لاعلم تھے۔

عطائے خدمت کی عرضداشت کو ملاحظہ میں گزر کر عرصہ ہوا اور کوئی فرمان شرف صدور نہیں لایا تو اس کارروائی کے بھی بحال خود رہنے کے اندیشے سے آپ کو تشویش ہونے لگی تھی کہ بذریعہ آصف نواز الملک بہادر معتمد صرف خاص مبارک و محبوب یار جنگ بہادر۔ اے۔ ڈی۔ سی اور مستحکم جنگ بہادر حسب ارشاد خداوندی حضرت افضل الدولہ مغفرت مکان علیہ الرحمہ کی دامادی کے اعزاز سے آپ متوقع کئے گئے۔ اور یہ بھی اطلاع دی گئی کہ تکمیل اعزاز کے ساتھ معین المہامی کی خدمت سے سرفرازی اور مادری معاش کی اجرائی کیجائے گی۔ چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کو نذر کے لئے جو شرف باریابی حاصل ہوا تو کرسی پر بیٹھنے کی اجازت سے آپ کی عزت افزائی فرمائی گئی۔

حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ نے آپ کو جب اس اعزاز سے وابستہ اور عہدۂ جلیلہ کے وعدے سے حوصلہ افزائی فرما کے مورد عنایات خسروی فرمایا تو آپ کی قدر و منزلت اور شہرت خیز نیک نامی کے چرچے ہونے لگے اور آپ بامید سرفرازی عنایات خسروی کے منتظر رہے۔

چونکہ آپ کا مذاق طبع آپ کو بیکار نہیں رہنے دیتا تھا لہذا کوئی نہ کوئی علمی مشغلہ ضرور رہتا تھا۔ کبھی اپنے خاندانی حالات کی تحریر میں مشغول کبھی خوشنویسی نقاشی و نقشہ نویسی کی طرف متوجہ کبھی مضمون نگاری تقاریر و لکچر



سید محمد اکرم اللہ خاں عمر تقریباً ۳۵ سال

وغیرہ میں منہمک رہتے تھے۔ آپ کی تقریروں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں ایک ایسا زمانہ بھی گزرا ہے جس میں آپ بالکلیہ مضمون نویسی اور تقریروں کی تیاری میں مصروف تھے یہ ۱۳۱۵ھ گویا آپ کی تقریروں کا سال تھا۔ تین تقریروں کا انتخاب کر کے ان کی نقل درج کی جاتی ہے۔ تقریروں کے موضوع سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا بالطبع میلان سیاسی اور قانونی۔ قومی اور حکومتی امور کی طرف تھا آپ کے مضمون اکثر اسی قسم کے موضوع پر لکھے ہوئے ہیں! ایسے مضامین خشک ہوتے ہیں مگر آپ کا فلسفہ پسند نذاق ایسے ہی علمی مضمونوں میں لطف و مسرت حاصل کرتا تھا۔

پہلی دو تقریریں مختلف مگر متقارب مسائل پر مبنی ہیں۔ تیسری تقریر نہایت ہی جامع ہے۔ تقریروں کے پڑھنے سے ان میں ایک ارتقائی تسلسل محسوس ہوگا اور یہ امر واضح ہو جائے گا کہ تیسری تقریر پہلی دو تقریروں کے مذاق کا ارتقائی نتیجہ ہے تیسری تقریر اپنے موضوع کی نوعیت کا لحاظ کرتے ہوئے اہم ہے بلحاظ موضوع اس تقریر پر تبصرہ لکھنا گویا اس زمانے کی اعلیٰ سوسائٹی کے مذاق پر قلم اٹھانا ہے۔ ہر اعلیٰ سوسائٹی کے سیاسی مذاق کو اپنی سلطنت کے انتظامی اور سیاسی حالات سے جو تعلق رہتا ہے وہ محتاج صراحت نہیں پس ظاہر ہے کہ

آپ کی اس تقریر پر تحقیقی اور جامع تنقید کے لئے اس امر کی ضرورت لاحق ہوتی ہے کہ سالار جنگی عہد اور اس کے مابعد زمانے کے انتظامی اور سیاسی ماحول پر تفصیل سے نہیں تو کم سے کم اجمالی ترتیب کے ساتھ پہلے ایک مقالہ حوالہ قلم کیا جائے۔ مگر سوانح عمری کا اصول اس امر کا مقتضی ہے کہ اس میں انہیں حالات کا ذکر کیا جانا چاہیئے جن کا صاحب سوانح سے تعلق ہو دیگر امور پر کسی قسم کی بحث غیر موزوں متصور ہوگی علی الخصوص ایسی حالت میں جبکہ یہ امور اہم مسائل پر مشتمل ہوں اور آپ کو ان سے کوئی راست تعلق بھی نہ ہو اور صرف تقریر کے موضوع سے ان کی یہاں ضمنی ضرورت پیدا ہوئی ہو۔ لہذا ہم اس پہلو سے اور مضمون کے تاریخی واقعات کی تنقیح سے صرفِ نظر کرکے صرف اُس کی ادبیاتی تنقید پر اکتفا کرینگے۔

آپ نے منجانب کمیٹی قانونی راجہ مرلی منوہر آصف نواز ونت بہادر جو تقریر فرمائی تھی وہ ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے۔ اس میں آپ نے قانون کی ضرورت اور اس کے فوائد۔ قانونی تعلیم اور اس کی اشاعت کے متعلق بحث کی ہے۔

تقریر سید محمد اکرم اللہ خاں

مرلی منوہر بہادرُ

میں اس وقت منجانب کمیٹی مرلی منوہر آصف نواز ونت بہادر کے اُدائے

شکریہ کیلئے کھڑا کیا گیا ہوں پیش ازینکہ میں راجہ صاحب کا شکریہ ادا کروں راجہ صاحب کی مختصر مگر شگفتہ پر مغز تقریر کی تائید کرتا ہوں جو انہوں نے معززین ریاست کی اولاد کی قانونی تعلیم اور اس کے فوائد و نتائج کی نسبت کی ہے۔ گو اس وقت تنگ وقت ہے علاوہ بریں طلسمی صاحب وکیل نے قانون کے ماخذ اور اس کے فوائد کچھ تفصیلاً بیان کئے ہیں مگر میں اس وقت صرف اس بیان سے مرلی منوہر بہادر کی تقریر کی تائید کرتا ہوں کہ قانونی واقفیت و علمیت حاکم و محکوم کی عام ضرورت میں داخل ہے اور اس کے کس قدر فواید ہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ ہر دولت و حکومت کا اصول مقصود علیہ طاقت و اقبال مندی ہے تو ہر قوم و ملت کا دلی منشا راحت و مسرت ہوگا اور طرفین کی کامیابی کا ذریعہ حکومت ہے اور حکومت بمد جماعت حکام یا حاکم واحد کے مجموعی اختیارات کو کہتے ہیں اور جماعت حکام یا حاکم واحد اپنے مجموعی اختیارات سے بغرض تکمیل و تحصیل مقاصد جائینین جو جو تعمیلی احکامات ارکان ماتحت پر نافذ کرے بشرطیکہ ان احکامات کی تعمیل بالتعمیم ہو اور قوم و حکومت کے مباحثے کے طے و پاس شدہ ہوں تو وہ اصطلاح مروجہ میں قانون سے

تعبیر کیئے جاتے ہیں اور ہر قانون اوامر و نواہی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اور قوم کو قانون کی واقفیت بدیں وجہ عام ضرورت مانی گئی ہے کہ قومی مقاصد یعنے راحت و مسرت کی تحصیل ترقی پر موقوف ہے اور ترقی ایسا جامع و لسبیط لفظ ہے کہ جس میں وہ تمامی ابواب داخل ہیں جو قوم اور ملت کی بہبودی کے متعلق ہیں اور اس کے مفہوم میں تمامی کمالات عام از ینکہ علمی ہوں یا عملی حرفتی ہوں یا صنعتی داخل ہیں۔ اور جب کہ قوم نے علم و عمل۔ حرفت و صنعت میں اس قدر ترقی اور اس کے ذرایع کی توسیع دی کہ جہاں تک فطرت انسانی اس کی مقتضی ہو تو کہا جائے گا کہ قوم نے ترقی کی۔

ترقی کے دو ذرایع ہیں تعلیم و تربیت۔ آسودگی و امنیت۔ تعلیم و تربیت علمی اس وقت خارج از بحث ہے۔ آسودگی و امنیت تحفظ حقوق پر موقوف ہے اور ان حقوق کی عام از ینکہ متعلق بجان و مال ہوں یا عزت و آبرو دو قسمیں ہونگی متعلق بالحکومت متعلق بالتمدن۔ متعلق بالحکومت وہ حقوق ہیں جو قوم اور حکومت کی نسبت پیدا ہوتے ہیں۔ متعلق بالتمدن وہ حقوق ہیں جو قوم محکوم میں بوجہ مدنیت باہمی

پیدا ہوتے ہیں اوران دونوں کی محافظت آزادی کے
وجود و قوانین کی ذات پر موقوف ہے۔ الحاصل اس سے
روشن ہوگا کہ قومی مقاصد کی تکمیل ترقی پر اور ترقی کی
موقوف علیہ آسودگی و امنیت ہے جس کا رکن اعظم قانون
ماناگیا ہے۔ پس بوجوہات بالا ہر قوم پر وقفیت قانونی
لازم ہے۔ چنانچہ رکن الملک بہادر نے پیش ازیں ایک
مدرسہ قانونی قائم کیا تھا کچھ تو اس وجہ سے کہ رسالہ مقنن دکن
کے باعث سے جو یہاں کی رعایا میں مذاق قانونی پیدا ہوا
اور جس کی وجہ ہر ہر گلی کوچہ میں قانونی کمیٹیاں قائم ہوگئیں
وہ مدرسہ ترقی پا نہیں سکا۔ اس کی موقوفی کا قوی باعث
مہدی حسن فتح نواز جنگ ہوم سکریٹری کا رزولیوشن ہے
جس میں جوڈیشل امتحان کی ترغیب و تحریص کے باوصف
جو رعایت کہ متعلمان قانون کے ساتھ مرعی چلی آرہی تھی
اس کو سلب کیا گیا۔ اس سلب مراعت سے نہ صرف تحصیل
قانون کے شوق میں کمی پیدا ہوئی بلکہ طلبا کی تعداد کم ہوجانے
سے مدرسہ بھی قائم نہ رہ سکا اور اب پھر اس کے کھولے جانے
کی طرف جو توجہ کی جارہی ہے اور طلسمی صاحب لکچرار

مقرر کئے جاتے ہیں تو بشرطیکہ حکومت کی جانب سے
کوئی ایسا اقدام عمل میں نہ آئے جو منافی بقائے مدرسہ ہو
تو یقین ہے کہ کچھ نہ کچھ صورت ہو جائے گی۔ چنانچہ نظیر
کے لئے سر سالار جنگ مرحوم موجد قانونی کی حکمت عملی اور
طریقہ ترغیب و تحریص پیش کرتا ہوں اور اس قدر کہنے پر
اکتفا کرتا ہوں کہ انہوں نے باوجود اس کے کہ یہ جانتے تھے
کہ حکومت کسی کی معیشت کی ذمہ دار نہیں۔ ترغیب و تحریص
کی غرض سے طلباء قانونی کے لئے الونس مقرر کئے اور
حسنِ لیاقت پر عطائے خدمت کا وعدہ بھی فرمایا جیسا کہ
دفعہ (۷) دستور العمل اصلاح مصارف و نیز دیگر احکامات
سے واضح اور ثابت ہے جس کے ایک گواہ مرلی منوہر
بہادر بھی ہیں۔ پس تاوقتیکہ قوم کی تعلیم و تربیت اور اس
کے ولولہ اور شوق کی جانب حکومت کی توجہ نہ ہو ممکن نہیں
کہ قوم میں لیاقت پیدا ہو۔"

سنہ ۱۳۱۵ ہجری میں بعہد حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمۃ بوجہ
قحط و خشک سالی جبکہ باغراض سرکاری حکومت آصفیہ کو ایک کروڑ
روپیہ کے قرض کی ضرورت لاحق ہوئی اور بذریعۂ بنک استحصال

مبلغ مذکور در پیش ہوا تو اس کے متعلق اخبار مشیر دکن نے اپنی اشاعت مورخہ ۲۰ صفر ۱۳۱۵ھ میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اور اسی ضمن میں آپ نے بھی جو تقریر فرمائی دونوں درج ذیل ہیں۔

اخبار مشیر دکن روزانہ مورخہ ۲۰ صفر ۱۳۱۵ھ م ۲۱ جولائی ۱۸۹۷ء روز چہار شنبہ

"ہم حیدرآباد کی پبلک کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اُس نے ہماری پیش کردہ باتوں کو میزانِ عقل پر تول کر کروڑ روپیہ کے قرضہ کے متعلق بالاتفاق بنک کی معرفت قرضہ لینے سے اختلاف ظاہر کیا اور بہت جلد اس بات پر وہ آمادہ ہو گئی کہ ملک ہی سے اِس قدر روپیہ مہیا کر کے گورنمنٹ کو بنک کے قرضہ سے مستغنی کر دیا جائے۔ پبلک کی اس آمادگی کا اظہاران جاں نثارانہ اور عقیدتمندانہ تحریرات سے ہوتا ہے جو حضور نظام کے جاں نثار اور خیر خواہ لوگوں کی جانب سے وقتاً فوقتاً اِس ناچیز اور خیر خواہ دولت آصفیہ اخبار میں چھپا کی ہیں۔

اور نیز پبلک کی جاں نثاری اور وفاداری و نمک حلالی کا ثبوت ان مختلف کمیٹیوں سے بھی ملتا ہے کہ جو اسی کروڑ روپیہ کے قرضہ کے متعلق ہمارے ملک کے جمعدار پیشہ لوگوں۔ جاگیرداروں۔ اور منصبداروں وغیرہ نے جدا جدا منعقد کی ہیں اور جن کا ذکر خیر اِس اخبار کے کالموں میں ہوتا رہا ہے۔

کل کے نمبر میں معزز ناظرین مہاراجہ پیشکار بہادر وزیر افواج کی وہ پُرمغز اسپیچ ملاحظہ فرماہی چکے ہیں جو جناب ممدوح نے نظم جمعیت کے سرفروش اور جاں نثار جمعداروں کے مجمع کے سامنے ارشاد فرمائے تھے۔ آج کے نمبر میں ہم ناظرین کی دلچسپی اور عوام الناس کی آگاہی کے لئے صاحبزادہ اکرم اللہ خاں صاحب کی وہ فصاحت آگیں تقریر درج کرتے ہیں کہ جس کو صاحبزادہ صاحب موصوف نے خیراندیش اور وفادار جاگیرداروں اور منصبداروں کے گروہ کے سامنے ارشاد فرمایا تھا اور جس کو سن کر تمام جاگیردار اور منصبدار لوگ اپنا جان و مال اور اپنا دھن دولت اعلیٰحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ پر تصدق کرنے کے لئے بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

اسپیچ صاحبزادہ اکرم اللہ خاں صاحب

بمواجہ جاگیرداراں و منصبداراں حضور نظام

کروڑ روپیہ کے متعلق خیرخواہانہ کارروائی و سرکاری خدمت گزاری کے لئے ایک جلسہ ۱۴؍ صفر سنہ جاریہ روز پنجشنبہ وقت ۴ بجے شام کے بمقام بلدہ مکان نواب رکن الملک خاندوراں منعقد ہوا۔ عمائدین دولت و امرائے سلطنت۔ جاگیردار منصبدار۔ جمعدار وغیرہ وغیرہ اس قدر

کثرت سے تشریف لائے تھے کہ مجلس کا مکان اجلاس کے لئے مکتفی نہ ہوا بالآخر صحن میں کرسیاں ڈالی گئیں۔ نواب رکن الملک خاندوراں بہادر اور تمامی معزز ممبران مجلس نے نواب محمد اکرم اللہ خاں بہادر صاحبزادہ کو سرکاری خیر خواہی کے متعلق شگفتہ مضامین پر لکچر دینے کے لیئے انتخاب کیا اور صاحبزادہ صاحب نے نہایت عمدہ اصول پر زبانی لکچر اس عمدگی سے دیا کہ تمام حضار مجلس کے سینوں میں اپنی حکومت اور اپنے ولی نعمت کی خیر خواہی کا ایک سچا محبت آمیز جوش موجزن ہو گیا اور سب کے سب جان و مال فدا کرنے پر آمادہ و مستعد ہو گئے۔ صاحبزادہ صاحب کی اسپیچ بہ نظر دلچسپی اختصار کے ساتھ درج ذیل کیجاتی ہے۔

صاحبو!

آج جس غرض کے لئے یہ کمیٹی منعقد ہوئی ہے وہ غرض یہ ہے کہ ملک اور والی ملک کی خیر خواہی کیجائے اور اپنی قوم وملت کی سرخروئی حکومت کی پیشگاہ میں اور ہماری حکومت کی عظمت و وقعت دنیا کی حکومتوں کے سامنے ظاہر کیجائے۔

یقیناً میں کہتا ہوں کہ ہماری حکومت میں یہ پہلی کمیٹی اور یہ پہلا مبارک جلسہ ہوگا جو منجانب رعایا حکومت کی خیر خواہی کے لئے اور حکومت پر اپنا خلوص اپنی اطاعت وجاں نثاری باضابطہ

اور مہذب طریق سے ثابت کرنے کی غرض سے قائم ہوا ہے اور اس کے ساتھ میں اس بات پر نازاں ہوں کہ ایسے مبارک جلسہ اور ایسی معزز کمیٹی میں مجھ کو خاص ہمارے مالک ملک اعلیٰحضرت بندگان عالی دام ملکہٗ وحشمتہٗ اور ہماری خداداد حکومت کی خیر خواہی اور ہماری قوم کو سرکاری خیر خواہی پر پُر جوش ارادوں پر آمادہ کرنے کا موقع ملا جس کا مجھ کو فخر ہے اور اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

صاحبو!

ہر ایک حکومت۔ ہر ایک گورنمنٹ میں (عام ازینکہ محدود ہو یا غیر محدود۔ شخصی ہو یا جمہوری) عموماً رعایا کے دو درجے ہیں۔ ایک عام دوسرا خاص۔ عام تو عام ہیں مد خاص میں گروہ نوبل داخل ہے جس کو اس شہر کے عُرف میں امرا۔ جاگیردار منصبدار۔ جمعدار وغیرہ کہتے ہیں۔ چونکہ معزز طبقہ رعایا کا فرض منصبی اطاعت گزاری خیر خواہی ملک و دولت اور حفاظت شاہ و حکومت ہے لہذا اس معزز طبقہ کے ممبروں کا خطاب صاحب السیف والقلم ہے۔

پس ہر ایک حکومت کی بالتعمیم عام رعایا بالتخصیص

معزز طبقۂ رعایا کا منصب مفروضی ہوگا کہ اپنے حقوق و نفوس کی حفاظت کے لئے اپنی حکومت اپنے مالک ملک کی حفاظت کرے (چیرز) اور حفاظت کے اقسام اصولاً تین ہیں۔ خارجی۔ داخلی۔ اتفاقی۔ مسٹر نبھم حکیم آخرالزماں انگلستان نے بھی تسلیم کیا ہے (چیرز) خارجی و داخلی وہ حفاظت ہیں کہ جس سے اندرونی و بیرونی مفاسدین و متمردین کا دفعیہ متصور ہو۔ اور اتفاقی حفاظت وہ کہلائی جائے گی کہ جب حکومت کو کسی مشکلات کا (عام ازینکہ تمدنی ہو یا قدرتی) سامنا ہو تو اس کا انتظام کیا جائے۔ پس ہر ایک حکومت کی رعایا پر یہ واجب ہوگا کہ اقسام ثلاثہ کے متعلق بالاجماع اتفاق اور اپنی مجموعی قوت سے اپنی اپنی حکومت کی حفاظت کرے اور اس کے استحکام اور بچاؤ کے لئے تائید دے۔ چنانچہ عموماً یورپ کی رعایا خصوصاً برٹش حکومت کی رعایا اپنی اپنی حکومت کی حفاظت کے متعلق جس طرح مؤید اور جان و مال سے اپنی حکومت پر جاں نثار ہے۔ حکومت کا بقا اس کا استحکام اس کا غلبہ طاقت بلکہ روز افزوں ترقی اس کا ثبوت قطعی موجود ہے۔

حفاظت خارجی و داخلی خارج از بحث ہے۔ حفاظت خارجی کی ہم کو ضرورت نہیں اس لئے کہ ہمارے نظام حکومت کے احسانات اور تائیدات نے برٹش گورنمنٹ اور ہماری حکومت میں ایسی مستحکم بنیاد کے باہمی تعلقات اور روابط پیدا کر دیئے ہیں کہ جس سے ہماری ہر دلعزیز برٹش گورنمنٹ ہماری حکومت کی ممنون اور محافظ و نگہبان ہے (چیرز) اور رہیگی (چیرز) کہ جس کے باعث ہم تو ہم بلکہ (۲۸) کروڑ رعایاء ہندوستان و خود مختار ریاستیں محفوظ و با امن ہیں (چیرز) اور ہم دو حکومتوں کے پُر امن ظل عاطفت میں دوامًا خوش و خرم رہیں گے۔ (چیرز)

حفاظت داخلی کی ضرورت بایں وجہ ہم کو نہیں کہ خود ہماری عادل حکومت نے ہماری راحت و آرام امن و آسایش کے لئے لکھوکھا روپیہ کے مصارف کی زیر باری سے ایسے عمدہ اصول اور اس روش سے انتظام فرمایا کہ جس سے اندرونی متمردین کا استیصال ہو گیا کہ جن کا نام باقی تو باقی یاد بھی نہ ہو گا۔ ہاں حفاظت اتفاقی کی ضرورت نہ صرف ہم کو بلکہ ہر ایک مہذب و شائستہ قوم اور پر زور و پُر قوت حکومت کو بھی

اکثر لاحق ہوتی ہے جس کے لئے میں اس قدر طول بیانی سے آپ حضرات کی تضئیع اوقات کا باعث ہوا۔

دیکھئے کہ اور اور حکومتوں میں رعایا پر اقسام اقسام کے بار ڈالے گئے باوجود اس کے وہاں کی رعایا اپنی حکومت کی کیسی سچی جاں نثار اور رہروقت جان و مال سے حکومت کو مدد دینے کے لئے موجود ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ یونان اور روم سے جب مقابلہ پڑا اور اس مقابلہ میں یونان کی حکومت کا خزانہ خالی اور حکومت دیوالیہ بن گئی تو وزیر اعظم کی اپیچ پر رعایا نے دو کروڑ روپیہ سے مدد دی۔ اس سے روشن ہوگا کہ یورپ کی رعایا اپنی اپنی حکومت کی کیسی سچی خیرخواہ اور جاں نثار ہے۔ اب میں مختصراً یہ بیان کرتا ہوں کہ ہماری عادل حکومت اپنی محبوب رعایا کے امن و آسایش کے لئے اپنا فرض شاہی کس فیاضی اور کس عنایت سے ضرورت سے زاید ادا کر رہی ہے! اور ہمارے مقدس بادشاہ دام ملکہٗ کے تلطفات اور عنایات خسروی کس طرح آپ صاحبوں کے حال پر مبذول ہیں۔ دیکھئے کہ حکومت نے اپنی محبوب رعایا کے حفظان حقوق و نفوس کے لئے

لکھو کھا روپیہ کے مصارف سے وسیع سررشتہ عدالت اور
پچیس ہزار ملازم پولیس کا صیغہ قائم کیا جس سے
آپ کی جان و مال عزت و آبرو محفوظ ہے (چیرز)۔ اور
سب لوگوں کے حفظ جاں اور حفظ صحت کے لئے
نہ صرف وسیع سررشتہ طبابت وصفائی بلکہ چھ لاکھ سالانہ
کے نقصان کو گوارا کر کے تالاب حسین ساگر و تالاب میر عالم
کا پانی آپ لوگوں کے استعمال کے لئے مخصوص کیا (چیرز)۔
اور آپ کی نیز آپ کی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک
وسیع سررشتہ تعلیمات کھولا۔ اور ہمارے اعلیحضرت دام اقبالہ
نے اپنی شاہانہ فیاضی و قدما پروری سے ہمارے وہ حقوق
و اعزاز و مراتب اور معاش و جاگیرات و خطابات (جو
ہمارے بزرگوں نے جاں نثاریاں کر کے حاصل کئے تھے)
بلا تغیر و تبدل اب تک برابر نسلاً بعد نسلاً بحال و جاری
قرار رہے ہیں (چیرز) چنانچہ میرے دوست بانی
مجلس رکن الملک خاندوراں بہادر میر مجلس جاگیرداراں
جنگی۔ دولائی۔ ملکی۔ خاندرانی کے خطابات سے جو سرفراز
ہیں کیا انھوں نے یا ہم نے کوئی نمایاں کام کیا تھا یا کوئی

جنگ یا ملک فتح کیا تھا جو ان خطابات کے مستحق ٹھہرے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ صرف حضرت اقدس و اعلیٰ کی غلام نوازی شاہانہ فیاضی اور مراحم خسروی بلحاظ خاندانی ہے (چیرز) جو ہر ایک غلام موروثی کے لئے ہے (چیرز)۔

چنانچہ ہمارے عادل بادشاہ کی عدل گستری رعایا پروری اور عادلانہ طرز حکومت سے ایک کروڑ پچاس ہزار رعایا نہایت ہی خوش (چیرز) بلکہ جان و مال سے حضرت جہاں پناہ کے بقائے حکومت و استحکام دولت کے لئے نہ صرف دست بدعا ہیں بلکہ تصدق ہونے پر آمادہ و مستعد ہیں۔ (چیرز) اور اپنی اپنی خواہشات بذریعہ اڈریس ظاہر کر رہے ہیں۔ (چیرز)۔

جب یہ ثابت ہوا اور سب لوگ مان گئے اور معتر ہیں کہ ہماری حکومت اور ہمارے ظل اللہ کی سرفرازی بے انتہا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایسے وقت میں ہم غلامان شاہی جاں نثاری کا دعویٰ تو کریں کیوں نہ جان و مال سے تصدق ہو جائیں اور جان و مال سے حاضر ہیں تو اپنے پر جوش ارادے مالک کی پیشگاہ میں کیوں نہ ظاہر کریں کہ دوسری غیر قوم اور غیر حکومتوں کے بنک وغیرہ سے حکومت کی

انتظامی ضرورت کے لئے ایک معتد بہ رقم کا قرضہ لینا گو بہ
نسبت وبمقابلۂ اعلیٰ اعلیٰ حکومتوں کے کچھ کسر شان نہیں
مگر بلحاظ ہماری حکومت وروش قدیمہ کے ہم جاں نثاران شاہی
یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ دوسری حکومتوں کی رعایا میں خاص
اس معاملہ کے متعلق ہم کو سرخروئی و فخر کا موقع نصیب ہو (چیرز)

بعد اس تقریر کے دعائے ترقی عمر و اقبال مانگی گئی اور سب لوگ بڑے جوش سے آمادہ ہوئے کہ حضرت اقدس واعلیٰ کی پیشگاہ میں اس مضمون کی عرضداشت گذرانیں کہ ہم جان ومال سے حاضر وتصدق و قربان ہیں۔"

آپ کے قلمی مسودوں میں سے ایک لکچر کا مسودہ ہدست ہوا۔ لکچر بسیط ہے۔ حالیہ اصطلاح کے بموجب اس کو توسیعی لکچر کہا جا سکتا ہے۔ یہ تو معلوم نہ ہو سکا کہ کب اور کہاں آپ یہ لکچر پڑھنے والے تھے مگر تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ کسی مہتم بالشان موقع کے لئے عظیم پیمانہ پر تیاری کی جارہی تھی اس کا نام "لکچر مفید القوم" رکھا گیا ہے۔ لکچر طویل ہے طوالت کے اندازہ کے لئے اتنا لکھنا کافی ہوگا کہ لکچر تقریباً ایک سو پچیس [۲۵] ضمنی عنوانات پر مبنی ہے۔

جن اصولوں پر قوم کی حیات اور ترقی کا انحصار بتایا ہے ان پہ

فاضلانہ بحث کی ہے۔ اکثر الفاظ قدیم علمی اصطلاحیں ہیں۔ بیان عالمانہ ہے اور مذاق فلسفیانہ۔ قدیم علم اور فلسفہ کے ذریعہ ملک وملت سے متعلق جدید مسائل سے مبصرانہ واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بادی النظر میں ایسی سعی غیر مربوط معلوم ہوگی مگر حقیقت یہ ہے کہ کوئی علم جو مسلمہ ہو اور چاہے کسی زمانہ سے تعلق رکھتا ہو اگر کوئی شخص اس کا پورا ماہر ہو جائے تو اس میں ایک خاص سمجھ پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ کسی دوسرے علم کے مسئلوں پر سہولت کے ساتھ بصیرت حاصل کر سکتا ہے جب دوسرے علم کے مسائل کے سمجھنے میں سہولت ہوتی رہے تو اُسی علم کے مختلف الوقت مسائل پر متقاربہ دلچسپی کا لحاظ کرتے ہوئے تعجیل کے ساتھ عبور حاصل ہو سکتا ہے۔ بنابرآں مذکورہ بالا کوشش نہ صرف غیر مربوط نہ تھی بلکہ بہت کچھ کامیاب ثابت ہوئی۔

نظیر میں جن قوموں کے واقعات پیش کئے ہیں ان کی تفصیل بھی نہایت وسیع ہے جس محنت و جانفشانی سے ایسی تفصیل کے لئے وسیع مطالعہ کے بعد یہ تاریخی مواد جمع کیا گیا ہوگا اس پر داد دیئے بغیر رہا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ اس لکچر میں ابتداءً اتحاد قوم کے اسباب اور مقاصد کی صراحت کرتے ہوئے جس کے ضمن میں قوم کی عام وخاص تعریف کی گئی ہے۔ محبت اور اس کے اسباب۔ اتفاق کے اسباب۔ اور قوم واحد کی

تعریف۔ ترقی کی تعریف اور اس کے شروط۔ شائستگی کی عام اور خاص تعریف اور اس کے وہ اوصاف جو ترقی کے لئے لازمی ہیں۔ تعلیم اور اس کے اقسام۔ آسودگی و امن کی تعریف۔ حقوق کے اقسام۔ اِن سب امور پر عالمانہ و فلسفیانہ بحث کرنے کے بعد آپ جس علمی نتیجہ پر پہنچ کر اس کو کلّیہ قرار دیتے ہیں اب اس کی تائید میں تاریخ اقوام سے وسیع پیمانہ پر عملی نظائر پیش کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس سے اس کلّیہ کو خاص مرکزی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہاں تک تو مضمون کا رنگ علمی تھا یہاں سے وہ تاریخی روپ بدلتا ہے گویا مضمون کا چہرا ختم ہوا۔ اب اس کے قلب کی ابتدا ہوتی ہے چنانچہ محولۂ بالا نتیجہ کے متعلق آپ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"اِس بحث سے روشن ہوگا کہ دولت و ثروت کا مدار ترقی اور ترقی کا موقوف علیہ شائستگی اور شائستگی تعلیم و تربیت اور آسودگی و امنیت پر منحصر ہے جس کے متعلق قوم و حکومت کی توجہ معاونت لازمی ہے۔ تا وقتیکہ قوم میں اتفاق اور حکومت میں انتظام نہ ہو ممکن نہیں کہ قوم میں ترقی اور حکومت میں اقبال مندی پیدا ہو پس اتفاق متعلق بالقوم و انتظام متعلق بالحکومت ہے۔"

تحریر بالا سے واضح ہے کہ آپ نے ترقی ملک و ملت کو دوامر اول ان کی باہمی معاونت پر منحصر کیا ہے۔ ایک قومی اتفاق دوسرا حکومتی انتظام۔ جس بنیادی اصول پر آپ نے مضمون کے باقی ماندہ حصہ کو تحریر فرمایا ہے اس کے متعلق ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ منشا تھا کہ اتفاق قوم اور انتظام حکومت کی ایک ایک ایسی تاریخی نظیر پیش کیجائے جس میں سابقہ قوم یا حالیہ قوم کے سابقہ واقعات درج کئے جائیں۔ اس کے بعد آپ کا یہ مقصد تھا کہ اتفاق قوم اور انتظام حکومت کی باہمی معاونت کی نظیر میں کسی زندہ قوم کی موجودہ حالت سے بحث کریں۔ مگر یہاں ایک نئی مشکل یہ درپیش ہوئی کہ حکمرانی کے کئی طریقے رائج ہیں جو تین قسموں میں منقسم ہو سکتے ہیں۔ ۱ شاہی غیر محدود یعنے شخصی۔ ۲ شاہی محدود یعنے دستوری۔ اور ۳ جمہوری۔ اگر نظیر میں کسی ایک قوم اور حکومت کی مثال دیجاتی تو مضمون ناقص رہتا اس لئے اقسام حکومت کے اعتبار سے تین مختلف زندہ قوموں کی مثال دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔

اتفاق قوم کی نظیر میں مثالاً پیش کرنے کے لئے کسی قوم کا انتخاب کرنے سے قبل اقوام عالم سے جو قومیں اس خصوص میں آپ کے حسب خیال قابل الذکر ہو سکتی تھیں۔ آپ نے ان کا پہلے اس طرح

حوالہ دیا۔

"چنانچہ گزشتہ زمانے میں قوم یونان۔ ایران۔
روم۔ مصر۔ اور یہود خصوصاً قوم عرب اور زمانہ حال
میں عموماً یورپ خصوصاً فرانس و انگلینڈ۔"

اِن میں سے عربی قوم کا انتخاب کر کے نظیر میں قوم عرب کے تاریخی واقعات کا ایک پر مغز خلاصہ پیش کیا ہے۔ پہلے آپ نے عربوں کے اُن اوصاف کا ذکر کیا جن کی بدولت ایام جاہلیت میں وہ بات بات پر لڑا کرتے تھے اور بتا دیا کہ جہالت اور آتش خوئی سے نفاق اور جھگڑے پیدا ہوتے اور بڑھتے ہیں۔ اس کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ۔

" اصول توحید نے مختلف اقوام عرب کو ایک کر دیا۔
علم اور شائستگی سے اسباب نفاق مرتفع ہو گئے اور قوم
میں وہ اتفاق پیدا ہوا کہ پوری قوم گویا شخص واحد بن گئی۔"

اب قوم کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنے اتحادی اصول اور اجتماعی قوت سے جس کام کی طرف متوجہ ہوتی تھی اس میں محیر العقول ترقی کر جاتی تھی۔ چنانچہ ملکی فتوحات پر اتری تو آٹھ برس میں اتنے ممالک فتح کر لئے کہ رومی قوم تنہا تو کجا دیگر اقوام کے ساتھ مل کر بھی فتح نہیں

کرسکتی تھی جیسا کہ آپ نے بحوالہ تاریخ درّوی تحریر فرمایا ہے جب تحصیل علم وفن کی طرف یہ قوم متوجہ ہوئی تو نہ صرف علوم سابقہ میں کامل ہوئی بلکہ کمالات کو اپنی طرف سے مستزاد کیا۔ چنانچہ آپ نے مسٹر سڈلیو کا مقولہ نقل کیا ہے کہ

"بغداد۔ بصرہ۔ سمرقند۔ قیروان۔ مصر۔ فارس۔ غرناطہ۔ قرطبہ۔ اصفہان۔ علوم وفنون۔ اور صناعی کے مرکز مانے جاتے تھے۔ یہاں کے باشندے علوم وفنون اور تمامی کمالات میں ایسی بازی لے گئے تھے کہ یورپ کے عیسوی عالم وشاعر جب تک ان سے تلمذ اور خوشہ چینی نہ کرتے تو ان کی لیاقت مسلم الثبوت نہ ہوتی۔"

یورپین مورخین کے مقولوں کو تائید میں پیش کر کے آپ نے اس حصہ کی دلچسپی کو دوبالا کر دیا ہے۔ اسی ضمن میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ

"موجودہ یوروپین قوموں کی ترقی اس وقت سے شروع ہوئی جب کہ ان قوموں نے عربوں سے علم وفن حاصل کر کے اپنے ملک وزبان میں ان علوم وفنون کو جاری کیا۔"

انتظام حکومت کی نظیر دینے کے پیشتر تمہید میں آپ نے حکومتی انتظام کی تعریف کی ہے آپ لکھتے ہیں کہ

"ترقی ملک وملت کے لئے دو امر کی ضرورت ہے۔

اطمینان وامنیت۔ تعلیم وتربیت۔ اگر امر اول بناء انتظام

حکومت ہے تو امر دوم متعلق انتظام حکومت"۔

آخر میں آپ نے تحریر کیا ہے کہ۔

"ترکی سلطنت کی ترقی وتنزل کا تذکرہ مجملاً ونظیراً

پیش کیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہوگا کہ دولت اور

حکومت قوم وملت کی ترقی واقبال مندی کا موقوف علیہ

لیاقت ہی لیاقت ہے"۔

تذکرہ میں ترکی سلطنت کے تاریخی واقعات ۶۹۹ھ سے ۱۱۱۵ھ تک کچھ تفصیل کے ساتھ اور ۱۱۱۵ھ سے ۱۲۲۳ھ تک مجمل طور پر لکھے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح یہ سلطنت پہلے پونے تین سو برس تک روبہ ترقی تھی۔ بطن مضمون میں حکومت کی ترقی اور تنزل کے اسباب کی طرف موقع موقع سے اشارہ کیا ہے جس کے متعلق ہم آئندہ تحریر کریں گے۔

جبکہ ترقی کا راز علم ہے اور حکومت کا فریضہ اہم تعلیم کا انتظام

جیسا کہ آپ تمہید میں تحریر کر چکے ہیں تو آپ نے انتظام حکومت کی نظیر میں جو تر کی تاریخ پیش کی ہے اس میں اس زمانے کی تعلیم اور اس کے انتظام کا ذکر بھی خاص طور سے کیا ہے اور آپ نے لکھا ہے کہ۔

"کس طرح پہلے ۱۳۶۱ھ میں ایک وسیع مدرسہ ازنیق میں قائم کیا گیا اور مختلف اضلاع میں اس کی شاخیں کھول دی گئیں کم و بیش ایک صدی تک ہر سلطان نے اپنے زمانۂ حکومت میں توسیع تعلیم کی طرف توجہ کی اور جدید مدرسے قائم فرمائے جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ ۱۴۵۰ء میں جبکہ ذیلی مدرسوں کی تعداد اضلاع ماتحت میں ایک سو تک پہنچ گئی تھی ایک یونیورسٹی قائم ہوئی جس کے تحت بارہ وسیع مدرسے (کالج) تھے اور ہر کلیہ کے ساتھ ایک دارالاقامہ بھی تھا مدرسوں میں صرف۔ نحو۔ منطق۔ تاریخ۔ علم کلام۔ فقہ۔ علم فصاحت و بلاغت۔ اقلیدس۔ ہیئت۔ ہندسہ۔ حدادی۔ فن جریب وغیرہ علوم و فنون کی تعلیم دیجاتی تھی"

مشہور پروفیسروں کے نام بھی لکھے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ

"فارغ التحصیل طلبہ کو حکومت کی طرف سے دانشمند کا

خطاب دیا جاتا تھا اور جو خدمتیں ان کو عطا کی جاتی تھیں
ان کو خدمات ارجمند کہتے تھے"۔

میرے خیال میں دانشمند ڈاکٹر کے مساوی ہے کیونکہ یہ دونوں سندیں منتہی ہیں اور خدمات ارجمند ضرور عہدہ کی خدمتیں مراد ہوں گی۔

ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں کہ ترکی سلطنت کے پانسو سالانہ تاریخی واقعات کے ضمن میں آپ نے موقع موقع سے حکومت کی ترقی اور تنزل کے اسباب کی طرف اشارہ کیا ہے مضمون کے آخر میں نتیجہ کے طور پر ان کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے خاتمہ پر اس طرح تحریر فرماتے ہیں:-

" اس مختصر تاریخی بیان سے روشن ہوگا کہ حاکم وقت کی فراست، شائستہ و مہذب عہدہ داروں کا وجود۔ سچے خیر خواہان دولت کی دانائی و درایت۔ سررشتہ تعلیم کی توسیع۔ قوانین رفاہ عام کی توسیع اور عمدہ اصول آئین سیاست اور قومی آزادی وغیرہ کچھ ایسے اسباب تھے جن سے روز بروز قوم و ملت۔ دولت و حکومت کی ترقی و بہبودی متصور تھی۔ جب زمانہ کے انقلاب سے یہ سارے اسباب معکوس و منقلب ہوگئے تو پھر قوم و سلطنت میں تنزل و تزلزل ہوتے ہوتے خاص کر سلطنت کی حالت جس کے سامنے سارے ممالک یورپ سر جھکاتے

تھر کانپتے اور سلطان کو ہانکے پکارے ٹیگر آف یورپ کہا کرتے
تھے کچھ ایسی متغیر و تبدیل ہو گئی تھی کہ جس کو خود رقیب موروثی
(زار نکلس) نے مرد بیمار قرار دیا ہے تو مسٹر گلاڈسٹون یہ علاج
بتلا رہا ہے کہ سلطان مع قوم ترک اپنی گدی گٹھری سنبھالے
ابنائے باسفورس سے پرے ایشائی حدود میں جا نکلے الغرض
جن حکومتوں نے اصول متذکرۂ صدر کی نسبت جہاں تک توجہ
کی اور جو حکومتیں اوصاف ما سبق سے متصف ہیں وہ اعلیٰ
درجہ کی دولت مند اور اقبالمند ہیں چنانچہ زمانہ سلف میں اسلامی
سلطنتیں اور زمانہ حال میں یورپ کی حکومتیں۔"

اتفاق قوم اور انتظام حکومت کی نظیر میں عرب اور ترکی کے سابقہ تاریخی واقعات قلمبند کرنے کے بعد زندہ قوموں کی موجودہ حالت کا مرقع پیش کرنے کے ارادہ کو آپ نے اس طرح ظاہر کیا ہے۔

"اس موقع پر مناسب سمجھتا ہوں کہ چند خاص حکومتوں
کے تاریخی واقعات خاص کر اُن کی بیدار مغزی و عرق ریزی
کا خاکہ بطور گوشوارہ کھینچ دیا جائے جس سے ظاہر ہو جائے
کہ انہوں نے ابواب متذکرہ صدر کے متعلق کہاں سے کہاں
تک توجہ کی ہے اور اس کی بدولت ملکی اور قومی ترقی کس

حد تک پہنچ گئی ہے منجملہ ان حکومتوں کے اس عمل پر صرف
تین[3] حکومتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جس سے ایک حکومت
شخصی ہوگی مثلاً ترک[1]۔ دوسری جمہوری جیسے فرانس[2] تیسری
برٹش[3] گورنمنٹ ہے جو ہم شخصی و ہم جمہوری و امرائی حکومت
سے مرکب ہے"

تین[3] حکومتوں کے تذکرہ کا تہیہ کر کے ترکی حکومت سے ابتداء
فرماتے ہیں کیونکہ ترکی حکومت اُس زمانے میں شخصی تھی۔ انتظام حکومت
کے ضمن میں ترکی سلطنت کے حالات ۶۹۹ھ سے ۱۲۲۳ھ تک قلمبند
کر چکے ہیں یہاں ۱۲۲۳ھ سے ابتدا کی جاتی ہے اور مقصود یہ ہے کہ
سلطان عبدالحمید خاں سلطان وقت تک اس سلطنت کے واقعات
لکھے جائیں ۱۲۲۳ھ سے سلطان عبدالحمید خاں تک پانچ[5] سلاطین
یکے بعد دیگر فرماں روائے سلطنت عثمانیہ ہوئے ہیں۔ سلطان غازی
محمود[1] خاں ثانی۔ سلطان عبدالمجید[2] خاں۔ سلطان عبدالعزیز[3] خاں۔ سلطان
مراد[4] خاں اور سلطان عبدالحمید[5] خاں۔ اس زمانے کی عام ترکی تاریخ
تفصیل سے لکھنا آپ کا منشاء نہیں تھا چاہتے یہ تھے کہ ان سلاطین
میں سے جس سلطان نے اپنے زمانہ میں اصلاح قوم اور ترقی ملک کے
لئے جو کچھ اقدامات کئے انہیں تفصیل سے بیان کریں اور اگر کسی سلطان کے

زمانہ میں ان امور سے متعلق کوئی کارروائی نہیں ہوئی تو اس کی وجہ تحریر کر دی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"سلطان محمود خاں ثانی کا ۳۰ سالہ زمانہ بیرونی یورشوں اور اندرونی شورشوں کے مقابلہ اور مقاومت میں گزرا اور تمام اندرونی شورشوں کا جو مانع ترقی تھیں خاطر خواہ استیصال تو کیا مگر سلطان کو اس قدر فرصت نہیں ملی کہ وہ اصلاح ملک کی طرف متوجہ ہو سکتے اس کا سہرا سلطان عبدالمجید خاں کے سر رہا۔"

جب ۱۲۵۵ھ میں سلطان عبدالمجید خاں نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو با امن زمانہ پاکر اصلاح ملک کی طرف متوجہ ہوئے۔ ترکی سلطنت جس دستور وآئین پر قائم چلی آ رہی تھی وہ پرانا اور فرسودہ ہو کر بیکار ہو گیا تھا۔ سلطان نے اس کا کایا پلٹ ویا جدید دستور پر سلطنت کی بنا ڈالی اور سات وزارتیں۔ پانچ کونسلیں اور نو کمیٹیاں قائم کیں۔ ان وزارتوں۔ کونسلوں اور کمیٹیوں کے نام ان کے فرائض اور اختیارات وغیرہ نہایت شرح وبسط کے ساتھ لکھے ہیں۔ اصلاح ملک سے فارغ ہو کر ۱۲۵۸ھ میں سلطان نے اپنی توجہ توسیع تعلیم کی طرف مبذول فرمائی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"سلطنت عثمانیہ میں (۱۵) ہزار ابتدائی اور اٹھارہ متوسط مدرسے تھے جن میں سے ایک دارالفنون بھی تھا اور پانچ خاص ایسے بڑے مدارس تھے جن کو کالج کہہ سکتے ہیں منجملہ ایک مدرسہ حربیہ باقی چار مدرسوں میں طلباء کو خدمات شاہی کے انتظام کے لئے تعلیم و تربیت دیجاتی تھی۔"

ان بڑے مدرسوں کا نصاب تعلیم بھی دیا ہے کہ

"مدرسہ حربیہ میں علمی تعلیم۔ جبرو مقابلہ کامل۔ علم مثلث بالتکمیل۔ نقشہ کشی۔ پیمائش۔ حکمت۔ طبیعیات علم حیوانات۔ فرانسیسی زبان۔ علم مناظرہ۔ اور فنون حربیہ سے توپ کا لگانا۔ تلوار کا چلانا۔ سرنگیں۔ مورچا لین۔ دمدمے وغیرہ بنانا۔ نشانہ بازی۔ برق اندازی گھوڑے کی سواری اور فوجی قواعد وغیرہ ابواب متعلقہ جنگی سکھائے جاتے تھے۔ باقی چار مدرسوں میں علوم عربیہ کے صرف نحو۔ بیان۔ تاریخ۔ جغرافیہ منطق۔ معانی۔ حساب۔ ہندسہ۔ علوم دینیہ۔ قوانین مالگذاری۔ و دیگر قوانین متعلقہ انتظام سلطنت فارسی۔ فرانسیسی زبان۔ اور جملہ فنون ریاضی کی تعلیم ہوا

کرتی تھی۔"

یہ بھی لکھا ہے کہ۔

"متوسط اور خاص مدارس میں تقریباً تین[۳] ہزار اور ابتدائی مدارس میں پانچ[۵] لاکھ طلبا زیر تعلیم تھے۔"

اس کے علاوہ اخباروں کی تعداد بھی دی ہے کہ اس وقت تیرہ[۱۳] اخبار شایع ہوتے تھے جن میں سے سات کے نام حسب ذیل لکھے ہیں۔

"تقویم[۱] الوقایع الملکیہ۔ جریدۃ[۲] الحوادث۔ الجوائب[۳]۔ ترجمان[۴] الاحوال۔ تصویر[۵] الافکار۔ مجمع[۶] الفنون۔ جریدہ[۷] عسکری۔"

من حیث الکل مجیدیہ انتظام کے متعلق آخر میں آپ نے یہ رائے لکھی ہے۔

"یہ تو کہا نہیں جاتا کہ انتظام مجیدیہ نے قوم و حکومت کو اس حد تک شائستہ کر دیا تھا جس کو انتہائی کہتے ہیں۔ یا یہ اس کی مجوزہ اسکیم بلا تغیر و ترمیم ترقی کے مدارج طے کرنیکو مکتفی ہوتی ہاں اتنا تو بلا تذبذب کہہ سکتے ہیں کہ سلطان عبد المجید خاں نے ترقی کے لئے ایک ایسی سیدھی لائن کھول دی تھی کہ جس پر قوم و حکومت کا چوکڑہ ڈال دیا جاتا تو بلا تکلف اعلیٰ اعلیٰ مدارج طے کرتا ہوا ترقی کی اس

سطح پر برق کی طرح کڑکڑکتا نکل جاتا جس کو انتہائی کہتے ہیں۔
مگر افسوس کہ حکام مابعد کی خود غرضی و خود رائی نے اُس
سیدھی سادھی لائن کو ایسا ناہموار بنا دیا جس پر دولت
عثمانیہ کا چوکڑا کر کرانے لگا۔"

تحریر بالا کے سطور آخر سے صاف ظاہر ہے کہ سلاطین مابعد کے زمانہ میں انتظامی رنگ ترقی کرنے کے بجائے بگڑتا ہے اور ایسا بگڑتا ہے کہ سلطنت کی چُول چُول بولنے لگتی ہے چنانچہ آپ کی تحریر کے موافق سلطان عبدالعزیز خاں اور سلطان مرادخاں کا زمانہ سلطنت کے لئے اچھا نہیں گزرا اور سلطنت کا انتظام بگڑنے لگا جس کی وجہ سے یہ دونوں سلطان یکے بعد دیگر معزول کئے گئے۔ سنہ ۱۲۹۳ھ تک سلطنت کی حالت ابتر ہوتی گئی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"سنہ ۱۸۷۶ء میں سلطان عبدالحمید خاں دام ملکہٗ کو انہیں
لوگوں نے تخت موروثی پر متمکن کیا جنہوں نے ان کے
چچا عبدالعزیز خاں اور بھائی مراد خاں کو معزول کیا تھا۔
معاذ اللہ وہ ایسا پر آشوب زمانہ تھا کہ ارکان سلطنت و
منتظمان دولت سے کوئی شخص ایسا نہیں جس پر یقین کیا
جاتا کہ ملک اور مالک ملک کا خیرخواہ یا طرفدار ہوگا۔

خزانہ میں گڑھا پڑ گیا تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے ساری فوج ناراض
اور غارت گری میں مصروف ہوگئی۔ اب نہ تو کوئی قرضہ دیتا اور
نہ کسی طرح کی امداد اور معاونت کرتا غیر مذہب رعایا نے ہر ایک
مقام پر ایک ہنگامۂ عظیم برپا کر دیا چو طرف سازشوں اور
بغاوتوں کی گرم بازاری اور درونی و بیرونی جنگ و جدال کی
ہر طرف ایسی بھرمار ہوگئی تھی کہ جس سے یہ پایا جاتا تھا کہ سلطنت
کے آخری دن آگئے ہیں۔ طرہ براں ایک جانب سے چار
باغی صوبے جنگ پر تلے ہوئے تھے اور دوسری جانب رقیب
موروثی (روس) کئی لاکھ فوج اور ایک ہزار
توپخانے سے سرحدات ملک پر حملہ آور۔ ایک جانب
سے آسٹریا مغربی صوبوں پر دانت لگائے ہوئے اور دوسری
جانب دیگر دول یورپ خود مملکت عثمانیہ کو اپنا ماتحتی صوبہ بنانے
کے لئے رفتہ رفتہ قابو جو دریائے باسفورس پر تُل رہے تھے
اور ایسے ہوش ربا وقت پر دول متحدہ سے کسی پر بھروسہ نہ
تھا کہ مددگار ہوتی۔"

ایسے نازک زمانہ میں سلطان عبدالحمید خاں نے زمام سلطنت
اپنے ہاتھ میں لی۔ یہ اِسی سلطان کی ہمت شاہانہ۔ بیدار مغزی اور فراخ

حوصلگی کا نتیجہ تھا کہ سلطنت کو اندرونی شورشوں اور بیرونی یورشوں سے پاک کر کے اپنے باپ سلطان عبدالمجید خاں کی طرح اصلاح ملک و ملت کی طرف متوجہ ہوئے چنانچہ آپ نے لکھا ہے:۔

"جب سلطان المعظم کو ان مہمات و مہلکات سے کہیں برات حاصل ہوئی تو اصلاح مملکت کی جانب رجوع ہوئے۔ مال و عدالت کا باقاعدہ انتظام۔ اشاعت قوانین رفاہ عام۔ ترقی تجارت وصنعت و حرفت تعلیم و تربیت افواج بحر و بر کا اہتمام کیا۔ نیز ان نادر الوجود اسباب کے بہم پہنچانے میں پوری پوری توجہ فرمائی جن پر ملکی و قومی دولتمندی و بہبودی حکومت کی طاقت و اقبال مندی مبنی ہوتی ہے"

چنانچہ اصلاح سلطنت کے ضمن میں آپ نے ترکی سلطنت کے نظم و نسق کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ پہلے آئین حکومت کے تحت سلطان المعظم کے علاوہ ارباب صدر کی اس طرح صراحت کی ہے کہ گیارہ[۱۱] وزیر۔ پندرہ[۱۵] کونسلیں۔ چودہ[۱۴] کمیٹیاں تھیں۔ اس کے بعد انتظامی نقطۂ نظر سے افسران اعلیٰ اور ارباب صدر کی تفصیل اُن کے فرائض اور اختیارات کے متعلق آپ لکھتے ہیں۔

"اُن کا یہ طرز حکومت ہے کہ سلطنت کے انتظامی خدمات

اور نظم مملکت کے عاملانہ ضلع جات و دس سررشتوں پر منقسم ہیں۔ سررشتہ مال بشمول جنگلات و معدنیات۔ سررشتہ عدالت سررشتہ خارجہ۔ سررشتہ داخلہ۔ سررشتہ جنگی۔ سررشتہ بحریہ سررشتہ تعمیرات و تجارت۔ سررشتہ تعلیمات۔ سررشتہ اوقاف و امور مذہبی۔ سررشتہ صرف خاص۔ ہر ایک سررشتہ کا افسر اعلیٰ (جو تمامی کاروبار متعلقہ کا ذمہ دار ہوتا ہے) وزیر سررشتہ کے نام سے موسوم ہے تو ان جملہ سررشتوں اور افسروں کا نگران کار اعلیٰ افسر وزیر اعظم ہوتا ہے۔ وزیر اعظم شاہی عاملانہ اختیارات کو بذمہ داری خود نیابتہً استعمال کرتا ہے تو شیخ الاسلام جو مذہب کا پیشوا و امام ہوتا ہے شاہی اختیارات وضع آئین و قوانین کے نفاذ کا ذمہ دار ذریعہ مانا گیا ہے اور چونکہ وزیر اعظم ملکی انتظامات و شاہی احکامات و اقتدارات کے نفاذ کا ذمہ دار ذریعہ اور سلطان و عہدہ داران کا درمیانی معزز واسطہ ہے لہذا نائب سلطان کے خطاب سے بھی مخاطب کیا جاتا ہے۔ اور اُس کے اختیارات زیر فرمان سلطان جملہ معاملات متعلقۂ سلطنت و حکمرانی کو خواہ وہ کسی قسم کے کیوں نہ ہوں حاوی ہوتے ہیں۔ اور باستثنائے وزارت خارجی و وزارت

فوجی اور نیز پانچ صوبوں کے (جو بوجہ مصالح ملکی و پولیٹکل خوفناک وجوہات کی بناء پر خاص زیر نگرانی سلطان المعظم ہیں) باقی تمام وزارتیں وغیرہ وزیر اعظم کے تحت حکومت وزیر نگرانی سمجھی جاتی ہیں۔ ہر ایک وزارت کے لئے ایک مجلس شوریٰ قائم ہے جس میں لائق و فائق سات معزز ممبر ہوتے ہیں۔ وزارتِ عظمیٰ کے متعلق مجلس خاص ہے جس میں گیارہ وزیر ایک میر مجلس اور ایک شیخ الاسلام ہوتا ہے۔ مجلس شوریٰ اپنے وزیر متعلقہ کو اور مجلس خاص وزیر اعظم کو انتظامی کاروبار میں ایک مفید و معتد بہ مدد دیا کرتی ہے۔

ہر ایک وزارت کے اقتداری انتظامی کاروبار کی عموماً دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک خفیفہ۔ دوسرے ثقیلہ۔ خفیفہ تو خود وزیر سررشتہ متعلقہ یا اُن کے مشیر (مددگار) کی رائے سے اور ثقیلہ باجلاس مجلس متعلقہ و باتفاق آراء نافذ ہو کر اطلاعاً اُس کا مثنی وزیر اعظم کی خدمت میں بھجوا دیا جاتا ہے۔ اگر کسی مقدمہ مرجوعہ کی نسبت ارکان مجلس اور وزیر متعلقہ کی رائے میں تضاد و تناد واقع ہو تو وزیر اعظم کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے پھر وزیر اعظم جس رائے سے اتفاق

فرماوے وہی واجب التعمیل ہوتی ہے۔

وزارت عظمیٰ کے تمامی عاملانہ معاملات جو وزیر اعظم کی پیشی میں رجوع ہوتے ہیں دو قسم پر منقسم ہیں۔ اقتداری۔ غیر اقتداری۔ اقتداری بوساطت وزراء مع الآرا وزیر اعظم کی پیشی میں۔ اور جو غیر اقتداری ہیں اصالتہً وزیر اعظم کی معرفت سے بارگاہ سلطانی میں پیش ہو جاتے ہیں۔ وزیر اعظم اقتداری مقدمات کو عام ازینکہ ابتدائی ہوں یا دورانی بطور خود طے کر دیتا ہے۔ اور جب کبھی وزرائے متعلقہ کی رائے سے وزیر اعظم کی رائے مخالف پڑ جائے تو باشارۂ سلطانی مجلس خاص یا خود بارگاہ سلطانی سے اُس کی اصلاح و ترمیم ہو جاتی ہے۔ خارج الاقتداری مقدمات کو وزیر اعظم بعد غور کامل اپنی رائے کے ساتھ پیشگاہ سلطانی میں پیش کر دیتا ہے تو بعد درج منشور سلطانی یا تو فی الفور مسترد یا بامتثال امر سلطانی مجلس خاص میں پیش ہو جاتے ہیں۔ پھر باتفاق مجلس جو منظور سلطانی ہو وہی واجب النفاذ و شایان تعمیل ہے۔ اس مجلس خاص میں سلطان المعظم بحیثیت میر مجلس اُس وقت رونق افروز

ہوتے ہیں جبکہ ایسے سنگین وسترگ اندرونی مقدمات
متعلقۂ سلطنت پیش ہوں جن کا حل وعقد خاص سلطان
کی ذات سے متعلق ہو یا بمقابلۂ سلطنت ہائے غیر ایسی
دستاویزوں اور عہدناموں کے مرتب کرنیکی ضرورت پڑے جن
کا تعلق سفارت وتجارت وسرحدی معاملات سے ہوا
کرتا ہے۔ گو بادی النظر میں عموماً تمام وزرا خصوصاً وزیر
اعظم کو باعتبار اس کے عہدۂ جلیلہ کے نہایت وسیع اقتدار حاصل
ہے مگر سلطان عبدالحمید خاں خود اپنی فلسفی حکمت اور
مدبرانہ طرز حکومت سے اُن کی زمام اختیار کو اپنے قبضۂ
اقتدار میں اس عمدگی سے لئے ہوئے ہیں جس سے اُن
(وزراء) کا وجود بمنزلہ اُن کلوں کے ہے جن کی قوت
محرکہ خود بدولت (عبدالحمید خاں) ہی ہیں۔"

صدر میں آپ کے مضمون کی جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ طویل
ہے مگر بلالحاظ طوالت تمام وکمال درج کی گئی ہے کیونکہ اس تحریر سے
عثمانیہ حکومت کے مروجہ دستور (کانسٹی ٹیوشن) کا پورا علم ہوجاتا ہے۔
اس دستور کا جو حصہ خاص طور سے لائق غور ہے وہ حسب ذیل ہے۔

"باستثناء وزارت خارجہ وو زارت فوجی اور نیز پانچ

صوبوں کے (جو بوجہ مصالح ملکی و پولٹیکل خوفناک وجوہات کی بنا پر خاص زیر نگرانی سلطان المعظم ہیں) باقی تمام وزارتیں وغیرہ وزیر اعظم کے تحت حکومت وزیر نگرانی سمجھی جاتی ہیں۔"

اِن دو وزارتوں اور پانچ صوبوں کے معاملات میں وزیر متعلقہ اور وزیر اعظم کو تصفیہ کرنیکا کوئی اختیار عطا نہ کر کے استثنائی صورت دستور میں قائم کی ہے۔ اس سے اگر ایک طرف اِن وزارتوں اور صوبوں کی اہمیت معلوم ہوتی ہے تو دوسری طرف سلطان المعظم کی قابلیت اور بیدار مغزی۔ فراست اور دور اندیشی بھی نمایاں طور سے واضح ہوجاتی ہے۔ وزارت خارجہ اور وزارت فوجی کی اہمیت تو خود ظاہر ہے مگر پانچ صوبوں کی اہمیت کے وجوہ تحریر کردیئے گئے ہیں۔ مصالح ملکی اور پولٹیکل وجوہات کے علاوہ خوفناک وجوہات کے الفاظ سے اِن پانچوں صوبوں کی خصوصیت کو اور جامع کردیا ہے۔ ان صوبوں کا نام تحریر نہیں فرمایا تاکہ اُن کا موقع محل معلوم ہوکر اُن کے حالات پر زیادہ روشنی پڑتی۔ تیور بتاتے ہیں کہ یہ صوبے ضرور سرحدی اور غیر مذہب والوں سے آباد ہونے چاہئیں۔ خوفناک وجوہات کا امکانی مفہوم جو ایسی زبردست اہمیت رکھتا ہو کہ دستور میں اُس کو استثنائی صورت

دی جائے یہی ہو سکتا ہے کہ یہ صوبے شورشوں کا گھر اور سازشوں کا معدن ہوں گے۔

سلطان کی بیدار مغزی اُن کے اصلاحات سے خود ظاہر ہے۔ اور وہی دماغ بہتر اصلاح کر سکتا ہے جس میں قوت کار اور انتظامی قابلیت بدرجۂ اتم ہو جب ایسی زبردست ہستی تخت سلطنت پر متمکن ہوتی ہے تو اُس کی فریس نگاہیں اپنی خاص نگرانی کے لئے اُن شعبوں کو چُن لیتی ہیں جن پر سلطنت کا بقا منحصر ہو یا جن سے سلطنت کو خطرہ کا اندیشہ ہو یہی وجہ ہے کہ ان دو وزارتوں اور پانچ صوبوں کو دستور سے مستثنیٰ کیا اور یہ استثناء صاحب حکومت کی بیدار مغزی کی دلیل ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ قابل ہستی چاہے حاکم ہو یا محکوم اپنی قابلیت کی بدولت نمایاں اور نام آور ہوئے بغیر رہ نہیں سکتی۔

حکومت عثمانیہ کے دستور کا خلاصہ تمہید کے طور پر لکھنے کے بعد سررشتہ جات کے انتظامی امور بیان کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں مگر سررشتوں کے انتخاب اور اُن کے متعلقہ امور کی تفصیل میں مضمون کے مرکزی کلیہ کا آپ نے پورا پورا لحاظ رکھا ہے۔ یہ مرکزی کلیہ قبل ازیں اس تنقید کے دوران میں نقل کیا جا چکا ہے۔ یہاں اُس کا لُبّ لُباب پیش کیا جاتا ہے کلیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم اور ملک کی دولت اور

اقبال مندی ترقی پر منحصر ہے اور ترقی کا انحصار تعلیم و تربیت آسودگی و امنیت پر ہے۔ تعلیم و تربیت اگر قوم سے متعلق ہے تو آسودگی اور امنیت سلطنت کے انتظام اور استحکام پر منحصر ہے اور ان ہر دو کی باہمی معاونت سے ملک کی ترقی حاصل ہوتی ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ سلطنت عثمانیہ کے انتظامی امور دس سررشتوں پر منقسم ہیں۔ سررشتہ مال۔ سررشتہ عدالت۔ سررشتہ خارجہ۔ سررشتہ داخلہ۔ سررشتہ جنگی۔ سررشتہ بحری۔ سررشتہ تعمیرات و تجارت۔ سررشتہ تعلیمات۔ سررشتہ اوقاف و امور مذہبی۔ سررشتہ صرف خاص۔ مگر آپ نے ان سب سررشتوں کے انتظامی امور سے بحث نہیں کی بلکہ تفصیل کے لئے صرف انہیں سررشتوں کا انتخاب کیا جن میں کلیۂ صدر کے موافق ترقی کے لئے حکومت اور قوم کی باہمی معاونت لازمی ہے۔

سررشتہ مال کی تفصیل نہایت بسیط ہے لکھا ہے کہ۔

"قلمرو عثمانیہ اکتیس ولایتوں پر منقسم ہے اور ہر ایک ولایت میں دو صوبے اور ہر صوبے میں چار ضلع اور ہر ضلع میں آٹھ تعلقات اور ہر تعلقہ میں متعدد دیہات و قریہ جات ہوتے ہیں۔ ہر ایک ولایت پر ایک والی (گورنر جنرل) اور ہر ایک صوبہ پر ایک متصرف (گورنر) اور ہر ضلع پر ایک قائم مقام

(کلکٹر) اور ہر تعلقہ پر ایک مدیر (تحصیلدار) اور ہر بڑے

قریہ پر ایک مختار مقرر ہے۔ والی (گورنر جنرل) خاص زیر فرمان

سلطان ہوتا ہے تو متصرف، قائم مقام، مدیر اور مختار تحتِ

حکومتِ والی سمجھے جاتے ہیں"۔

اس کے بعد آپ اُن امور پر تنقیحی نظر ڈالتے ہیں جو کلیہ کا پورا پورا مصداق بنتے ہیں چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"صیغہ مال کی خوبی و خوش نصیبی مخصوص زراعت کی روز افزونی۔

اور زراعت کی روز افزونی مزارعین کی ضروریات کی تکمیل پر

موقوف ہے۔ اور اُن ضروریات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ

کہ جس کی تکمیل حکومت سے متعلق ہے مثلاً صیغہ آبپاشی و

تعمیرات وغیرہ۔ دوسری وہ جو مزارعین کی ذات سے متعلق ہے

مثلاً اجناس متعلقہ زراعت کے تخم۔ نقدی رقم۔ اسباب و

آلات کشاورزی۔ ذاتی محنت و جفاکشی"۔

نتیجہ اور مثال کے طور پر ترکی مزارعین کے متعلق لکھا ہے۔

"سلطان عبدالحمید خاں دام اقبالہٗ نے مزارعین کی

اُن ضروریات کو پورا کرنے کے علاوہ جن کا پورا کرنا اُن

کے ذمہ تھا مثلاً آبپاشی وغیرہ۔ خاص مزارعین کی ذاتی ضروریات

کی تکمیل کیلئے زیر نگرانی وزیر مال نہ صرف ایک زراعتی بنک قائم کیا جس کی (۹۵) شاخیں اور (۲۴۸) انجمنیں تھیں بلکہ زراعتی کالج بھی قائم کیا کہ جس کی شاخیں ممالک عثمانیہ کے ہر ایک ولایت و ضلع کے صدر مقام میں فن زراعت کی تعلیم دے رہی ہیں۔

زراعتی بنک نے من ابتدائے ۱۳۰۳ء لغایۃ ۱۳۱۶ء اپنے موجودہ سرمایہ (۳۵) کروڑ (۵۰) لاکھ پیاسٹر سے جس قدر مزارعین وغیرہ کو مدد دی اس کی تعداد (۱۲) کروڑ (۱۷) لاکھ (۷۰) ہزار پیاسٹر تھی۔

سررشتہ مال و صیغۂ معدنیات و جنگلات کے عمدہ انتظام کے لئے مکتب الملکیہ، مکتب الزراعت۔ مکتب معدنیات و جنگلات زیر نگرانی وزارت مال قائم کئے گئے مکتب الملکیہ، مکتب الزراعت سررشتہ مال کے لئے اور مکتب معدنیات و جنگلات سررشتہ ہائے متعلقہ کے لئے لائق و فائق افسران اسٹاف بہم پہنچاتے ہیں۔ پس لائق و فائق عہدہ داروں نے اپنی قوت دماغی سے زراعتی بنک کو اور مدارس نے اپنی ابیض نورانی و قوۃ تعلیمی سے مزارعین وغیرہ کو کچھ ایسی

مدد دی جس کی وجہ سے دس ہی سال کے عرصہ میں

خاص صیغۂ زراعت میں اس قدر ترقی ہوئی کہ نہ صرف عشیر

کی آمدنی میں تقریباً چھ لاکھ پونڈ (ایک کروڑ ۲۰ لاکھ روپیہ

کلدار) کی افزائش ہوئی بلکہ بنجر اور افتادہ زمین کا سالانہ لگان پانچ لاکھ

پونڈ (ایک کروڑ روپیہ) ہو گیا اور صیغہ معدنیات و جنگلات کی

آمدنی (جس کا وجود اس کے پیشتر معدوم تھا) پانچ لاکھ بیانوے

ہزار چار سو بائیس پونڈ (ایک کروڑ اٹھارہ لاکھ اڑتالیس ہزار

چار سو چالیس روپیہ کلدار) ہو گئی"۔

سررشتہ تجارت کے ضمن میں پہلے تجارت کی ترقی کے متعلق اس طرح

حکیمانہ بحث کی ہے کہ۔

"صنعت و تجارت :۔ اس کی ترقی کے لئے عموماً

ٹکس کا انصاف سے تقرر۔ پیشہ وروں کی آزادی۔ حفظ حقوق و

ونفوس۔ آسان ترسلسلۂ خط و کتابت (ڈاکخانہ جات تار

برقی) بے خطر وسائل آمد و رفت (ریلوے لائن اور جہازوں کی

کمپنیاں) خصوصاً علم و فن متعلقہ کی تعلیم و تربیت اور رقمی

امداد و معاونت وغیرہ اسباب ششگانہ لازم و ملزوم ہیں۔ اول الذکر

اسباب خمسہ صرف موید ترقی تو آخر الذکر اثنین ہم موجب

ترقی وبہم باعثِ بقا وتسلسل مانے گئے ہیں۔"

اس ضمن میں سلطان المعظم نے جو انتظامات فرمائے اور ان سے قوم اور سلطنت کو جو فائدے حاصل ہوئے اس کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

"سلطان عبد الحمید خاں نے ان اسباب اول الذکر کو بہم پہنچانے کے علاوہ جن کا بہم پہنچانا بنظر تکمیل دیگر اغراض حکومت اُن کے ذمہ تھا مخصوص ترقی تجارت وصنعت کے لئے زیر نگرانی وزیر پبلک ورکس علوم وفنون متعلقہ کی اشاعت اور اہلِ تجارت وغیرہ کی امداد ومعاونت کے لئے ہر ایک محل ومقام پر تجارتی وصنعتی کالج اور بیس کروڑ پونڈ کے معتدبہ سرمایہ سے ایک زبردست بنک بھی کھول دیا۔ اِس سے یہ نتیجہ مترتب ہوا کہ چھ ہی سال میں تعلیم یافتہ پیشہ وروں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی اور صنعتی کارخانہ جات اس قدر قائم ہوگئے کہ اُن کا سالانہ ٹیکس سات لاکھ چالیس ہزار پونڈ ہو گیا۔ تجارتی ترقی کا اندازہ نہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک سو تئیس چیمبر آف کامرس (ایوان یا مجلس تجارت) قائم ہو گئے کہ جن کے روزانہ کاروبار کی تکمیل کے متعلق ایک ہزار ایک سو آٹھ جہازوں کی کمپنیاں سائرو سامی وسرگرم ہیں بلکہ اس سے بھی ممکن ہے کہ ملکی پیداوار

اور صنعت وحرفت کے ضمن میں ایک ارب پچیس کروڑ بہتر لاکھ چار ہزار
دوسو پونڈ کا مال برآمد ہوتا ہے۔"

آخر میں سلطان المعظم کے اصلاحات اور اسکیم کے متعلق تحریر کیا ہے۔

"واجب التعظیم بیدار مغز سلطان عبدالحمید خاں کی
مجوزہ اسکیم کی نسبت یہ امید قائم کرنا بے محل نہ ہوگا کہ اگر اس
اسکیم کا سلسلہ بلا تغیر و تبدل اپنی موجودہ خوبیوں سے محفوظ
و مسلسل جاری رہے تو عجب نہیں کہ سلطان کے ظل عاطفت
میں صنعت و تجارت کا صیغہ روز افزوں ترقی کے ساتھ
وہ دلفریب فروغ و فتوح حاصل کرلے جو آج کل اُن کی
ہمسایہ وہم پایہ حکومتوں کے صیغۂ تجارت کو نصیب ہے۔"

سررشتۂ معدلت عامہ کے تحت عدالت اور پولیس سے بحث
کی ہے۔ پہلے صیغہ عدالت کے ضمن میں منصلاتی عدالتوں کی تفصیل
دی ہے کہ

"ہر تعلقہ میں ابتدائی عدالت دیوانی و فوجداری۔ اور
ہر ضلع میں متوسط عدالتیں اور ہر صوبہ میں صدر عدالتیں قائم
ہوئیں۔ اور عدالت العالیہ جس کو محکمۃ التمیز یا دوسرے الفاظ
میں ہائیکورٹ کہتے ہیں خاص قسطنطنیہ میں قائم ہے۔ ہر ایک

مقدمہ کا مرافعہ عدالت ابتداسے ضلع میں۔ ضلع سے عدالت صوبہ میں۔ عدالت صوبہ سے عدالت گورنری میں۔ اور عدالت گورنری سے عدالت العالیہ میں۔ اوراس سے وزیرِ عدالت کے اجلاس تک برابر ہوا کرتا ہے جس کی نگرانی یا تو خود پیشگاہ سلطانی میں ہوتی ہے یا مجلس باب العالی میں جہاں تمامی وزراء بحیثیت ممبر و وزیر اعظم میر مجلس ہوتا ہے۔ یہاں کا حکم حکم قطعی یا حکم مختتم سمجھا جاتا ہے۔"

عدالتی عہدوں کے واسطے قابل اشخاص حاصل کرنے کی غرض سے وزارت عدالت کے تحت دو[2] مدرسے قائم تھے یکتب[1] الحقوق (کلیہء قانونی) مکتب[2] نواب (کلیہ قضاۃ)۔

کلیہ ترقی ملک وملت میں تعلیم کو آپ نے جزلاینفک قرار دیا ہے۔ چنانچہ ترکی کی سابقہ پنجصد سالہ تاریخ میں جس کا قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے آپ نے ترکی تعلیم کے متعلق مورخانہ انداز سے نہایت ہی بصیرت افروز مقالہ حوالہ قلم کیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ترکی کی حالیہ تاریخ کے ضمن میں صیغۂ تعلیمات کے متعلق بمقابلہ دیگر صیغہ جات کے ہر ممکنہ تفصیل دی ہے جس کا ہم ایک اجمالی خلاصہ ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

آپ کی تحریر سے واضح ہے کہ سلطنت عثمانیہ میں تعلیم کی دو[2] قسمیں

تھیں۔ ایک تعلیم عام دوسری تعلیم خاص۔ تعلیم عام میں کئی مدارج ہیں۔ تعلیم ابتدائی۔ تعلیم ثانوی۔ تعلیم فوقانی۔ تعلیم اعلیٰ۔ اور ان تعلیمی مدارج کا لحاظ کرتے ہوئے جو مدرسے قائم کئے گئے تھے ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

مکاتب ابتدایہ۔ مکاتب رشدیہ۔ مکاتب ابدادیہ۔ مکاتب اعلیٰ۔

ان میں سے ہر مکتب کے علمی نصاب اور مدت کی صراحت کی ہے تعلیم اعلیٰ کی ۲ دو قسمیں بتائی ہیں تعلیم علمی۔ و تعلیم فنی۔ تعلیم علمی کی پھر ۲ دو قسمیں لکھی ہیں۔ تعلیم ادبیات۔ تعلیم سائنس۔ اور ان دونوں کے نصاب بھی لکھے ہیں۔ فنی تعلیم کے تحت حسب ذیل کالجوں کے نام ہیں۔

مکتب ۱ زراعت (کلیہ زراعت) مکتب ۲ الصناعت (کلیہ صنعت) مکتب ۳ التجارت (کلیہ تجارت) مکتب ۴ الطبابت (کلیہ طبابت) مکتب ۵ الہندسہ (کلیہ انجینیری)۔ ہر ایک کالج کا نصاب مدت تعلیم اور کامیاب طلبا کے تقررات یا برسرکار ہونے کے طریقے تحریر کئے ہیں۔

تعلیم خاص سے مراد ایسی تعلیم ہے جس سے سلطنت کے مختلف شعبوں میں تعلیم یافتہ عہدہ دار بدست ہو سکیں۔ تعلیم خاص کے تحت حسب ذیل کالجوں کے نام تحریر کئے ہیں۔

(۱) مکتب ملکیہ شاہانہ (کلیہ سیول سروس)

(۲) مکتب معدنیات و جنگلات (کلیہ معدنیات و جنگلات)

(۳) مکتب الحقوق (کلیہ قانون)

(۴) مکتب النواب (کلیہ قضاۃ)

(۵) مکتب تعلیم اعلیٰ سفارت (کلیہ سفارت)

(۶) مکتب بحریہ (کلیہ بحریہ)

(۷) مکتب حربیہ (کلیہ حربیہ)

(۸) مکتب لسان (کلیہ السنہ)

(۹) مکتب تار برقی (کلیہ تار برقی)

ان میں سے ہر کالج کے قیام کی تاریخ۔ اُس کا تعلیمی نصاب اور مدتِ تعلیم اور طلبا کی تعداد وغیرہ کے متعلق آپ نے تفصیل سے لکھا ہے۔

سلطان عبدالحمید خاں نے عام و خاص تعلیم کے انتظام تک ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ باصدار منشور تمام امراو اعزہ اور اقربائے حکومت کو پابند کیا کہ ساتؔ برس کے سن سے وہ اپنی اولاد کو تعلیم دینا شروع کریں چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"در ۱۸۸۸ء بذریعہ خط شریف (منشور شاہی) یہ حکم شرف صدور لایا کہ امرا و اعزۂ حکومت اپنی اولاد کو ساتؔ برس کی عمر میں ہر محلہ کے ابتدائی مدارس میں داخل کریں جس کی مدت تعلیم دوؔ برس ہے جب یہاں کی تعلیم سے فراغت

ہو جاتی ہے تو تعلیم رُشدیہ شروع ہو جاتی ہے جس کی
مدت تین برس ہے اور یہ تعلیم مڈل کے برابر ہے۔ اور اس
کے بعد تعلیم ابدادیہ جس کی مدت تعلیم دو برس اور یہ تعلیم انٹرنس
کے برابر ہے۔ بالآخر جب امراء زادے ان مدارس ومدارج
سے فارغ ہو گئے تو ان فنونی وعلمی خاص کالجوں میں سے
جس کالج میں رجحان ومیلان ہو اُس میں شریک ہو جاتے
اور پانچ برس زیر تعلیم رہتے ہیں۔ ماشاء اللہ جب یہاں سے
بھی بازی لے گئے اور سارٹیفکٹ حاصل کر لئے تو بمصارف
حکومت دوسرے ترقی یافتہ ممالک میں بھجوادئے جاتے ہیں
تاکہ وہاں جاکر اُن ممالک کا حال برائے العین مشاہدہ کرکے
طریقہ حکمرانی کو دریافت کرکے یہاں اور وہاں جو کچھ تفاوت
ہو اس کو خوب سمجھیں سوچیں تاکہ جب انہیں حکمرانی کرنی پڑے
تو کار آمد ہوں اور اُن اسباب مابہ الارتقا کی رپورٹ اپنی حکومت
کی وزارت متعلقہ میں دیں جن کا وجود اپنی دولت وسلطنت
میں نایاب ہو غرض تین سال کے بعد ہر ایک علم وفن کے
ذخیرے اور تجربے کو لئے لوائے اپنے ملک کی طرف عود کرتے
ہیں اور جس صیغہ وسررشتہ کی لیاقت اور تجربہ حاصل ہوتا ہے

اُس کی متعلقہ کونسل میں امتحاناً شریک ہوتے ہیں اور پھر
یہاں کے رنگ ڈھنگ دیکھتے بھالتے ہیں۔ اور جب پچیس (۲۵)
برس پر آجاتے ہیں تو رائے دینے کی اجازت ملتی ہے۔
بالآخر برس بھر کے امتحان و تبحّر و تجربہ کے بعد بڑے بڑے
خدمات پر مامور و متعہد ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ مکتب حربیہ سے
چھ سو (۶۰۰) کے قریب۔ مکتب سلطانیہ سے ایک سو (۱۰۰) سے زاید۔
مکتب ملکیہ سے زاید از تین سو (۳۰۰) اور مکتب الحقوق سے
تین سو (۳۰۰) کے قریب و مکتب تعلیم اعلیٰ سفارت سے پچھتّر (۷۵)
و مکتب الہندسہ سے چھ سو (۶۰۰)۔ مکتب بحریہ سے ایک سو پچھتّر (۱۷۵)
مکتب الطبابت سے دو سو چھیانوے (۲۹۶) امراء زادے وغیرہ
خدمات متعلقہ پر ۱۸۹۲ء میں مامور ہوئے ہیں"

اس کے بعد ترکی حالیہ تاریخ ختم ہو جاتی ہے ترکی تاریخ ہی نہیں بلکہ مسودہ بھی ختم ہو کر مضمون ادھورا رہ جاتا ہے۔ یوں تو مضمون نگاری کے کئی طریقے ہیں اور ہر طریقہ مضمون کی نوعیت اور مضمون نگار کی قابلیت پر منحصر ہے مگر مضمون نگاری کا عام اصول جو قدیم الایام سے چلا آرہا ہے اور اب بھی رائج ہے اور وسیع المطالب مضمون میں یہی طریقہ مستحسن بھی معلوم ہوتا ہے اُس کے بموجب مضمون کے تین حصے ہوتے ہیں چہرہ۔ قلب

اور خاتمہ چہرے یا قلب سے مضمون کا مقصد کتنا ہی مترشح کیوں نہ ہو اس کا حقیقی اور جامع اظہار خاتمہ ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ کے مضمون میں جب کہ قلب ہی نامکمل رہا تو نہ خاتمہ لکھنے کی نوبت آئی اور نہ حقیقی مقصد معلوم ہونے کا امکان باقی رہا۔

افسوس ہے کہ جس مضمون کے چہرے میں یہ علمی عظمت ہو اور جس کے قلب میں ایسی تاریخی وسعت وہ بالآخر ناتمام پایا گیا۔ مگر مضمون کے علمی ذوق اور تاریخی دلچسپی کو دیکھ کر جو مسرت حاصل ہوتی ہے وہ اس کے ناقص رہنے کے افسوس سے کہیں زیادہ ہے۔

علمی ترقی کا لحاظ کرتے ہوئے آج کل قوم اور قومیت کے الفاظ ایسے عام ہو گئے ہیں کہ ہر کان اِس سے آشنا اور ہر شخص اس کے مفہوم سے کچھ نہ کچھ آگاہ ہے مگر آپ کا لکچر "مفید القوم" ۱۳۱۵ھ یعنے آج سے (۴۰) برس پیشتر کا لکھا ہوا ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ بی۔ اے خال خال نظر آتے تھے میٹریکیولیٹ کا طوطی بول رہا تھا۔ مڈل پاس خاص عزت و وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ ایسے زمانہ میں اور ایسا شخص۔ ایسا مضمون۔ اور اس پیمانہ پر لکھتا ہے جس کے لئے اس کے پاس علمی سرمایہ میں کچھ تو قدیم فلسفہ ہے اور کچھ جدید اور قدیم تاریخیں یا ان کے ترجمے۔ بایں ہمہ جو کچھ لکھا ہے گو اب اس کی وہ

قدر و قیمت نہیں جیسا کہ اُس زمانے میں تھی جب کہ یہ لکھا گیا تھا۔ مگر اب بھی اس کی اضافی حیثیت اور اس کی علمی اصطلاحوں اور قدیم فلسفیانہ مذاق کی رعایت ملحوظ خاطر رکھ کر پڑھا جائے تو مفاد اور دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ اِس تنقید کے بعد آپ کا لکچر "مفید القوم" بجنسہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رازہا ہست بسے محرم اسرار کجا

حضرات

آپ صاحبوں پر غالباً روشن ہوگا کہ قومی اتحاد واتفاق کی علت غائی کیا ہے اور اس سے ملک اور اہل ملک کو کہاں تک تمتع وانتفاع حاصل ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ قومی اتحاد واتفاق وہ شئے ہے جس سے نہ صرف تحفظ حقوق ونفوس متصور ہے بلکہ ملک وملت کی سرسبزی وشادابی دولت مندی واقبال مندی اُس کے وجود پر موقوف ومنحصر ہے۔

گو اس بحث کے متعلق محققین سلف نے بڑی بڑی تشریحات کیں مگر میں بوجہ اس کے کہ کہیں طول کلامی نہ ہو

اُس سے صرف نظر کر کے اس موقع پر صرف اُنہیں اقوال پر استدلال کرتا ہوں جن پر اُن کا اجماع و اتفاق ہو چکا ہے۔

قبل ازینکہ قومی اتحاد و اتفاق اور اُس کے اسباب اور اُس کے حدود بیان کئے جائیں اس محل پر مناسب یہ سمجھا جاتا ہے کہ قوم کی تعریف کی جائے۔

جاننے کہ قوم لفظاً مفرد معناً جمع ہے جس کا اطلاق باعتبار تعین و غیر تعین افراد قلیل و کثیر پر ہوا کرتا ہے بصورت اولیٰ خاص ہو جاتا ہے و بصورت ثانی عام۔

گو کہ اس کا استعمال بلحاظ نسل و خاندان۔ مذہب و ملت۔ پیشہ و کسب ہوا کرتا ہے مثلاً مغل۔ پٹھان۔ شیخ۔ سید۔ برہمن۔ چھتری۔ ویش شودر بلحاظ نسل و خاندان۔ سنی۔ شیعہ۔ مقلد۔ غیر مقلد۔ وشنو سمارتھ۔ راما نوج۔ بھاگوت برعایت مذہب و ملت۔ اہل سیف۔ اہل صنعت و حرفت وغیرہ بلحاظ پیشہ و کسب ہر ایک ایک قوم کہی جاتی ہے۔

اور کبھی تمامی ملکی باشندے بلا رعایت مذہب و ملت و بے اعارہ نسل و خاندان باعتبار اتحاد اراضی مسکونہ و ملک بالاستیعاب قوم سے تعبیر کئے جاتے ہیں چنانچہ افغانی۔

خراسانی۔ ایرانی۔ ہندوستانی۔ عرب یوروپین وغیرہ وغیرہ۔

مگر بیدار مغز عظیم الشان شاہ ہندوستان محمدؐ جلال الدین اکبر کا طرزعمل جس کو مدبران یورپ نے اپنا ایک بڑا مفید وباعزاز قانونچہ ٹھہرایا ہے۔ صاف صاف بتلارہا ہے کہ اُس نے باعتبار اتحاد حکومت بلا رعایت مذہب وملت و بے اعارہ نسل وخاندان لفظ قوم میں اُن تمام اشخاص کو داخل کیا ہے کہ جن کا ملک مسکونہ ایک ہی نہ ہو بلکہ وہ ایک حکومت کے محکوم ہوں عام ازینکہ مسلمان ہوں یا ہنود۔ عرب ہوں یا یہود۔ پس عموماً باعتبار اتحاد ملک خصوصاً باعتبار اتحاد حکومت ایک قوم سمجھی جاتی ہے"

جب قوم کی تعریف معلوم ہو چکی تو اب یہ دیکھنا چاہئیے کہ اتحاد واتفاق عموماً کن اسباب سے پیدا ہوتا ہے اور کس حد تک ہونا چاہئے کہ جس سے قوم قوم واحد کی مصداق ہو۔

پیش ازینکہ اُس کے اسباب مجملاً بتادئے جائیں یہ کہدینا مناسب سمجھتا ہوں کہ محبت جس کا مبداء انس ہے من حیث الحقیقت کیا شے ہے اور اس کا تعلق کس چیز سے ہے۔

اس بحث کے متعلق محققین ومدبرین سلف نے بہت

کچھ تحقیقات کی۔ کوئی کہتا ہے کہ محبت بالطبع ہے اور کوئی اُس کے سریان کا قائل ہے اور ہر ایک اپنے دعوے کے ثبوت میں اقوال مستدلہ پیش کرتا ہے مگر غور کیا جاتا ہے تو دونوں کلام ماحصل ایک ہی پایا جاتا ہے۔ چونکہ انسان کی اصل فطرت میں استعداد کمال بالقوہ موجود ہے تو بالطبع وہ محتاج اس امر کا ہوگا کہ اُسے بالفعل حاصل کرے اور اس کا حصول بلا امداد و اعانت احد الطرفین محال و ممتنع الوقوع ہے اور امداد بلا اجتماع غیر ممکن۔ اور اجتماع مخصوص تالیف پر موقوف۔ لہذا ہر فرد انسان اپنی تکمیل کے متعلق بالطبع محتاج و مشتاق اجتماع ہے پس اِس خواہش اجتماع کا نام محبت ہے۔ اور محبت عموماً افراد انسان میں بالاسباب پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ اسباب بنظر مقاصد انسان جو تمدن سے پیدا ہوتے ہیں چار ہیں۔ لذت محض۔ نفع محض۔ خیر محض یا مرکب اِن تینوں سے۔

گو یہ اسباب من حیث التعرید والترکیب انسان کی باہمی محبت کے باعث ہوتے ہیں مگر قومی اتفاق کے متعلق عموماً اتحاد نسل و خاندان۔ مذہب و ملت۔ ملک و زبان خصوصاً

اتحاد مقاصد و اغراض ایک بڑا معین مانا گیا ہے۔ اور ہر ایک قوم اُس وقت قوم واحد یا متفقہ کی مصداق ہوگی جب کہ اُس کے افراد میں باہمی محبت و الفت اس حد تک قوی ہو جو ایک دوسرے کی راحت و مسرت اور رنج و الم میں عام ازیکہ اخلاقی ہوں یا طبعی۔ قدرتی ہوں یا تمدنی شریک ہو (جس کو ہمدردی کہتے ہیں) اور اس ہمدردی کی وجہ سے ہر ایک قول و فعل عام ازینکہ متعلق بجلب منفعت ہو یا دفع مضرت متفق علیہ عمل میں لاوے۔ چنانچہ اس کو واجب التعظیم حکیم ابوالفتح گیلانی و حکیم ہمام برگزیدہ دانشمندان ہندوستان اور مسٹر بنتھم حکیم آخرالزماں انگلستان نے بھی تسلیم کیا ہے۔

جب اس سے اتحاد و اتفاق کے اسباب اُس کی حد اور قوم واحد کی تعریف روشن ہو چکی تو یہ امر قابل ملاحظہ ہے کہ قوم کو کن ابواب میں اتفاق کرنا چاہئے جس سے قوم کی بہبودی و اقبال مندی راحت و مسرت متصور ہو سکے۔ ہر چند کہ اس بحث کے متعلق محققوں نے بڑی بڑی موشگافیاں کیں کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ بتلاتا ہے مگر اس موقع پر میں وہی ابواب مابہ الاتفاق بیان کرتا ہوں جو سلسلۂ واجب التعظیم

ابوالفتح گیلانی سے ہے وہ یہ ہیں ترقی۔ محافظت"۔

اب ملاحظہ طلب یہ امر ہے کہ ترقی و محافظت کیا ہیں اور کن شرائط و لوازم پر موقوف و مشروط ہیں اور ان دونوں اصول کی نسبت قوم کو کیا کرنا ہوگا اور حکومت کے کیا فرائض ہوں گے۔

چونکہ یہاں اس قدر گنجائش نہیں کہ ترقی و محافظت کے عام لوازم اور قوم و سلطنت کے عام فرائض کی تفصیل سے طوالت دی جائے لہذا صرف اس قدر کہہ دینا کافی ہوگا کہ واجب التعظیم مصنف نے لفظ ترقی جو استعمال کیا ہے وہ ایک ایسا جامع و بسیط لفظ ہے کہ جس میں وہ جملہ ابواب داخل ہیں جو قومی دولت و ثروت اور سلطنت کی طاقت و اقبال کے باعث ہیں اور اس کے مفہوم میں وہ تمامی کمالات عام ازینکہ علمی ہوں یا عملی۔ حرفتی ہوں یا صنعتی داخل ہیں۔ اور جب قوم علم و عمل حرفت و صنعت اور اُس کے لازمی ذرایع کو اِس قدر توسیع دے کہ جہاں تک عقل سلیم اس کی مقتضی و موید ہو تو کہا جائے گا کہ قوم نے ترقی کی۔

ترقی مخصوص دو شرط پر مشروط ہے۔ شائستگی۔ انتظام۔ شائستگی کے مفہوم میں نہ صرف وہ اوصاف محدود

متعلقۂ ترقی بلکہ وہ اوصاف غیر محدودہ بھی داخل ہیں جن پر فضیلتِ انسانی موقوف و مکفول ہے۔ اور فضیلت انسانی اُن قوائے ثلاثہ کی تہذیب پر محول ہے جس کا وقوع و وجود ہر نفس انسانی میں بالقوہ موجود و مفطور ہے اور وہ یہ ہیں۔

قوۃ عقلی۔ قوۃ غضبی۔ قوۃ شہوی۔

قوۃ عقلی کو نفس ملکی۔ اور قوۃ غضبی و شہوی کو قوائے حیوانی بھی کہتے ہیں

قوتِ اوّل الذکر مبدائے فکر و تمیز اور قوائے مابعد الذکر مقتضی تلذذ و تسلط۔ ترفع وغیرہ ہیں۔

قوۃ عقلی کی تہذیب سے فضیلت معتدلہ حکمت اور قوۃ غضبی و شہوی کی تہذیب سے فضائل معتدلہ عفت و شجاعت اور ان فضائل ثلاثہ کی ترکیب و امتزاج سے اور ایک صفتِ مجموعی بھی پیدا ہوتی ہے جس کو عدالت کہتے ہیں۔ علم و عمل مستلزم حکمت اور حکمت مستلزم عفت و شجاعت اور عدالت ہے۔

پس باعتبارِ قوائے ثلاثہ کہ درحقیقت و نفس الامری افعال ارادی ہیں ہر شخص یا ہر قوم تین قسم پر منقسم ہوگی۔ عاقل

عاقل۔ جاہل۔

عاقل وشائستہ وہ شخص یا وہ قوم مانی جائے گی کہ جب اُس کے افراد نہ صرف قوائے حیوانی کو مطیع ومغلوبِ نفس ناطقہ کریں بلکہ ان قوائے ثلاثہ کی تہذیب واعتدال سے جو لازمی صفات مترتب ہوں حاصل کریں۔ اور غافل و نامہذب وہ شخص یا وہ قوم سمجھی جائے گی کہ باوجود قوائے حیوانی کے بساطِ عقل سے قدم باہر نہ رکھے لیکن قوۂ عقلی اُس درجہ کی تہذیب سے قاصر رہے کہ جس پر فضیلت حکمت منحصر ہے۔ اور جو شخص یا قوم مغلوب قوائے حیوانی ہو جس سے قوۂ عقلی مفقود یا مغلوب ہو جائے تو وہ جاہل (وحشی) قرار دی جائے گی۔

اِس میں کچھ شک نہیں کہ شائستگی دراصل تہذیب قوائے ثلاثہ ہے مگر محققین فنِ سیاست نے شائستگی میں صرف وہی اوصاف داخل کئے ہیں جو ترقی اور اس کے بقا و قیام کے متعلق لازمی ہیں وہ یہ ہیں۔ ذکاوت۔ ذہانت۔ سرعتِ فہم۔ حسنِ تعقل۔ فکر۔ محنت۔ اولوالعزمی۔ عاقبت اندیشی۔ کفایت شعاری۔ یہ سارے اوصاف قوۂ عقلی کی

تہذیب پر منحصر اور اس کے متعلق علم و عمل مستلزم۔ اور علم و عمل کے لئے دو امر لازم و ملزوم ہیں تعلیم و تربیت۔ آسودگی و امنیت۔

تعلیم و تربیت کی تین قسمیں ہیں بدنی۔ نفسانی۔ مدنی۔ تعلیم بدنی میں حفظِ صحت۔ اور جسمانی طاقت و قوت تعلیم نفسانی میں تہذیب۔ اخلاق۔ اور تعلیم مدنی میں نظام حال ملت و دولت اور نظم امور معاش و جمعیت داخل ہے۔

آسودگی و امنیت تحفظ حقوق پر موقوف ہے اور ان حقوق کی عام ازینکہ متعلق بجان و مال ہوں یا عزت و آبرو دو قسمیں ہیں متعلق بالحکومت متعلق بالتمدن۔

متعلق بالحکومت وہ حقوق ہیں جو قوم و حکومت کی نسبت ہوا کرتے ہیں۔ اور متعلق بالتمدن وہ حقوق ہیں جو رعایا میں باہم پیدا ہوتے ہیں پس ان دونوں امر کا وجود انتظام سے اور انتظام حکومت سے وابستہ ہے۔

اس بحث سے روشن ہوگا کہ دولت و ثروت کا مدار ترقی اور ترقی کا موقوف علیہ شائستگی اور شائستگی تعلیم و تربیت اور آسودگی و امنیت پر منحصر ہے جس کے متعلق قوم و حکومت کی توجہ و معاونت

لازمی ہے۔ تاوقتیکہ قوم میں اتفاق اور حکومت میں انتظام نہ ہو ممکن نہیں کہ قوم میں ترقی اور حکومت میں اقبال مندی پیدا ہو۔ پس اتفاق متعلق بالقوم و انتظام متعلق بالحکومت ہے۔

جب اتفاق متعلق بالقوم ہے تو قوم پر واجب ہوگا کہ شائستگی کے متعلق بالاجماع اتفاق کرے اور اپنی مجموعی قوت سے علوم و فنون اور صناعیوں کی تکمیل و تحصیل و اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو جائے۔ جس قوم نے شائستگی اور ترقی کی نسبت بالاجماع اتفاق کیا اور علوم و فنون کے اکتساب و اشاعت میں کوشش کی بہ نسبت اور اقوام کے بڑی دولتمند رہی چنانچہ گزشتہ زمانے میں عموماً قوم یونان۔ ایران۔ روم۔ مصر اور یہود۔ خصوصاً قوم عرب اور زمانہ حال میں عموماً یورپ خصوصاً فرانس و انگلنڈ۔

اگرچہ قوم عرب سبوعیت و بہیمیت کی وجہ ایسی مغلوب النفس تھی کہ جس سے حق و باطل میں امتیاز نہیں کر سکتی بات بات پر الجھتی خانہ جنگیاں برپا کرتی اور اکثر جان پر کھیل جانے کو ایک دل لگی سمجھ گئی تھی۔ چنانچہ اونٹ کی چرائی گھوڑے کی روک ٹوک پر ایسے باہمی تنازعات

برپا ہوئے کہ جن کا سلسلہ ایک صدی تک نسلاً بعد نسل جاری رہا اور ایک لاکھ کئی ہزار جانیں تلف ہو گئیں۔

مزید برآں جس نے اپنی شمشیر خوں ریز کو آب دی ساتھ ہی تجربتہً اُس برگشتہ بخت اور اجل کے مارے پر ایک وار چلا دیا جو سامنے ہو لیا۔ اس پر لطفِ خاص تو یہ کہ جس تماشائی نے مظلوم و مقتول کی لاش کو دیکھا بجائے افسوس قاتل کے ہاتھ کی صفائی پر مرحبا و حبذا کا نعرا مارا غرض یہ ساری بُرائی اور بیرحمی اُن کی ذات میں تو موجود تھی مگر تھا کیا کہ بہ نسبت دوسری اقوام کے تیز۔ چالاک۔ بدن کے قوی۔ دل کے مضبوط۔ محنتی۔ جفاکش۔ بہادر اور جنگجوئی میں ایسے مشّاق کہ کوئی قوم سر بر نہیں ہو سکتی تھی۔ حمیّت و عصبیت کا یہ عالم تھا کہ جب کسی بہادر قوم یا ملک کا نام آتا تو اُن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو جاتا۔ اسی حمیت کا سبب تھا کہ قریب گیارہ صدی تک اپنے رتیلے ویران پہاڑی جزیرہ نما ملک میں خود مختار و مطلق العنان رہی۔

جب ہمارے رسولِ امیں باعثِ ایجاد تکوین فخرِ آدم حضرت محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ مبعوث ہوئے

تو آپ کی بعثت سراپا خیر و برکت سے نہ صرف اُس قوم کی ظلمت کی قلعی کھل گئی اور حق و باطل میں امتیاز پیدا ہو گیا بلکہ آپ کی حکمت بالغہ کی بدولت ان کا جہل و نفاق علم و اتفاق سے۔ ان کی وحشت اور بربریت۔ اہلیت و انسانیت سے تبدل ہو گئی۔ اور وہ سارے رسم و رواج آبائی و حرکات و سکنات جہلائی جو ہزارہا سال سے اس قوم میں مدون و متداول تھے کالعدم ہو گئے۔ اور پھر تو اُن میں وہ باہمی تالیف و مدارات اور صلح پسندی پیدا ہو گئی کہ اگر ساری قوم کو شخص واحد سے نسبت دی جائے تو غالباً مبالغہ نہ ہوگا۔ بالآخر اس قوم میں دو امر پر اتفاق ہوا ترقی علم و فن ۔ فتوحات ملک و تمدن۔

امر اول (علم و فن) کے متعلق اس قدر کہہ دینا کافی ہوگا کہ منجملہ قبائل متعددہ کے کسی نے تو صناعی۔ دستکاری۔ کشاورزی اور تجارت پیشگی میں، اور کسی نے ریاضی۔ طبیعی۔ فلسفی۔ کیمیائی وغیرہ علوم میں روزافزوں ترقی کی داد ہی نہ دی بلکہ بہت سارے علوم و فنون جن کو اس زمانے کی قومیں اپنی مخترعات سمجھتی ہیں وہ انھیں کی ایجادیں ہیں

جن سے علاوہ علوم و فنون بالا اسباب تمدن۔ طرز معاشرت۔ انتظام مدن اور آئین سیاست میں نہ صرف اہل فرنگ۔ بلکہ سارے جہان کی اُستاد و ادب آموز بن گئی۔ چنانچہ مسٹر سدیو مورخ فرانس نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ۔

"قومِ عرب ایسی فاتح الاقوام تھی کہ جس پر کوئی قوم غالب نہ ہوئی بلکہ ساری سلطنتیں سر جھکاتی تھیں جس زمانے میں یہ قوم ایک بڑے استقلال و استقامت کی حالت میں تھی اُس زمانے میں اور اور قدیم سلطنتیں ایک بڑے تزلزل و انتشار کی حالت میں تھیں۔ اور جب اس قوم میں ایک نبی محمدؐ عربی (صلعم) مبعوث ہوئے تو آپ نے تمام اقوام کو قوم واحد بنا دیا جس سے سب کے سب کا مسلک ایک ہو گیا۔ پھر تو اس قوم نے اپنی مملکت کے پیر کچھ ایسے پھیلائے کہ اسپین کے دریائے تاج   ـند کی دریائے قانج تک جا پہنچی اور اپنے تمدن اور سیاست کی خوبی کے جھنڈے اونچے اونچے میناروں پر گاڑ دیئے۔ اور ان کی بیدار مغزی سارے کمالات انسانی میں ساری

وطاری ہوگئی جس سے اُن کی صناعیوں اُن کی ایجادوں کا شہرہ یورپ تک پہنچ گیا۔ اُن کی عمارتوں کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے بڑے کاریگر اور صناع تھے۔ جس وقت طب۔ کیمیا۔ زراعت۔ فلاحت۔ تاریخ طبعی اور سارے علوم طبیعیات ان کے ہاتھ آگئے تو انہوں نے اور کمالات کو مستزاد کردیا۔ حالانکہ بخلاف علوم عقلیہ ایسے علوم وفنون کے اکتساب میں انہیں توجہ نہ تھی تاہم من ابتدائے قرن نہم لغایتہ قرن یازدہم ایسی چھان بین کی جس سے ان میں ازسرنو ایک عجیب رونق پیدا ہوگئی بغداد۔ بصرہ۔ سمرقند قیروان۔ مصر۔ فارس۔ غرناطہ۔ قرطبہ۔ اصفہان علوم وفنون اور صناعی کے مرکز مانے جاتے تھے۔ جہاں کہیں کمالات علمی وفنونی وصناعی پھیلے ان ہی شہروں سے پھیلے۔ اور یہاں کے باشندے علوم وفنون اور تمامی کمالات میں ایسی بازی لے گئے تھے کہ یورپ کے عیسوی عالم وشاعر جب تک اُن سے تلمذ اور خوشہ چینی نہ کرتے تو ان کی لیاقت مسلم الثبوت نہ ہوتی۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں یورپ کی قوموں کو جہل کی ظلمت سے علم کے اُجالے میں آنا اور دریائے وحشت سے

یا را اُترنا غیر ممکن الوقوع تھا۔

غرض قوم عرب کی علمی ترقیاں جہاں تک ہمیں معلوم ہیں گویا عرب کی اُس اصلی فضیلت کا ایک شمہ ہے جس کا آج تک ہمیں علم ہی نہیں۔ اور علوم و فنون اور دیگر کمالات جو یورپ کی قوموں نے حاصل کئے قوم عرب سے ہی حاصل کئے۔ اور اب بھی قوم عرب ہمارے سارے فضل و کمال کا سرچشمہ ہے۔ اور جن کمالات کو ہم سمجھتے تھے کہ یہ دوسری اقوام کے ایجادات ہوں گے اب ہمیں ان کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ در اصل اُن کے موجد و مخترع اہل عرب ہی ہیں اور تمامی کمالات علمی۔ عملی۔ فنونی۔ صناعی۔ دست کاری۔ طرز تمدن۔ طریقہ معاشرت۔ آئین سیاست میں وہ ہمارے معلم اور ہم ان کے متعلم ہیں"۔

مسٹر ہنری ساکن اسکاٹلنڈ نے اپنے لکچر میں لکھا ہے کہ۔

"جس طرح آفتاب اپنی ضیا بخش چمک دمک سے تمام عالم پر روشن ہے اور جس سے کسی فرد بشر کو انکار وا یا نہیں۔ علیٰ ہذا اقوام عرب کی تعجب خیز علمی و فنونی ترقی

اور حیرت انگیز فتوحات و کشور کشائی بھی سارے عالم پر ظاہر ہے جس سے کوئی منصف مزاج یورپین منکر نہیں ہوسکتا۔ اور نہ اس سے بھی کسی کو انکار ہے کہ قوم عرب کی علمی و فنونی شعاعیں ممالک یورپ کو ظلمت جہل سے اُجالے میں لائیں جس سے یورپ کی مختلف قومیں اپنے نام مثل ستاروں کے آسمان پر لکھ رہی ہیں۔ تہذیب و شائستگی میں بھی دنیا کی تمام قوموں کی سرتاج ہے۔ چونکہ قوم عرب کی علمی و فنونی ترقیات اور ملکی فتوحات کے ثبوت میں متعدد تواریخ موجود ہیں جن کی تکرار کی ضرورت نہیں لہٰذا قوم عرب کے طرز تمدن اُن کے اخلاق و عادات اُن کی بیدار مغزی اُن کی سیاست و انتظام ملکی بیان کیا چاہتا ہوں جس کو دوسروں نے لکھا ہی نہیں اگر لکھا بھی ہے تو ایسے مجمل و مہمل طور پر جس سے صاف و صریح تعصب و ناانصافی مترشح ہوتی ہے۔"

اس کے بعد مصنف لکھرار نے تقریباً سو صفحہ میں قوم عرب کے عام اخلاق و عادات کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر میں اس موقع پر صرف اُس فقرے کو گوش گذار کرتا ہوں۔

جہاں لکچرار نے قوم عرب کے آئین سیاست عدل و نصفت
پر اختتام کیا ہے۔

وہو ہٰذا

"قوم عرب کو اوصاف ماسبق میں ایسا توغل و تفوق
حاصل تھا کہ اہل یورپ کو نصیب ہی نہیں۔ اُن کے اخلاق
و مروت اُن کی فیاضی اُن کی قومی ہمدردی اُن کے عدل و نصفت۔
اُن کے آئین سیاست مصر و اسپین کی سرسبزی سے روشن ہو گئے
جس کو انھوں نے کیسی خراب و خستہ حالت میں پایا اور پھر
کس اعلیٰ درجہ کی سرسبزی و شادابی و آبادی کا مرکز بنا دیا۔
ملک مصر کا محاصل اُن کے رسول کے جانشین دوم کے
زمانہ میں چودہ ملین دینار تک پہنچ گیا تھا جس کے ستر کروڑ
فرنکا (یعنے فرانک جو فرانس کا ایک نقروی سکہ ہے۔م)
ہوتے تھے۔ اور منجملہ رقم مذکورہ انیس ۱۹ کروڑ پندرہ ۱۵ لاکھ فرانک
خزانہ عامرہ میں داخل ہوتے تھے۔ اور اسپین کا محاصل
(۸۰) کروڑ (۱۳) لاکھ فرانک تھا جس میں سے بعد منہائی
مخارج نظم مملکت بیس ۲۰ کروڑ دو ۲ لاکھ فرانک خزانہ عامرہ میں
جمع ہوتے تھے۔ اور ۱۵۱۷ء یعنے سلطان سلیم اول شاہ ترکی کی

فتحیابی کے زمانہ سے اب تک شاہان ترک سے ہر
سلطان نے اپنے عہد حکومت میں مصر کی سرسبزی و شادابی
کے متعلق بڑی بڑی تدبیریں کیں اور دماغی قوتیں صرف کیں۔
مگر (۵۰۷) لاکھ پونڈ سے (جو سات کروڑ پچاس لاکھ روپیہ کے
مساوی ہونا لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں
پونڈ کا نرخ دس روپیہ کلدار تھا) ایک پائی کی بھی افزایش
نہیں پائی جاتی حالانکہ زمانۂ ابتدا میں اس کا محاصل
چارگونہ بڑھا ہوا تھا۔

ملکِ اسپین میں ۱۴۹۲ء سے اب تک جس کو تین
صدی سے زیادہ عرصہ ہوتا ہے مختلف خاندانی حکام فرمانروا
رہے اور ہر ایک نے اپنے عہد حکومت میں مالی ملکی محاصل
کے متعلق بڑی بڑی کوششیں کیں اور کر رہے ہیں۔ بہت
سارے مضافات اِس میں ضم کر دیے گئے اور اقسام
کی جائداد کے ٹکس ٹھرائے گئے اور جواہرات کے معدنیات
برآمد بھی ہوئے تو بھی اس کا محاصل پچاس کروڑ فرانک
ہی رہا۔ بخلاف اس کے عہد اسلام میں تو کوئی ٹکس کا قاعدہ
تھا نہ معدن نکلے تھے تاہم اس کا محاصل بہ نسبت زمانہ حال کے

دو حصہ مزید فیہ تھا۔"

امر دوم (قوم عرب کے فتوحات ملک و مدن) کے متعلق اس قدر کہہ دینے پر اکتفا کرتا ہوں کہ ان کی علمی و تمدنی ترقیاں جس طرح تعجب خیز ہیں علیٰ ہذا ان کی ملکی فتوحات بھی حیرت انگیز ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ انہوں نے علاوہ مقبوضہ موروثی کے اپنی سلطنت کو قریب دو ہزار فرسخ کی توسیع دی اور اُن کے فتوحات و کشور کشائی کا سلسلہ تیسری صدی تک جاری رہا جس سے نہ صرف دمشق سے پورتگال کی سرحد اور ایشیائی کوچک و قسطنطنیہ۔ وتانہ۔ اندلس۔ دوسط فرانس بلکہ مشرقی جانب ایران سے ہندوستان تک ان کے ممالک محروسہ میں داخل ہو گئے اور سلطنت اسلامیہ قائم ہو گئی۔ چنانچہ شیخ احمد زرانی مصری نے قرۃ العیون (جس کو فرانسیسی زبان سے ترجمہ کیا ہے) میں اور وزیر اعظم فرانس نے تاریخ دروی میں لکھا ہے کہ۔

"مسلمانوں نے آٹھ سال کی مدت میں جتنے ملکوں پر فتح فاش پائی رومی تو رومی بلکہ متعدد قومیں بھی کیوں نہ ہوتیں اگر متفق ہو جاتیں تو بھی ممکن نہ تھا کہ اس مدت قلیل میں اتنے

ممالک کثیر کامیاب ہو جاتیں"۔

اور ایک مورخ فرانس نے بحوالۂ تاریخ ابن خلدون لکھا ہے کہ۔

"ان کی ملکی فتوحات کا موازنہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اہل اسلام ایک صدی میں اس قدر غیر محدود ممالک پر قابض ہو گئے تھے کہ جن کا محاصل ایک پدم چالیس کروڑ سکۂ فرانس تھا جس کو فرانک کہتے ہیں"۔

یورپ کی اقوام قبل ازینکہ مہذب اور شائستہ ہوں ظلم و جہل کی تاریکی میں ایسی مبتلا رہیں کہ اُن کی رہنمونی متعسر الوقوع تھی۔ چنانچہ اس کی تصدیق کے لئے خود انہیں کی تاریخیں جو اس وقت ہماری پیشی میں موجود ہیں کافی ووافی ہیں۔ جس زمانہ میں قوم عرب سارے علوم و فنون سے فارغ ہو گئی تھی تو اُس زمانے میں قوم یورپ الف ابجد سے بھی واقف نہ تھی۔ جس زمانے میں وہاں تہذیب و شائستگی کا آفتاب رو بہ نصف النہار تھا تو اُس زمانہ میں جہل و نفاق کی تاریکی نے قوم یورپ کو ڈھا تک لیا تھا۔ جب وہاں سکۂ عدل و انصاف رائج ہو گیا تھا

تو یہاں ظلم و ستم کا بازار نمونۂ حشر و کھلا رہا تھا۔ چنانچہ صرف سحر کے وہم و گمان پر تین لاکھ اکیس ہزار جانیں تلف ہو گئیں جس سے کئی ہزار آدمی زندہ در گور اور کئی ہزار نذر نار و وقف قید و قتال ہو گئے۔

۱۰۹۰ء میں پطرس نامی ایک عیسوی پادری نے بر بناء جوش و ولولہ مذہبی بعزم تسخیر بیت المقدس جنگ و جہاد کی بنیاد قائم کی جس میں بہت سارے فرانس اور اٹلی والے صلیب پرستوں نے پادری صاحب کی تحریک پر متفق العناں ہو کر بدفعات اہل اسلام کے مقابل میں بڑی بڑی یورشیں برپا کیں جس کا آخری نتیجہ ہوا کہ ۱۲۷۰ء تک چالیس لاکھ سے زیادہ عیسائی مارے گئے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ بلحاظ سنین مصرحۃ الصدر ایک سو اسی ۱۸۰ سال تک فریقین میں بڑی بڑی حملہ آوری و معرکہ آرائی رہی۔ مگر اس عرصۂ مدت میں اہلِ یورپ عرب کے ہاتھوں ایسے زیر مشق رہے جس سے قواعد فوج کشی و معرکہ آرائی اور بہت سارے علوم و فنون ایجادی و اختراعی میں بڑے بڑے تجربات حاصل کر لئے۔ چونکہ ان کا ستارہ

اوجِ اقبال پر تھا اس لئے اٹلی۔ فرانس۔ جرمن۔ انگلینڈ۔
میں یہ بات قرار پائی کہ مثل اہلِ اسلام اپنے ممالک میں بھی
علوم و فنون شایع کریں۔ پس اسی بنیاد پر ۱۲۴۵ء میں انہوں
نے اپنے ممالک میں سوسائیٹیاں قائم کیں اور ہر ایک سوسائٹی
سے ہزار ہا طالب علم سوسائٹی کے اخراجات سے مصر۔ بغداد
دمشق۔ بصرہ۔ قرطبہ۔ غرناطہ کے مدارس میں داخل ہونے
اور کمالات علمی حاصل کرنے اور اپنی زبان میں ترجمہ کرنے
اور اپنے ملکوں میں مدارس کھولنے لگے حتیٰ کہ انہیں علوم
وفنون ایجادی واکتسابی کے قیاس واساس پر اپنی قوت
جودت۔ زورِ طبیعت اور ذہن و ذکاوت سے اور اور ایجادات
ومخترعات کے بھی موجد و مشاہیر مشاق و ماہر بن گئے حتیٰ کہ
آج روئے زمین پر کوئی اُن کا سہیم و عدیل نہیں رہا۔
اس مختصر تاریخی بیان سے روشن ہوگا کہ اقوام متذکرہ صدر پیشتر
ازینکہ مہذب ہوتیں دریائے توحش میں ایسی متلاطم تھیں کہ جن کا
پار اُتارنا ناممکن تھا۔ جب زمانے نے اتفاق کا رنگ ڈھنگ
جمایا ملک میں رفاہ و امنیت قوم میں تعلیم و تربیت اور علوم و
فنون کی اشاعت ہونے لگی تو قوم نے تمدن و تنعم میں جو

حیرت انگیز ترقیاں حاصل کیں اسی اتفاق و یک دلی کے اُصولِ ترقی پر مصداق ہے۔ ؎

دولت ہمہ ز اتفاق خیزد
بیدولتی از نفاق خیزد

جب اِس سے قومی فریضہ متعلقہ ترقی (اتفاق) مع فواید و نتائج کما ینبغی روشن ہو چکا تو اب اِس امر کی ضرورت ہوئی کہ وہ دوسری شرط متعلقہ ترقی بیان کی جائے جس کا تعلق حکومت سے ہے وہ کیا ہے انتظام ہے۔

پیش ازینکہ انتظام کی تعریف بتلا دی جائے اس امر کا اظہار کر دینا مناسب سمجھا جاتا ہے کہ قوم محکوم کی ترقی حکومت کی بہبودی و اقبال مندی کے لئے کس درجہ تک مفید مانی گئی ہے اور اُس کے متعلق حکومت کس طرح موید ہوتی ہے۔

اِس کے متعلق مسٹر بلیکسٹن نے باتباع ہوبس لکھا ہے کہ۔

"یہ امر من مسلمات سے ہوگا کہ ہر دولت و حکومت کا اصل مقصود اقبال و استقامت ہے تو ہر قوم و ملت کا دلی

نشاء راحت و مسرت ہوگا پس طرفین کے مقاصد کی تکمیل کے لئے قومی ترقی لازمی ہے" اور ترقی کا لازمہ حکومت ہے مثلاً حکومت جس سے مراد جماعت حکام یا حاکم واحد کے مجموعی اختیارات ہیں بمنزلہ ایک کل کے ہے تو قومی شائستگی مثل اُس قوت محرکہ کے ہوگی جس سے وہ کل بخوبی چل سکے۔ پس قومی شائستگی قومی ترقی کے دو سبب ہیں۔ اطمینان و امنیت تعلیم و تربیت۔

سبب اول بناء حکومت میں داخل ہے اور سبب ثانی گو بناء حکومت میں داخل نہیں مگر چونکہ قوم و حکومت کے اغراض و مقاصد کے لئے اُس کا وجود مستلزم و متلازم ہے لہٰذا متعلق بالحکومت والا انتظام ہے۔ اور انتظام اُس عملی تدبیر اور کارروائی کو کہتے ہیں جو قوم و حکومت کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے موضوع ہو مگر عند المحققین اُس کی جامع و بالغ یہ تعریف قرار پائی ہے کہ گروہ محکوم میں نہ صرف موجودہ محاسن و مصالح رہیں بلکہ وہ مصالح و محاسن بھی پیدا ہو جائیں جو قوم و حکومت کے اغراض و مقاصد کے لئے درکار ہوں پس ہر مہذب حکومت یا ہر انتظام سیاست گروہِ محکوم کی ترقی کیلئے

من وجہ الاثنین مفید و موثر ہے۔

بوجہ تعلیم و تربیت (جس کا اثر قوائے ظاہری و باطنی پر ہوتا ہے) تہذیب و شائستگی کا ذریعہ ہے۔ اور

بوجہ تنظیم و تحفظ (جس کا اثر معاملاتِ مدنیہ پر ہوتا ہے) اطمینان و امنیت کا واسطہ ہے۔

وجہ اولیٰ کے متعلق نہ صرف سررشتہ اشاعت موضوع بلکہ سررشتہ تعلیمات بھی مفتوح ہے سررشتہ اول الذکر اُن جرایم وسقایم کے انسداد کا باعث ہے جس کا تعلق بالارتکاب یا بالفعل ہو تو سررشتہ آخر الذکر اُن قبائح کے دفعیہ کا باعث ہوگا جس کا تعلق بالاستعداد یا بالقوۃ ہو جس سے عقل۔ اخلاق۔ عمل اور کارگزاری کی تکمیل ہوتی ہے اوران ہردو سررشتہ حیات کی ترکیب واعتدال سے وہ اوصاف پیدا ہوتے ہیں جو شائستگی کے لئے مخصوص ہیں۔

وجہ ثانی کے لئے جو امر خاص طور پر لازم ہے وہ اشاعت قوانین رفاہ ہے۔ قوانین رفاہِ عام میں نہ صرف وہ تمامی قوانین جو قوم محکوم کے باہمی حقوق اوران حقوق کے حدود کے متعلق ہوں بلکہ یہ بھی داخل ہے کہ قوم و حکومت کے باہمی حقوق اور اُس کے حدود کے متعلق ہوں۔

اس میں کچھ شک وشبہ نہیں کہ انتظام سیاست قوم وحکومت کے مقاصد و اغراض کی تکمیل کا واسطہ اور تمدن وترقی کا بڑا ذریعہ مانا گیا ہے۔ مگر تاوقتیکہ خود حکومت میں اتنی قابلیت اس امر کی نہ ہو کہ اپنے مقاصد اور قومی اغراض کو بخوبی سمجھ سکے اور رعایا کی موجودہ لیاقتوں کے ذریعہ سے اپنے عمدہ مقاصد کو انجام دے سکے اور گروہ محکوم میں اقلِ درجہ مختلف اوصاف کی اس قدر شائستگی ولیاقت پیدا کر دیے جو طرفین کے اغراض کے لئے مکتفی ہو تو ممکن نہیں کہ قوم و حکومت میں ترقی واقبال مندی پیدا ہو۔

پس اس موقع پر ترکی سلطنت کی ترقی وتنزل کا تذکرہ نجماً ونظیراً پیش کیا جاتا ہے جس سے کالبدر ظاہر و متبادر ہو جائے کہ دولت وحکومت قوم وملت کی ترقی واقبال مندی کا موقوف علیہ لیاقت ہی لیاقت ہے۔ تاوقتیکہ حکومت کی توجہ اس امر خاص پر مبذول ومنتشی نہ ہو ممکن نہیں کہ طرفین میں ترقی وتنعم اور تسلط پیدا ہو۔

ترکی سلطنت

گو سلطنتِ ترکی کی کوئی ایسی تاریخیں اور تفصیلی حالات

ہمدست نہیں ہوئے۔ جن سے اُس کی ترقی و تنزل
کی حقیقت و ماہیت منکشف ہوتی۔ مگر حبیب افندی ترکی
کے روزنامچہ (حالات السلاطین) سے جس کا ترجمہ حکیم محمد باقر
مصری نے کیا ہے معلوم ہوا کہ ۶۹۹ھ میں غازی عثمان خاں
فاتح اوّل نے اپنی اولوالعزمی سے سلطنت کی بنیاد قائم کی اور
اُس مقدس سلطان کے ستائیس ۲۷ سالہ عہدِ حکومت سے ۷۲۶ھ
تک جس میں یکے بعد دیگرے چھ ۶ سلطنتیں تبدیل ہوئیں حالت
سلطنت جیسی کچھ تھی عیاں ہے۔ کما لا یخفیٰ۔ مگر اس عرصہ مدت میں
ان مقدس و متبرک سلاطین کو حفاظت داخلی و خارجی کی نسبت
ایسی سرگرمی و معرکہ آرائی رہی کہ جس سے قوم و حکومت کی تہذیب
و شائستگی کی جانب توجہ کرنے کا پورا پورا موقع نہ ملا۔ تاہم
۷۶۱ھ میں سلطان غازی اُرخاں نے جو سلاطین عثمانیہ کے
دوسرے سلسلہ میں ہے۔ بپاسِ تعلیم و تہذیبِ قوم بانتخاب
داؤد قیصری شارح فصوص الحکم۔ و علاء الدین شارح وقایہ وغیرہ
مقام ازنیق میں ایک نہایت وسیع مدرسہ قائم کیا جس کی
شاخیں بعض بعض اضلاع میں دوڑ گئیں۔ علیٰ ہذا اُس کے
جانشینان مابعد (سلطان غازی مراد خاں و بایزید خاں و سلطان

سلیمان و محمد خاں اول و مراد خاں ثانی نے اپنے اپنے عہدِ حکومت میں مختلف مقامات پر مدارس کھول دیئے تھے۔ مگر سلطان غازی فاتح محمد خاں ثانی نے ۸۵۵ھ کے اواخر میں تختِ موروثی پر جلوس فرما ہوکر بفراہمی عہدہ دارانِ پرفہم و فراست و منتظمان سراپا درایت نہ صرف انتظام ملکی و قوت فوجی کو آراستہ و پیراستہ کر دیا بلکہ سررشتہ تعلیمات کو بھی بہت کچھ توسیع و ترقی دی۔ چنانچہ ۸۶۱ھ میں تعداداً ایک سو علمی و فنونی مدرسے اضلاع ماتحت میں کھولے گئے۔ صرف و نحو۔ منطق۔ علمِ کلام۔ فقہ۔ علم فصاحت و بلاغت۔ اقلیدس ہیئت۔ ہندسہ۔ حدادی۔ فن حرب وغیرہ علم و فن مایتعلق بہ الملک والمدن سکھائے جاتے تھے۔ اور پھر ۸۶۵ھ میں ایک ایسی بڑی عظیم الشان یونیورسٹی قائم ہوئی جس کے ماتحت بارہ کالج اور ہر ایک کالج کے ساتھ جداگانہ بورڈنگ (دارالاقامہ) بھی موجود تھا جس کے مدرس علاء الدین طوسی۔ خواجہ زادہ۔ ملا عبدالکریم۔ محمد بن مصطفےٰ۔ احمد بن عمر شیرازی وغیرہ بڑے علما و فضلائے تھے۔ چونکہ سلطان فاتح محمد خاں ثانی ایک عاقل مدبر۔ عدل گستر۔ ہنر پرور سلطان تھا لہذا بعد فراغ علوم و

فنون بخطابات دانشمند وخدمات ارجمند سرفراز وممتاز فرمایا کرتا تھا۔ اور اس سلطان عظیم الشان کے بعد اُس کے جانشین سلطان بایزید خاں ثانی اور سلطان یاور سلیمان خاں بھی اپنے چہل سالہ عہد حکومت میں باتباع محمد خاں ثانی ابواب مصرحۃ الصدر میں بہت ساعی وسرگرم رہے۔

گو کہ یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ ۸۵۵ھ عہد فیض مہد سلطان محمد خاں ثانی سے ۹۲۶ھ زمانۂ میمنت جنامہ سلطان یاور سلیم خاں تک سررشتۂ تعلیمات کی وسعت۔ علوم وفنون کی اشاعت۔ طلبا کے ہجوم وکثرت کو نہایت غلو تو تھا مگر ملکی وقومی ترقی کے متعلق صرف اس قدر کسر تھی کہ نہ تو قومی آزادی نہ احکام شرع کی پوری پابندی اور نہ حفظانِ حقوق ونفوس کی ہی بابت کوئی قانون یا کوئی دستور العمل تھا۔ نہ حکومت شائستہ اور مہذب تھی نہ لیاقت شعار منتظمان دولت کا وجود تھا جس سے عامہ رعایا کو باامن اطمینان نصیب ہوتا۔ مزید برآں عامہ رعایا وبرایا تین جابرانہ حکومتوں میں مبتلا تھی۔ ایک حکومت علمائی۔ دوسری حکومت امرائی۔ تیسری حکومتِ شاہی۔ اور ان تینوں کے احکام وآرا باہمی ایسے مخالف ومتضاد تھے کہ جس سے

نہ صرف رعایا برایا ازبس گریاں و نالاں تھی بلکہ خود سلطان آلوت عموماً علما و امرا خصوصاً سپاہ داران فوج ینگچری کی قوت جبر و تی کے دباؤ سے از حد مجبور و حیران و پریشاں تھے۔ لہذا قوم و حکومت کو کوئی مفید و موثر ترقی نصیب نہیں ہوئی۔

(مولانا شبلی نعمانی نے اپنے سفرنامۂ روم و مصر و شام کے صفحہ (۹۰) میں فوج ینگچری کے متعلق تحریر کیا ہے کہ

"ترکوں کی تاریخ میں ینگ چری کا لفظ نہایت امپارٹنٹ لفظ ہے۔ سلطان آرخان نے جو سلاطینِ ترک میں دوسرا تخت نشین تھا ۱۳۶۳ء میں حکم [illegible] سے جو ہرسال کثرت سے گرفتار ہوکر آتے تھے ایک خاص تعداد منتخب ہوکر ایک فوج طیار ہو۔ حاجی بکتاش نے جو سلطان کا مرشد تھا اس فوج کا نام ینگ چری رکھا جس کے معنے ترکی زبان میں فوج جدید کے ہیں۔ فتوحات کی کثرت سے اس فوج کی تعداد میں معتدبہ اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ دو تین نسل کے بعد یہی فوج حکومت کی دست و بازو بن گئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ یہ گرفتاران جنگ عموماً عیسائی نسل سے ہوتے تھے اور فوج میں داخل ہوکر بھی مدتوں اپنے قدیم

مذہب پر قائم رہتے تھے تاہم ترکی حکومت کے ساتھ ان کو یہ اخلاص تھا کہ خود ترکوں کو اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ترکوں نے جو ایک مدت تک یورپ کو اپنا صید گاہ بنا رکھا تھا وہ ان ہی جاں بازوں کی بدولت تھا۔ ۱۸۲۶ء میں جب سلطان محمود نے یورپ کے اصول پر فوج کو مرتب کرنا چاہا تو ان لوگوں نے بغاوت کی۔ سلطان نے ایک جدید فوج پہلے سے طیار کر رکھی تھی۔ اہل شہر نے بھی شاہی جدید فوج کا ساتھ دیا۔ غرض خاص قسطنطنیہ میں ایک سخت معرکہ ہوا ینگ چری فوج بالکل برباد ہو گئی اس کے ساتھ شاہی فوج کو بھی سخت نقصان پہنچا اور وزیر اعظم اور شیخ الاسلام جان سے مارے گئے۔" مولف)

جب سلطان غازی سلیمان خاں صاحب قران ۹۲۶ھ میں رونق افروز مسند شاہی ہوئے تو موانعات ترقی پر غور کر کے علی الفور اندرونی باغیوں کا انسداد اور علما و امرا کی قوۃ جبروتی کا انحطاط کر دیا جو نہ صرف ملکی و قومی تہذیب و ترقی کے مانع قوی سمجھی جاتی تھی بلکہ جس کے مقابل خاص سلطان الوقت کی قوت و حکمرانی ہیچ مانی جاتی تھی۔ پھر تو

سلطان نے خاص دارالامارہ میں ایک مجلس شوریٰ جس کو
فی زمانہ کونسل کہتے ہیں قائم کی جس کے ممبر تقریباً ایک سو
مدبرین و مشاہیرِ و اکابرینِ وقت سے کم نہ تھے۔ ان کا فرضِ
منصبی یہ تھا کہ انتظام مملکت وغیرہ کے مسائل کا حل وعقد
اور نیز اُن رسائل و ذرائع کے بہم پہنچانے پر وقتاً فوقتاً مصروف
رہیں جن پر حکومت کا استحکام و اقبال مندی اور ملکی و قومی
ترقی و دولت مندی منحصر ہو۔ چنانچہ ایک ہی قرن میں اسی
کونسل کی بدولت علوم و فنون کی اشاعت کا اہتمام۔ مال و
عدالت کا عمدہ انتظام۔ اعلاء قوانین رفاہِ عام۔ رعایا برایا کی
آزادی۔ افواج بر و بحر کے قواعد کی ترتیب۔ وآراستگی وغیرہ
وغیرہ امور متعلقہ مایہ التمدن میں تعجب خیز ترقیاں وکارستانیاں
دکھائی دیں۔ پھر تو قوم وملت و دولت و حکومت نے آناً فاناً
ایسی کچھ حیرت انگیز ترقی کی کہ جس کی یادگار صفحۂ روزگار سے
کبھی محکوک و مشکوک ہوئی ہے نہ ہوگی۔ غرض ملک و ملت کی
یہ حالت تھی تو مالکِ ملک کی وہ شان و شوکت کہ کوئی یورپین
بادشاہ صاحبقران کو مخاطب نہیں کر سکتا تھا بلکہ اُس کے وزیر
ابراہیم پاشا کی اخوت کو غنیمت اور مایۂ فخر و سعادت سمجھتا تھا۔

چنانچہ مسٹر ہنری نے اِسی سلطان صاحبقرآن کی عظمت وشان کی تعریف کی ہے کہ "سلطان آف ٹرکی اِز اے لائن آف ہرڈومینین اینڈ اے ٹیگر آف یورپ" یعنے سُلطان ترکی اپنے ممالک کا ببر اور یورپ کا شیر ہے۔

الحاصل ۶۹۹ھ عہد غازی سلطان عثمان خاں فاتح اوّل سے ہلالِ اقبال اسلام مرئی ہو کر ۹۷۴ھ عہد خجستہ مہد غازی سلطان سلیمان خاں صاحبقران تک بدر ہو گیا اور ۹۷۴ھ میں وفاتِ صاحبقران سے ۱۱۱۵ھ آخر عہد سلطان غازی مصطفٰے خاں ثانی تک جس میں مرۃ بعد اخرا و کرۃ بعد اولیٰ گیارہ سلاطین عظام کی سلطنتیں قائم ہوئی تھیں۔ قوم و ملت۔ دولت و حکومت کی ترقی کی حالت جیوں تیوں رہی اگرچہ اس عرصۂ مدت (ایک سو اکتالیس سال) میں کوئی ایک دہ سالہ زمانہ ایسا نہیں گزرا کہ جس میں اندرونی بغاوتیں اور بیرونی یورشیں اور تنزل و تزلزل کی علامتیں نہ پیدا ہوئی ہوں مگر چونکہ ترقی یافتہ مہذب ملک و قوم کا یک بیک اعلیٰ سے اسفل کی طرف رجوع ہونا ایک ایسا امر ہے جس کا وقوع محال نہ سہی لیکن دشوار ضرور ہوگا۔ لہذا تنزل و تزلزل کے

آثار ایسے ظاہر نہیں ہوئے جس سے قوم تباہ اور ملک برباد ہوتا۔

جب سلطان مصطفےٰ خاں ثانی کے جانشین سلطان احمد خاں ثالث ۱۱۱۵ھ میں مسند آرائے حکومت ہوئے تو باغیوں کی قوت برقرار رہنے سے اہلِ شوریٰ کے اقتدارات محدود ہی نہیں ہوئے بلکہ بجائے اہلِ شوریٰ قاطبۃً ایسے اشخاص منتخب کئے گئے جو ان کے مسلک کے موید تھے۔ غرض لائق وفائق سچے خیر خواہ حکام۔ ناصح دولت خواہ اور بیدار مغز اہلِ انتظام جاں نثار عمائدینِ دولت۔ جانباز امرائے سلطنت خانہ نشین و وظیفہ یاب اور جلا وطن۔ اور نا اہل ناعاقبت اندیش انتظامی خدمات اور صوبہ جات پر مامور کئے گئے۔ چنانچہ خلیل نامی سپاہی جو باغیوں کا سردار تھا وزیر بن گیا اور خلیل نے اپنے یونانی دوست کو جو پیشہ کا قصاب تھا مالدیویہ کی صوبہ داری پر مقرر کیا پھر تو جدید حکام کی بن آئی۔ خلیل آفندی نے باتفاقِ حکام جدید بخیال اس کے کہ کہیں امرائے قدیم اور اُن کی نوخیز اور لائق اولاد اپنے غیر مترقب مناصب و مراتب میں دخیل دوست انداز نہ ہو جائے بہ تخفیف

سررشتۂ تعلیمات نہ صرف طریقہ امداد و عطائے خدمات و خطابات یک لخت موقوف کر دیا بلکہ خلافاً للشرع ۔و بالعکس قانون نامۂ مرتبۂ صاحبقران نئے نئے آئین و احکام گھڑ کر اُن کے حقوق ذاتی اور رعایا کی آزادی میں ایک بہت بڑا رخنہ ڈال دیا۔ شدہ شدہ اِن لوگوں کی پارٹی نے کچھ ایسی تقویت پائی جس سے سلطان کا عزل و نصب ان ہی کے ہاتھ رہا۔

جب نظمائے دولت کی یہ بد خواہی تھی تو بقول "چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی" امرائے دولت میں تخت و تاج سلطانی کی خواہش پیدا ہو گئی اور افسران فوج ینگ چری اُن دیہات و تعلقات و اضلاع کے خود مختار حاکم بن گئے جو فوجی تنخواہ کے متعلق تھے۔ اور ماتحت کا ہر ایک صوبہ براہ بغی و عناد جادۂ اطاعت و انقیاد سے منحرف ہونے لگا اور رقبائے دولت جہاں تک ممکن تھا فوج کشی کر کے بہت سارے صوبہ جات پر متصرف ہو گئے۔

الغرض من ابتدائے ۱۱۱۵ھ لغایۃ ۱۲۲۳ھ آخر عہد سلطان مصطفیٰ خاں رابع کچھ ایسی درونی یورشیں اور شورشیں برپا ہوئیں جن سے قوم اور ملک خزانہ اور رعیت کو سخت

نقصان اور صدمہ پہنچا۔

اِس مختصر تاریخی بیان سے روشن ہوگا کہ حاکمِ وقت کی فراست شایستہ ومہذب عہدہ داروں کا وجود۔ سچے خیرخواہانِ دولت کی دانائی ودرایت۔ سررشتہ تعلیم کی توسیع۔ قوانین رفاہ کی توشیع اور عمدہ اصول آئینِ سیاست اور قومی آزادی وغیرہ کچھ ایسے اسباب تھے جس سے روزبروز قوم وملت۔ دولت وحکومت کی ترقی وبہبودی متصور تھی۔

جب زمانہ کے انقلاب سے یہ سارے اسباب معکوس ومنقلب ہو گئے تو پھر قوم وسلطنت میں تنزل وتزلزل ہوتے ہوتے خاص کر سلطنت کی حالت جس کے سامنے سارے ممالک یورپ سر جھکاتے تھر کانپتے اور سلطان کو ہانکے پکارے ٹیگر آف یورپ کہا کرتے تھے کچھ ایسی متغیر وتبدیل ہو گئی تھی کہ جس کو خود رقیب موروثی (زار نکلس) نے مرد بیمار قرار دیا ہے تو مسٹر گلاڈسٹون یہ علاج بتا رہا ہے کہ "سلطان مع قوم ترک اپنی گدی کٹھری سنبھالے انبائے باسفورس سے پرے ایشیائی حدود میں جا نکلے"۔

الغرض جن حکومتوں نے اصول متذکرہ صدر کی

نسبت جہاں تک توجہ کی اور جو حکومتیں اوصاف ما سبق سے متصف ہیں وہ اعلیٰ درجہ کی دولت مند اور اقبال مند ہیں چنانچہ زمانۂ سلف میں اسلامی سلطنتیں اور زمانۂ حال میں یورپ کی حکومتیں۔

اِس موقع پر مناسب سمجھتا ہوں کہ چند خاص حکومتوں کے تاریخی واقعات خاص کر اُن کی بیدار مغزی و عرق ریزی کا خاکہ بطور گوشوارہ کھینچ دیا جائے جس سے ظاہر ہو جائے کہ انہوں نے ابواب متذکرہ صدر کے متعلق کہاں سے کہاں تک توجہ کی ہے اور اُس کی بدولت ملکی اور قومی ترقی کس حد تک پہنچ گئی ہے منجملہ اُن حکومتوں کے اس محل پر صرف تین حکومتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں سے ایک حکومت شخصی ہوگی مثلاً ترک دوسری جمہوری جیسے فرانس تیسری برٹش گورنمنٹ ہے جو ہم شخصی و ہم جمہوری وامرائی حکومت سے مرکب ہے۔"

حکومتِ ترک

" ترکی سلطنت کی تاریخی حالت خاص کر اُس کی ترقی اور

پھر پستی و کمزوری کی کیفیت ۱۲۲۳ھ آخر عہد سلطان مصطفٰے خان رابع تک جیسی کچھ تھی اُس کا تذکرہ تو ہو چکا۔اب میں سلطان غازی محمود خاں ثانی۔ و سلطان عبدالمجید خاں و سلطان عبدالعزیز خاں اور نیز فرمانروائے موجودہ سلطان المعظم سلطان عبدالحمید خاں دام ملکۂ و حشمتہٗ کے عہد حکومت کی اس انتظامی کیفیت اور اُس توجہ اور بیدار مغزی کی حالت بیان کرتا ہوں جس سے حکومت روز بروز رو بہ ترقی ہے۔

گو سلاطین ماسبق جنہوں نے من ابتدا ۱۲۲۳ھ لغایتہ ۱۲۹۳ھ یکے بعد دیگرے مسند آرائے حکومت ہو کر اپنے اپنے عہد حکومت میں اصلاح مملکت کی جانب جس قدر التفات فرمائی نہ مجرد لائق تحسین بلکہ قابل قدر دانی خاص سمجھے جاتے ہیں مگر چونکہ ان مقدس سلاطین کو بیرونی یورشوں اور اندرونی شورشوں سے با امن زمانہ کسی قدر نصیب نہیں ہوا جس میں انہیں پوری پوری اصلاح مملکت کا باطمینان موقع ملتا۔ لہذا اُن کی سعی و عرق ریزی کا کوئی معتدبہ نتیجہ ظاہر نہیں ہوا۔تاہم سلطان غازی محمود خاں ثانی نے اپنے سی ۳۰ سالہ عہدِ حکومت میں اندرونی بغاوتوں اور باغیوں کا

انسداد اور اُن سارے نقائص کا استیصال کر دیا جو مانع الترقی تھے۔

جب ۱۲۵۵ھ میں سلطان غازی عبد المجید خان اورنگ آرائے حکومت ہوئے تو علی الفور موجودہ انتظام کا کایا پلٹ دیا جو بلحاظ اقتضائے وقت و حالات قوم و ملت بالکل نامناسب و ناموزوں تھا اور پھر انتظاماً للحکومت سات وزارتیں۔ پانچ کونسلیں۔ اور نو کمیٹیاں قائم کیں۔

وہو ہذا

وزارتِ عظمیٰ ۔ وزارتِ مال ۔ وزارتِ خارجہ ۔ وزارت فوج ۔ وزارت داخلہ ۔ وزارت اوقاف و امور مذہبی ۔ وزارت تجارت۔

وزارتِ عظمیٰ جس کو صدارتِ عظمیٰ بھی کہتے ہیں۔ وزیر اعظم کی وزارت تھی۔ یہ وزیر نائب السلطان ہوتا تھا اس کے اختیارات جملہ معاملات متعلقۂ سلطنت کو خواہ وہ کسی قسم کے کیوں نہ ہوں حاوی تھے۔ اور تمام وزارتیں ملکی۔ مالی۔ خارجی۔ داخلی۔ فوجی۔ تجارتی وغیرہ خاصۃً وزارتِ مال و وزارت خارجہ اُس کے تحت حکومت تھے۔ سلطانِ وقت نہ تو کوئی

معاملہ متعلقۂ سلطنت بلاوساطت وزیر اعظم طے کر سکتا نہ بلا
توسل اُس کے کوئی معاملہ حضوری میں پیش ہو سکتا تھا۔

وزیر اعظم کی ایک خاص ذاتی کونسل بھی تھی جو
عند الضرورت اُس کونسل کے ممبروں کو فراہم کر کے اُن سے
استشارہ کرتا تھا اور جس قدر ملازم سلطنت ہوں اُن کا عزل
ونصب اُسی کے اختیار میں تھا۔ اُس کی حکمرانی کا مقام
بابِ عالی کے نام سے مشہور ہے اور وہ ایک بڑا عالیشان
محل ہے جس کو ترکی زبان میں پاشا قپوسی کہتے ہیں۔ اور
اِس قصرِ عالی میں وزیر اعظم کی ذاتی کونسل بھی ہوتی تھی
جس میں وہ حکام جن کو وزارت سے تعلق ہو اور وزیر معاملات
خارجیہ بھی شریک رہتے۔ پس باب عالی وزیر اعظم کا دار الحکومت
اور حکومت کے جملگی احکام کا مرکز تھا۔ اور کبھی اس میں خود
حضرتِ سلطان بھی تشریف لاتے تھے تاکہ فصل معاملات
اور کونسل کے مباحثات کا ملاحظہ کریں اور نیز ایسے مقدمات
ومعاملات کا فیصلہ اپنے روبرو کرا دیں جن کا انفصال حسب
ضابطہ سلطان کی پیشگاہ میں ہونا ضروری ہوتا تھا۔ علاوہ بریں
سال میں ایک مرتبہ حسب معمول بغرض تنقیح تشریف لاتے

اور طے شدہ معاملات ومنفصلہ مقدمات کی تنقیح وملاحظہ کے بعد وزیر اعظم ووزرائے سلطنت ومنتظمان دولت کی جانب مخاطب ہوکر اُن سے باتیں کرتے تھے جس سے کارگزاروں کی دل افزائی ہوتی اور انہیں اس سے بہتر خیر خواہی کے کام کرنے کی ترغیب ہوتی تھی۔

وزیر اعظم کے چند مشیر (مددگار) بھی ذی رتبہ عمائدین دولت سے تھے جن کا یہ کام تھا کہ اُن تمامی موجودہ مقدمات ومعاملات کو مرتب اور اُن کا خلاصہ کرر کھتے جو وزیر اعظم کی حضور میں پیش ہونے کے لائق ہوتے۔اورجو مقدمات وزیر اعظم کے حکم سے فیصل ہوتے اُن کی تین قسمیں تھیں۔

(۱) وہ مقدمات جن کو وزیر اعظم پہلے بطور خود پیشگاہ شاہی میں پیش کرنے کے بعد اُن کا انفصال کردیتا۔

(۲) وہ مقدمات جو اوّل مشیروں کی کونسل میں پیش ہوتے۔جب یہاں اُن کی نسبت کوئی رائے قرار پاتی تو دیکھا جاتا کہ آیا یہ مقدمات پیشگاہ سلطانی میں پیش ہونے کے قابل ہیں کہ نہیں بصورت اولی پیشگاہ سلطانی میں پیش ہوجاتے اور بصورت ثانی خود وزیر اعظم حسب ضابطہ فیصل کردیتا تھا۔

(۳) وہ مقدمات جن کو وزیر اعظم بلا مشورہ بذاتِ خود فیصل کر دیتا تھا۔

وزارتِ عظمیٰ کے علاوہ باقی تمام وزارتیں ایسی تھیں جن میں ایک وزیر اور ایک یا دو مشیر (مددگار) اور چند افسران فوج بحیثیت آنریری اسسٹنٹ بقدر ضرورت ہوتے تھے۔ اور باستثناء وزارت خارجہ اور جس قدر وزرا تھے ان سب کے پاس ایک یا دو کونسلیں ہوتی تھیں جن میں ایک شخص افسر کونسل اور باقی ممبر و کاتب وغیرہ ہوتے تھے۔ ان کونسلوں کا یہ کام تھا کہ جب کوئی سنگین مقدمات متدائر ہوں تو وزیر متعلقہ کے حکم سے ان میں بعد فکر و غور جو رائے قرار پائے اُس کو قلمبند کر کے وزیر متعلقہ کے پاس بھیج دیں۔ اور وزیر متعلقہ اُس مقدمہ کو جب کہ وہ اُس کا اقتداری ہوتا خود فیصل کر دیتا ورنہ وزیر اعظم کی خدمت میں پیش کر دیتا تھا۔ وزیر اعظم اُس مقدمہ کو جس صیغہ سے متعلق پاتا اُس صیغہ کی مجلس میں بغرض غور بھیج دیتا مثلاً کسی وزارت کے صیغہ سے اگر حساب کا مقدمہ آجاتا تو مجلس محاسبی میں روانہ کر دیا جاتا اور مجلس موصوفہ مقدمہ کے ہر ایک پہلو پر نظر ڈال کر بصورتِ صحت اپنی اتفاق رائے سے اُس وزیر کو اطلاع دیتی جس سے اُس مقدمہ کا تعلق ہوتا۔ اور اگر کچھ

اُس کے متعلق فریب، دغا، یا جعلسازی یا بددیانتی پاتی تو فوراً اُس مقدمہ کو تفویض محکمۂ فوجداری کردیتی تھی۔

کونسلوں کا بیان

(۱) پہلی کونسل خاص (جس کو فی زمانہ کونسل آف اسٹیٹ اور مجلسِ باپ عالی بھی کہتے ہیں) اس میں اکیس[۲۱] ممبر تھے، منجملہ اُن کے بارہ[۱۲] عمائدین دولت تھے اور ایک شیخ الاسلام باقی جملہ وزرائے سلطنت اس کونسل کا صدر انجمن خود وزیر اعظم تھا۔

اس کونسل کا اِنعقاد قانوناً ہفتہ میں دو بار ہوتا تھا مگر جب کوئی امرِ ضروری پیش ہوتا تو وزیرِ اعظم مقتدر تھا کہ جب چاہتا کونسل غیر معمولی منعقد کرسکتا۔ اِس کونسل میں بڑے بڑے معاملات متعلقہ سلطنت پیش ہوتے اور اُن کی نسبت مباحثہ ہوکر جو بات بہ غلبۂ آرا، قرار پاتی تو یا پیشگاہ حضرتِ سلطانی میں بغرض منظوری بجنسہٖ پیش ہوتی یا خود وزیر اعظم اس کا نفاذ کردیتا تھا جو سنگین معاملات اس کونسل میں پیش ہوتے تھے اُن کے منجملہ ایک معاملہ محاصلِ سلطنت

بھی تھا جو ہر سال قواعدِ مداخل و مخارج کے تقرر کے لئے پیش ہوتا تھا۔

(۲) دوسری کونسل قانونی (وضع آئین قوانین جس کو انگریزی زبان میں لجیلیٹو کہتے ہیں) اِس میں عمائدین دولت و اراکین سلطنت سے چوبیس[۲۴] ممبر ہوتے تھے اور ایک وہ ممبر جس کو وزارت کا مرتبہ ہو میر مجلس ہوتا تھا۔ اِس کونسل کی چار[۴] شاخیں تھیں۔

ایک[۱] میں خاص امور ملکیہ متعلقۂ سیاست سے بحث ہوتی تھی۔

دوسری[۲] میں قوانین جدیدہ کی تہذیب کی نسبت اور جو مشکلات قانونی معنے کے سمجھنے میں واقع ہوتیں اُن کی تشریحات کی جاتی تھیں۔

تیسری[۳] وہ شاخ جس میں بمنزلہ ممبروں کے چھ[۶] عالم متبحر اور ایک اُن پر افسر ہوتا تھا۔ اور یہ صرف احکام شرعیہ کے نکات اور تعلیقات کی تحقیق کرتی تھی۔

چوتھی[۴] کا یہ کام تھا کہ اگر کوئی سرکاری ملازم ملزم و مرتکب ہوجائے تو اُس کی نسبت بعد غور و تعمق حکم دیتی جس کی

تعمیل خود سلطان کے حکم سے ہوتی تھی۔ جب کوئی سنگین معاملہ یا وضع آئین و قوانین کا کام پیش ہو جاتا تو یہ چاروں شاخیں بالاتفاق ایک کونسل ہو کر باہم غور کرتی تھیں۔

(۳) تیسری کونسل معارف العمومیہ کے نام سے مشہور تھی جس کو انگریزی میں ایجوکیشنل کہتے ہیں۔ اس میں بارہ[۱۲] ممبر اور ایک میر مجلس ہوتا تھا۔ اس کونسل کے ذمہ صرف یہ کام تھا کہ سررشتۂ تعلیمات کا انتظام۔ امور ضروریہ کی نگرانی۔ اور ترقی کے ذرایع بہم پہنچانے میں سعی کرتی رہے۔

(۴) چوتھی کونسل معاملہ جنگی۔ اس میں عمائدین دولت اور عہدہ داران فوج سے پندرہ[۱۵] ممبر تھے جن میں سے ایک معزز صدر انجمن ہوتا تھا۔ اس کونسل کا یہ کام تھا کہ جو مہمات جنگی ہوں اُن کی نسبت فکر کرے اور لشکر کی وردی کی آراستگی۔ آلات محاربہ کی درستگی۔ اور جملہ امور متعلقۂ محاربہ کی نگرانی کرے۔

اس کونسل کے تحت دو[۲] کمیٹیاں تھیں۔ ایک خاص توپ خانہ کے انتظام کے لئے۔ دوسری مہمات محاربۂ بحری کے لئے۔ اول الذکر میں سات[۷] اراکین تھے اور ایک

صدر انجمن۔ اس کا کام علاوہ انتظام توپ خانہ نگہداشت میگزین اور قلعجات کی درستی و بندوبست تھا۔ آخر الذکر کمیٹی کے گیارہ[11] ممبر تھے۔ یہ کمیٹی خاص بحری معاملات اور اُن قلعجات کا انتظام کرتی تھی جو ساحلوں پر واقع ہیں۔

(۵) پانچویں کونسل۔ مینوسپل کونسل۔ اس میں اٹھارہ[18] ممبر غیر ملازم اور میر مجلس ملازم سلطنت ہوتا تھا۔ اِس کونسل کے ماتحت پانچ[5] کمیٹیاں تھیں جن میں چھ[6] چھ ممبر اور ایک صدر انجمن ہوتا تھا۔ ان کا یہ کام تھا کہ سڑکوں کی صفائی و ابواب متعلقہ حفظِ صحت کی نگرانی کیا کرے۔

کمیٹیاں

(۱) پہلی کمیٹی محاسبی۔ اس میں بارہ[12] ممبر اور ایک میر مجلس تھا۔ اس کمیٹی کا کام یہ تھا کہ جس قدر سررشتہ جات سلطنت کے ہوتے اُن کے حسابات کی جانچ پڑتال کرتی اور جب کسی سررشتہ کے حسابات میں غلطی فریب یا دغابازی ظاہر ہوتی معاً تفویض فوجداری کر دیتی تھی۔

(۲) دوسری کمیٹی اصلاح مصارف کی تھی جس کے

بارہ ۱۲ ممبر اور ایک میر مجلس ہوتا تھا۔ اس کا یہ کام تھا کہ نہ
صرف بلحاظ قواعد مداخل و مخارج سلطنت کے مصارف پر
غور کرے بلکہ اُس کی دانست میں جب کوئی مصارف بیجا
ہوں تو معاً روک دیتی اور اس کی رپورٹ بابِ عالی میں مع
دلائل پیش کرتی۔ اگر کسی عہدہ دار نے بیجا مصارف کئے
ہوں تو یہ مقتدر تھی کہ بعد تحقیقات و ثبوت رقم صرف شدہ
عہدہ دار کی تنخواہ سے وضع و مجرا کر لیتی۔

(۳) تیسری کمیٹی تنقیح۔ اس کے امرائے سلطنت
و عمائدین دولت سے ایسے چالیس ۴۰ ممبر ہوتے تھے جو اعلیٰ
درجہ کے لائق و فائق اور دیانت و شرافت میں مشہور ہوتے۔
اس کمیٹی کا یہ کام تھا کہ۔

قوانین سلطنت و احکامات شاہی کی تعمیلی حالت
دیکھتی رہے۔

عہدہ داروں کی رفتار کردار اُن کے اطوار اور
طرز انصاف و عمل کو دیکھتی بھالتی رہے۔

یہ کہ عہدہ داروں کے انتخاب و تقرر میں اپنی
رائے ظاہر کرے۔ اور نیز موجودہ مامور شدہ عہدہ داروں کی

نسبت یہ دیکھتی رہے کہ وہ جس خدمت پر مامور کئے گئے ہیں آیا وہ اس لائق ہیں کہ خدمت مفوضہ کا کام بخوبی انجام دے سکیں

یہ کہ رعایا و اہل معاملہ کی شکایت یا کسی مخبری کے ذریعہ سے کسی عہدہ دار کی شکایت پہنچے یا سن پائے تو اس کی نسبت بعد تحقیقات بصورت ثبوت سزا کی تجویز کرے جس کی تعمیل بعد منظوری باب العالی ہوتی تھی۔ یا جس عہدہ دار کی دیانت۔ کارگزاری۔ خیر خواہی ثابت ہو تو اس کو عطائے تمغہ مجیدیہ۔ خطاب۔ انعام ترقی اعزاز و خدمت کے لئے سفارش کرے۔ اِس کمیٹی کے اِنعقاد سے نہ صرف قوانین سلطنت و احکامات سلطانی کی تعمیل بہت ٹھیک ٹھیک ہوتی تھی بلکہ ہر ایک عہدہ دار دیانت و خیر خواہی سے کارگزار و نیک نام رہتا تھا۔ اور عامہ رعایا اپنے واجبی حقوق کی حفاظت سے از حد مطمئن رہتی تھی۔

(۴) انتظامی کمیٹی۔ اس میں گیارہ [۱۱] ممبر اور ایک میر مجلس منجملہ ملازمانِ سلطنت ہوتا تھا۔ اس میں دو [۲] عیسائی دو [۲] رومن کیتھلک دو [۲] یہودی ممبر بھی ہوتے تھے۔ اس کا یہ کام تھا کہ مذاہب

مختلفہ کی رو سے مقدمات فوجداری کا تصفیہ کرے جس کی وجہ سے غیر مذہب رعایا سلطان عبدالمجید خاں کی حکومت سے نہایت خوش تھی۔

(۵) کمیٹی تحقیقات اس کے دس ۱۰ ممبر تھے اور ایک میر مجلس۔ ممبروں میں تین ۳ غیر مذہب رعایا کے لوگ بھی شریک ہوتے تھے۔ اس کا یہ کام تھا کہ مسلمان اور غیر مسلمان رعایا میں جو تنازع تالشی ہوں اُن کا تصفیہ کیا کرے۔

(۶) کمیٹی معدنیات۔ اس میں سولہ ۱۶ ممبر اور ایک میر مجلس امرائے سلطنت سے ہوتا تھا اس کا کام یہ تھا کہ جو معادن معلوم ہوں اُن کی نگرانی اور جو نامعلوم ہوں اُن کی تلاش کرے۔

(۷) کمیٹی تعمیرات۔ اس کے سات ممبر اور ایک افسر ہوتا تھا اس کا کام یہ تھا کہ سڑکوں اور پلوں اور سرکاری عمارتوں کی نگرانی کرتی رہے جو خاص دارالامارہ میں واقع ہیں۔

(۸) کمیٹی صرف خاص۔ اس کے دس ممبر اور ایک میر مجلس منجملہ عمائدین سلطنت ہوتا تھا اور یہ خاص سلطان کے مصارف کے انتظام کے لئے تھی۔

(۹) کمیٹی تجارت۔ یہ کمیٹی زیر نگرانی وزیر تجارت خاص اس صیغہ تجارت کے انتظام کے لئے قائم کی گئی تھی جو دارالخلافہ میں واقع ہے۔ اس قسم کی تجارتی انتظامی کمیٹیاں وزیر تجارت کے تحت کل ممالک عثمانیہ میں (۶۲) ہیں۔

جب سلطان عبدالمجید خاں مرحوم وزارت کے صیغہ کی اصلاح اور جدید انتظامی کونسلوں اور کمیٹیوں کے قیام سے فارغ ہوئے تو ملکی اور مالی انتظام کے لئے سلطنت کو ولایتوں میں۔ ولایت کو سنجقوں (صوبوں) میں۔ سنجق کو قضاؤں (اضلاع) میں۔ قضا کو ناحیوں (تحصیلوں) میں۔ اور ناحیہ کو قریوں (دیہاتوں) میں تقسیم کیا۔

ولایت کے صدر مقام پر ایک حاکم والی (گورنر جنرل) اور سنجقوں کے صدر مقام پر ایک افسر متصرف (گورنر)۔ اور ہر قضا پر ایک عہدہ دار قائم مقام (کلکٹر) اور ہر ناحیہ پر ایک مدیر (تحصیلدار) اور ہر قریہ پر ایک مختار مقرر فرمایا۔

مختار مدیر کا۔ مدیر قائم مقام کا۔ قائم مقام متصرف کا۔ متصرف والی کا ماتحت سمجھا جاتا ہے۔ والی باعتبار اپنی اصلی خدمت کے وزیر مال کا محکوم ہے۔ لیکن بعض اُن خدمات متعلقہ کے لحاظ سے ہر اُس وزیر کا

ماتحت سمجھا جاتا ہے جس سے اُس کے خدمات کا تعلق تام ہوتا ہے۔ وآلی ہر ایک کاروبار میں سلطنت کا مطیع و منقاد ہوتا ہے اور جو قوانین و احکام سلطنت منجانب وزرائے سررشتہ جات متعلقہ جاری ہوتے ہیں بلا عذران کی تعمیل کر دیتا ہے۔ تحصیل محاصل۔ اجماع و درستی افواج۔ حفاظت و بندوبست سرحدات۔ مال و عدالت و پولیس و صفائی کا انتظام۔ ماتحتی سررشتہ عدالت و مال وغیرہ کے حکام کے فیصلہ جات کا مرافعہ۔ افسران ماتحت کے نیک و بد اعمال کی جزا و سزا۔ امور متعلقہ سلطنت کی ذمہ داری۔ زراعت تجارت صنعت و حرفت تعلیم و تربیت کی ترقی سڑکوں اور ریلوں کی تعمیر و ترمیم وغیرہ ابواب انتظامی متعلقہ ولایت اس کے فرائض منصبی میں داخل ہیں۔

والی کے ماتحت دو کونسلیں ہوتی تھیں۔ ایک انتظامی دوسری تجارتی۔ انتظامی کونسل کو پراونشل (مجلس صوبہ) بھی کہتے تھے اور اس میں سترہ ممبر ہوتے تھے۔ اِس کا میر مجلس خود والی ہوتا تھا۔ اس کونسل کا کام یہ تھا کہ جو مقدمات خاص سکنائے سلطنت کے مابین واقع ہوں اور جو مصالح خاص ولایت کے متعلق ہوں اُن میں فکر و تامل کرتی رہے اور وآلی کے

فرائض منصبی میں مدد دیتی رہے۔

تجارتی کونسل کے اکیس[21] ممبر ہوتے تھے۔ یہ اُن مقدمات کا انفصال کرتی تھی جو خاص رعایا کے مابین تجارتی تعلقات سے پیدا ہوتے تھے۔ اور زراعت تجارت صنعت وحرفت کی ترقی کے اسباب پر فکر کرتی رہتی تھی۔

متصرف (گورنر) کو اُس کے سنجق (صوبہ) میں ایسے اختیارات حاصل تھے جیسے والی (گورنر جنرل) کو اُس کی ولایت میں۔ متصرف کے ماتحت بھی تجارتی و انتظامی دو[2] کونسلیں ہوتی تھیں جن کا یہ کام تھا کہ سنجق کے خاص مقدمات اور امن وآسایش عامۂ رعایا۔ زراعت۔ تجارت۔ صنعت و حرفت کی ترقی کے اسباب وذرایع کے بہم پہنچانے کے متعلق خوض کیا کرے۔

قائم مقام (کلکٹر) کو بھی اس کے مفوضہ اضلاع میں ایسے اختیارات حاصل تھے جیسے متصرف کو اُس کے صوبے میں۔ اس کے زیرِ حکم بھی انتظامی وتجارتی دو[2] کمیٹیاں ہوتی تھیں۔

بڑے قریہ میں ایک مختار ہوتا تھا

جس کو خود سکان انتخاب کرتے تھے۔ اور ایک کمیٹی خفیف جرائم اور خفیف مقدمات دیوانی کے انفصال کے لئے مقرر تھی جب کوئی سنگین جرم واقع ہوتا تو صرف فریقین کے اظہارات اور ثبوت قلمبند کر کے بغرض تجویز آخر قائم مقام (کلکٹر) یا متصرف (گورنر) یا خود والی (گورنر جنرل) کے حکم سے اُس عدالت میں کمیٹ کر دیتے تھے جو اُس کی سماعت کی مجاز ہوتی تھی۔

جب سلطان عبدالمجید خاں نے نظم و نسق مملکت سے فراغت حاصل کی تو ۱۲۵۸ھ میں رعایا کی تعلیم و تربیت تہذیب و شائستگی کے لئے سررشتہ تعلیمات کو زیادہ وسعت دی۔ چنانچہ ان کے عہد حکومت میں پندرہ ہزار ابتدائی مدارس اور اٹھارہ متوسط جن میں سے ایک دارالفنون بھی تھا اور پانچ خاص ایسے بڑے مدارس تھے جن کو کالج کہہ سکتے ہیں منجملہ ان کے ایک مدرسہ حربیہ۔ باقی چار ایسے مدارس تھے جن میں طلبا کو خدمات شاہی کے انتظام کے لئے تعلیم دی جاتی تھی۔

مدرسہ حربیہ میں علمی تعلیم، جبر و مقابلہ کامل علم مثلث

باسکیل۔ نقشہ کشی۔ پیمائش۔ حکمت۔ طبیعیات۔ علم حیوانات۔
فرانسیسی زبان۔ علم مناظرہ اور فنون حربیہ سے توپ کا لگانا۔ تلوار
کا چلانا۔ سرنگیں مورچالیں۔ دمدمے وغیرہ کا بنانا۔ نشانہ بازی۔
برق اندازی۔ گھوڑے کی سواری اور فوجی قواعد وغیرہ ابواب
متعلقہ جنگی سکھائے جاتے تھے اور باقی چار مدارس میں
علوم عربیہ کے صرف و نحو۔ انشاء۔ بیان۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔
منطق۔ معانی۔ حساب۔ ہندسہ۔ علوم دینیہ۔ قوانین مالگزاری
و دیگر قوانین متعلقہ انتظام سلطنت۔ فارسی۔ فرانسیسی زبان۔
اور جملہ فنون ریاضی کی تعلیم ہوا کرتی تھی۔ اور ان متوسط و خاص
مدارس میں تقریباً تین ہزار اور ابتدائی مدارس میں پانچ لاکھ
طلبا زیر تعلیم تھے۔

جب ملک میں رفاہ و امنیت اور تعلیم و تربیت کے
آثار پیدا ہوئے تو پھر تو عامہ رعایا میں علمی مذاق پھیلا اور چند
خاص علمی جلسے قائم ہوئے جن میں علوم عقاید۔ ریاضیات
ہندسہ۔ جغرافیہ۔ تاریخ وغیرہ کے متعلق لکچر دیا جاتا اور مباحث
ہوا کرتے تھے اور تیرہ اخبار مختلف زبانوں میں شایع ہوتے
تھے۔ جن میں سے یہ سات اخبار نامی گرامی تھے۔

تقویم الوقایع الملکیہ۔ جریدۃ الحوادث۔ الجوائب۔ ترجمان الاحوال۔ تصویر الافکار۔ مجمع الفنون۔ جریدہ عسکری۔

فی الواقع سلطان عبد المجید خاں کی بیدار مغزی اور بائیس سالہ انتظام نے قوم وحکومت کو نہ صرف جہل و پستی کے قعر عمیق سے ترقی وشائستگی کی ابتدائی سطح پر پہنچادیا بلکہ سلطنت کو باعتبار قوۃ مالی وتہذیب وشائستگی ایسی کچھ رونق دی کہ یورپ کی سلطنتوں میں محبوب ہوگئی اور عہد نامہ مرمر ۱۸۵۶ء میں یورپ کی سلطنتوں میں اس کا بھی شمول ہوگیا۔

گو یہ تو کہا نہیں جاتا کہ انتظام مجیدیہ نے قوم وحکومت کو اُس حد تک شائستہ کردیا تھا جس کو انتہائی کہتے ہیں یا یہ کہ اسکی مجوزہ اسکیم بلا تغیر و ترمیم ترقی کے مدارج کے طے کرنیکو مکتفی ہوتی ہاں اتنا تو بلا تذبذب کہہ سکتے ہیں کہ سلطان عبد المجید خاں نے ترقی کیلئے ایک ایسی سیدھی لائن کھول دی تھی کہ جس پر قوم وحکومت کا چوکڑہ ڈال دیا جاتا تو بلا تکلف اعلیٰ اعلیٰ مدارج طے کرتا ہوا ترقی کی اُس سطح پر برق کی طرح کڑکتا نکل جاتا جس کو انتہائی کہتے ہیں مگر افسوس کہ حکام مابعد کی خود غرضی و خود رائی نے اُس سیدھی سادی لائن کو ایسا ناہموار بنادیا جس پر دولت عثمانیہ کا چوکڑا کرکرانے لگا یعنی سلطان عبد المجید خاں (جن کے وجود مبارک کی ضرورت

حکومت کے اغراض کی تکمیل کے لئے لازمی تھی) دفعتہً ۱۲۷۷ھ میں نوجوان راہی روضۂ رضواں ہوئے اور اُن کے بھائی سلطان عبدالعزیز خاں مسند آرائے حکومت ہوئے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ انہوں نے جدید انتظام کو بلاتغیر و ترمیم بحال و برقرار رکھا اور یورپ کے دول عظام سے ارتباط و اتحاد کی بنیاد کو ازحد مستحکم کیا مگر چونکہ ممدوح۔ مدحت پاشا وزرا اور جنرل اغناٹیف سفیر روس کی فیلسوفی اور غارت گر چالبازیوں سے ناواقف تھے اس لئے اُن کا آخر زمانہ ایسا ابتر ہو گیا جس سے حکومت کی کل جو سیدھی چل رہی تھی اُلٹی چلنے لگی۔ پھر تو ادہر رعایا میں فساد برپا ہوا اور صوبوں نے بغاوت اختیار کی اور اُدہر سلطان کی فضول خرچیوں سے اٹھارہ کروڑ پونڈ کا قرضہ ہو گیا۔ جس سے خزانہ خالی اور گورنمنٹ دیوالیہ بن گئی۔ پایان کار ۱۸۷۶ء میں سلطان عبدالعزیز خاں کو اپنے کئے پر پچھتانا پڑا اور تاج و تخت موروثی پر بصد حسرت و یاس الوداع پڑھنا پڑا۔ اور ۱۸۷۶ء میں سلطان عبدالحمید خاں دام ملکہٗ کو انہیں لوگوں نے تخت موروثی پر متمکن کیا جنہوں نے ان کے چچا (عبدالعزیز خاں) اور بھائی (مراد خاں) کو معزول کیا تھا۔

معاذاللہ وہ ایسا پرآشوب زمانہ تھا کہ ارکان سلطنت و منتظمان دولت سے کوئی شخص ایسا نہیں جس پر یقین کیا جاتا کہ ملک اور مالک ملک کا خیرخواہ یا طرفدار ہوگا۔ خزانہ میں گڑھا پڑ گیا۔ تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے ساری فوج ناراض اور غارتگری میں مصروف ہوگئی۔ اب نہ تو کوئی قرضہ دیتا نہ کسی طرح کی امداد اور معاونت ہی کرتا۔ غیرمذہب رعایا نے ہر ایک مقام پر ایک ہنگامۂ عظیم برپا کردیا۔ چوطرف سازشوں اور بغاوتوں کی ایسی گرم بازاری اور درونی و بیرونی جنگ و جدال کی ہرطرف ایسی بھرمار ہوگئی تھی کہ جس سے یہ پایا جاتا تھا کہ سلطنت کے آخری دن آگئے ہیں۔ طرہ براں ایک جانب سے چار باغی صوبے جنگ پر تلے ہوئے تھے اور دوسری جانب رقیب موروثی (روس) کئی لاکھ فوج اور ایک ہزار توپخانے سے سرحداتِ ملک پر حملہ آور، ایک جانب سے اسٹریا مغربی صوبوں پر دانت لگائے ہوئے تو دوسری جانب دیگر دول یورپ خود مملکت عثمانیہ کو اپنا ماتحتی صوبہ بنانے کے لئے رفتہ رفتہ قابو جو دریائے باسفورس پر تُل رہے تھے۔ ایسے ہوشربا وقت پر دول متحدہ سے کسی پر بھروسہ نہ تھا کہ مددگار ہوتی۔

پس جس سلطنت میں ایسے ایسے مہمات و مشکلات خارجی و داخلی حادث ہوں اور والی ملک نہ تو امور سلطنت سے واقف نہ رموز مملکت سے آگاہ نہ اس کا کوئی یار و مددگار نہ مشیر و خیر خواہ تو کیا ایسا بادشاہ اور اس کی دولت بجز سلطان عبدالحمید خاں اور اس کی سلطنت کے ابتداء عالم سے آج تک کامیاب ہوا ہے نہیں ہرگز نہیں۔

الحق انہیں سلطان عبدالحمید خاں کی بہادری فراخ حوصلگی اور شاہانہ ہمت تھی کہ انہوں نے اپنی خداداد بیدار مغزی جوہر ذاتی اور تائید یزدانی سے یکہ و تنہا ایسے ثقیل و سنگین واردات کو جھیل لیا کہ جن کا ادنی سا اثر کیوں نہ ہوتا اگر کسی یورپ کی پُر زور و پُر قوت حکومت پر پڑ جاتا تو پھر خاتمہ ہی خاتمہ تھا۔

جب دنیا کے حیرت بخش کارخانہ اور تمدن کے دور تسلسل کے عجائب خانہ پر مورخانہ نظر ڈالی جاتی ہے تو یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر کسی حکومت کو گو وہ کیسی ہی شائستہ و مہذب اور پُر زور و پُر قوت کیوں نہ ہو کوئی قدرتی یا تمدنی آفت و مصیبت کا سامنا ہو جائے تو اس کی ساری قوت دوسرے

جہات سے منقطع ہو کر اسی ایک جہت میں قائم ہو جاتی ہے جس میں بالفعل اُن آفات کا سامنا ہوا ہے۔ پھر تو ملکی صلاح کا کیا ذکر؟ مذکورہ بلکہ محاسن موجودہ کا بقا و قیام اگر محال نہیں پر مشکل تو ضرور ہوگا۔ چنانچہ ۱۸۷۰ء میں فرانس کو تین لاکھ جرمنی فوج سے ایک ہی ایک سمت بمقام سیڈان مقابلہ پڑا تو فرانس کے اندرونی انتظامات کا خاکہ بگڑ گیا۔ قحط۔ قزاقی۔ بغاوت۔ غارت گری وغیرہ انواع واقسام کے اسقام حادث ہو گئے جس کی اصلاح میں کامل چھ سال کی میعاد عارض ہو گئی۔ حالانکہ اُس کی مالی قوت اور انتظامی حالت ایسی لائق اطمینان تھی کہ جس کی نظیر نہیں مل سکتی اور اندرونی انتظامی کل کی قوۃ محرکہ دراصل قوۃ جمہوریہ تھی اور بیرونی انتظامی مہمات کا بیڑا خود امیر اور وزرائے صیغۂ جنگ نے اٹھایا تھا۔

جب فرانس کی سی مہذب و منتظم قدیم ریاست میں ایک بیرونی حملہ آوری کی وجہ سے صدہا اندرونی آفات پیدا ہو گئے تو اب شاباش کیوں نہ کہیے کہ ترک باوجودیکہ ہزارہا اندرونی آفات میں گھرا ہوا تھا اور اس کے مقابل میں مختلف مقامات و سرحدات پر کئی لاکھ فوج میدان جنگ میں مع اسباب

کارزار سلح و مقابل ہو گئی تھی تو سلطان عبد الحمید خاں بذات
واحد و بہ ثبات استقلال تمام اُدہر خارجی و داخلی متمردین و
مخالفین کے دفعیہ میں ایسے ڈٹ کر مصروف رہے جس سے
اُن کے چھکے چھوٹ گئے اور ادہر اندرونی انتظامات میں
ایسے سرگرم رہے کہ سرِمو تفرقہ واقع نہ ہوا اور وقتاً فوقتاً
صلح و امن قائم ہوتا گیا جب یہ حال تھا تو اب ہم اس سلطان ممدوح الشان
کی بہادری بیدار مغزی اور اولوالعزمی کو دوسرے سلاطین زمان پر کیوں کر ترجیح نہیں دے سکتے۔
فی الواقع سلطان عبد الحمید خاں کی کامیابی کی نظیر
نہ صرف موجودہ سلطنتوں ہی بلکہ تاریخوں میں بھی نایاب ہے۔
اور یہ خداداد دانائی۔ فرزانگی۔ بیدار مغزی۔ بلند پروازی۔
ذاتی لیاقت۔ ذہانت ذکاوت۔ فراست اور شجاعت
و اقبال خاص سلطان عبد الحمید خاں کے لئے ملک المنان
نے مخصوص فرمایا جس کی تصدیق آیۂ پاک ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ
یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ سے ثابت و متحقق رہے۔

جب سلطان المعظم کو ان مخمصات و مہلکات سے
کہیں برأت حاصل ہوئی تو اصلاح مملکت کی جانب رجوع
ہوئے۔ مال و عدالت کا باقاعدہ انتظام کیا۔ اشاعت

قوانین رفاہ عام۔ ترقی تجارت وصنعت وحرفت تعلیم وتربیت۔
افواج بحروبر کا اہتمام کیا نیز اُن نادرالوجود اسباب کے بہم
پہنچانے میں پوری پوری توجہ فرمائی۔ جن پر ملکی وقومی دولتمندی
وبہبودی حکومت کی طاقت واقبال مندی مبنی ہوتی ہے۔

ملکی انتظام میں نہ صرف وہی روش اختیار کی جس کو اُن
کے دانشمند باپ (سلطان عبدالمجید خاں مرحوم) نے اختیار
کی تھی بلکہ اُس میں بہت کچھ رونق وفروغ دیا۔ مثلاً آٹھ
وزیروں کی جگہ گیارہ وزیر اور پانچ کونسلوں کی جگہ تیرہ
کونسلیں اور نو کمیٹیوں کی جگہ چودہ کمیٹیاں بڑھادی گئیں۔

ان کا یہ طرز انتظام حکومت ہے کہ سلطنت کے
انتظامی خدمات اور نظم مملکت کے عاملانہ صلحیات دس
سررشتوں پر منقسم ہیں۔ سررشتۂ مال بشمول جنگلات و معدنیات۔
سررشتۂ عدالت۔ سررشتۂ خارجہ۔ سررشتۂ داخلہ۔ سررشتۂ
جنگی۔ سررشتۂ بحری۔ سررشتۂ تعمیرات وتجارت۔ سررشتۂ
تعلیمات۔ سررشتۂ اوقاف وامور مذہبی۔ سررشتۂ صرف خاص

ہر ایک سررشتہ کا افسر اعلیٰ (جو تمامی کاروبار متعلقہ
کا ذمہ دار ہوتا ہے) وزیر سررشتہ کے نام سے موسوم ہے۔

ان جملہ سررشتوں اور افسروں کا نگراں کار اعلیٰ افسر وزیر اعظم ہوتا ہے۔ وزیر اعظم شاہی عاملانہ اختیارات کو بذمہ داری خود نیابتاً استعمال کرتا ہے تو شیخ الاسلام جو مذہب کا پیشوا و امام ہوتا ہے شاہی اختیارات وضع آئین و قوانین کے نفاذ کا ذمہ دار ذریعہ مانا گیا ہے اور چونکہ وزیر اعظم ملکی انتظامات و شاہی احکامات و اقتدارات کے نفاذ کا ذمہ دار ذریعہ اور سلطان اور عہدہ داران کا درمیانی معزز واسطہ ہے۔ لہذا نائب سلطان کے خطاب سے بھی مخاطب کیا جاتا ہے۔ اور اُس کے اختیارات زیر فرمان سلطان جملہ معاملات متعلقۂ سلطنت و حکمرانی کو خواہ وہ کسی قسم کے کیوں نہ ہوں حاوی ہوتے ہیں۔ اور باستثناء وزارت خارجی و وزارت فوجی اور نیز پانچ صوبوں کے (جو بوجہ مصالح ملکی و پولٹیکل خوفناک وجوہات کی بنا پر خاص زیر نگرانی سلطان المعظم ہیں) باقی تمام وزارتیں وغیرہ وزیر اعظم کے تحت حکومت اور زیر نگرانی سمجھی جاتی ہیں۔

ہر ایک وزارت کے متعلق ایک مجلس شوریٰ قائم ہے جس میں لائق و فائق سات معزز ممبر ہوتے ہیں وزارت عظمیٰ کے

متعلق مجلس خاص ہے جس میں گیارہ[۱] وزیر ایک میر مجلس اور ایک شیخ الاسلام ہوتا ہے۔ مجلس شوریٰ اپنے اپنے وزیر متعلقہ کو اور مجلس خاص وزیر اعظم کو انتظامی کاروبار میں ایک مفید و معتد بہ مدد دیا کرتی ہے۔

ہر ایک وزارت کے اقتداری انتظامی کاروبار کی عموماً[۱] دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک خفیفہ۔ دوسری ثقیلہ۔ خفیفہ تو خود وزیر سررشتہ متعلقہ یا اُن کے مشیر (مددگار) کی رائے سے اور ثقلیہ باجلاس مجلس متعلقہ باتفاق آرا، نافذ ہو کر اطلاعاً اُس کا مثنیٰ[۱] وزیر اعظم کی خدمت میں بھجوا دیا جاتا ہے۔ اگر کسی مقدمۂ مرجوعہ کی نسبت ارکان مجلس اور وزیر متعلقہ کی رائے میں تضاد و تنازع واقع ہو تو وزیر اعظم کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ پھر وزیر اعظم جس رائے سے اتفاق فرمادے وہی واجب التعمیل ہوتی ہے۔ وزارت عظمیٰ کے تمامی عاملانہ معاملات جو وزیر اعظم کی پیشی میں رجوع ہوتے ہیں دو[۲] قسم پر منقسم ہیں۔ اقتداری[۳]۔ غیر اقتداری۔

اقتداری بوساطت وزرائے الاراء وزیر اعظم کی پیشی میں اور جو غیر اقتداری ہیں اصالتہً وزیر اعظم کی معرفت سے

بارگاہ سلطانی میں پیش ہوجاتے ہیں۔ وزیر اعظم اقتداری مقدمات کو عام ازینکہ ابتدائی ہوں یا دورانی بطور خود طے کردیتا ہے۔ اور جب کبھی وزرائے متعلقہ کی رائے سے وزیر اعظم کی رائے مخالف پڑجائے تو باشارۂ سلطانی مجلس خاص یا خود بارگاہ سلطانی سے اُس کی اصلاح و ترمیم ہوجاتی ہے۔

خارج الاقتداری مقدمات کو وزیر اعظم بعد غور کامل اپنی رائے کے ساتھ پیشگاہ سلطانی میں پیش کردیتا ہے تو بعد درج منشور سلطانی یا تو فی الفور مسترد یا بامتثال امر سلطانی مجلس خاص میں پیش ہوجاتے ہیں۔ پھر باتفاق مجلس جو منظور سلطانی ہو وہی واجب النفاذ و شایان تعمیل ہے۔

اس مجلسِ خاص میں سلطان المعظم بحیثیت میر مجلس اُس وقت رونق افروز ہوتے ہیں جبکہ ایسے سنگین و سترگ اندرونی مقدمات متعلقہ سلطنت پیش ہوں جن کا حل و عقد خاص سُلطان کی ذات سے متعلق ہو یا بمقابلہ سلطنت ہائے غیر ایسی دستاویزوں اور عہد ناموں کے مرتب کرنے کی ضرورت پڑے جن کا تعلق سفارت و تجارت و سرحدی معاملات سے ہوا کرتا ہے۔

گو بادی النظر میں عموماً تمام وزراء خصوصاً وزیر اعظم کو باعتبار اُس کے عہدۂ جلیلہ کے نہایت وسیع اقتدار حاصل ہے۔ مگر سلطان عبدالحمید خاں خود اپنی فلسفی حکمت اور مدبرانہ طرز حکومت سے اُن کی زمام اختیار کو اپنے قبضہ اقتدار میں اس عمدگی سے لئے ہوئے ہیں جس سے اُن (وزراء) کا وجود بمنزلہ اُن کلوں کے ہے جن کی قوت محرکہ خود بدولت (عبدالحمید خاں) ہی ہیں۔

ملکی و مالی انتظام کے لئے وسیع ملک قلمرو عثمانیہ (۲۱) ولایتوں پر منقسم ہے۔ اور ہر ایک ولایت میں ۲ دو صوبے اور ہر صوبے میں ۴ چار ضلع اور ہر ضلع میں ۸ آٹھ تعلقات اور ہر تعلقہ میں متعدد دیہات و قریہ جات ہوتے ہیں۔

ہر ایک ولایت پر ایک والی (گورنر جنرل) اور ہر ایک صوبہ پر ایک متصرف (گورنر) اور ہر ضلع پر ایک قائم مقام (کلکٹر) اور ہر تعلقہ پر ایک مدیر (تحصیلدار) اور ہر ایک بڑے قریہ پر ایک مختار مقرر ہے۔ والی (گورنر جنرل) خاص زیر فرمان سلطان ہوتا ہے تو متصرف۔ قائم مقام مدیر اور مختار تحت حکومت والی سمجھے جاتے ہیں۔

مالی انتظام کے لئے وہ عمدہ پالیسی اختیار کی گئی ہے جس کے مفید و کارآمد ہونے کا ثبوت قطعی سلطنت کی موجودہ مرفہ الحالی اور صیغۂ مال کی روز افزوں ترقی و خوشحالی ہے۔

صیغۂ مال۔ اس کی خوبی و خوش نصیبی مخصوص زراعت کی روز افزونی پر۔ اور زراعت کی روز افزونی مزارعین کی ضروریات کی تکمیل پر موقوف ہے۔ اور اُن ضروریات کی دُو قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ جس کی تکمیل حکومت سے متعلق ہے مثلاً صیغۂ آبپاشی و تعمیرات وغیرہ۔ دوسری وہ جو مزارعین کی ذات سے متعلق ہے مثلاً اجناس متعلقہ زراعت کے تخم۔ نقدی رقم۔ اسباب و آلات کشاورزی۔ ذاتی محنت و جفاکشی۔

ذاتی محنت و جفاکشی اگرچہ ان کا منصب مفروضی ہے مگر چونکہ دوسری ضرورتوں کی تکمیل نہ ہونے سے بیچارے مزارعین قطعی بے بس تھے لہذا اسلطان عبدالحمید خان دام اقبالہٗ نے مزارعین کی اُن ضروریات کو پورا کرنے کے علاوہ جن کا پورا کرنا اُن کے ذمہ تھا مثلاً آبپاشی وغیرہ خاص مزارعین کی ذاتی ضروریات کی تکمیل کے لئے زیر نگرانی وزیر مال نہ

صرف ایک زراعتی بنک قائم کیا جس کی (۹۵) شاخیں اور (۳۲۰) انجمنیں تھیں بلکہ زراعتی کالج بھی قایم کیا جس کی شاخیں ممالک عثمانیہ کے ہر ایک ولایت وضلع کے صدر مقام میں فن زراعت کی تعلیم دے رہی ہیں۔

زراعتی بنک نے من ابتدائے ۱۳۰۳ء لغایہ ۱۸۸۶ء اپنے موجودہ سرمایہ (۳۵) کروڑ (۵۰) لاکھ پیاسٹر سے جس قدر مزارعین وغیرہ کو مدد دی اُس کی تعداد (۱۲) کروڑ (۱۷) لاکھ (۷۰) ہزار پیاسٹر تھی۔ اور مدارس متذکرۂ صدر نے سندیافتوں کو اس قدر بڑھا دیا کہ جن کی تعداد (۶) ہزار (۱۹) تک پہنچ گئی۔

سررشتۂ مال وصیغہ معدنیات وجنگلات۔ اس کے عمدہ انتظام کے لئے مکتب الملکیہ، مکتب الزراعت۔ مکتبہ معدنیات وجنگلات زیر نگرانی وزارت مال قائم کئے گئے۔ مکتب الملکیہ، مکتب الزراعت سررشتۂ مال کے لئے اور مکتب معدنیات وجنگلات سررشتۂ متعلقہ کے لئے لائق وفائق افسران اسٹاف بہم پہنچاتے ہیں۔ پس لائق و فائق عہدہ داروں نے اپنی قوت دماغی سے زراعتی بنک کو اور مدارس نے اپنی ابیض نورانی وقوۃ تعلیمی سے مزارعین

وغیرہ کو کچھ ایسی مدد دی جس کی وجہ سے دس[۱۰] ہی سال کے عرصے میں خاص صیغۂ زراعت میں اس قدر ترقی ہوئی کہ نہ صرف عشر کی آمدنی میں تقریباً چھ لاکھ پونڈ (ایک کروڑ بیس لاکھ روپیہ کلدار) کی افزائش ہوئی بلکہ بنجر اور افتادہ زمین کا سالانہ لگان پانچ لاکھ پونڈ (ایک کروڑ روپیہ) ہوگیا۔ اور صیغۂ معدنیات وجنگلات کی آمدنی (جس کا وجود اس سے پیشتر معدوم تھا) پانچ[۵] لاکھ بیانوے[۹۲] ہزار چار[۴] سو بائیس[۲۲] پونڈ (ایک کروڑ اٹھارہ لاکھ اڑتالیس ہزار چار[۴] سو چالیس[۴۰] روپیہ کلدار) ہو گئی۔

صیغۂ صنعت وتجارت: اس کی ترقی کے لئے

عموماً حکام[۱] کا انصافانہ تقرر۔ پیشہ[۲] وروں کی آزادی۔ حفظ حقوق[۳] ونفوس۔ آسانی[۴] ترسلۂ خط وکتابت (ڈاکخانہ جات وتار برقی) بےخطر[۵] وسائل آمد ورفت (ریلوے لائن اور جہازوں کی کمپنیاں) خصوصاً علم وفن متعلقہ کی تعلیم وتربیت[۶] اور رقمی امداد[۷] ومعاونت وغیرہ اسباب ستہ[۶] لازم وملزوم ہیں۔ اول الذکر اسباب خمسہ[۵] صرف موئد ترقی۔ تو آخر الذکر اثنین[۲] ہم موجب ترقی وہم باعث بقائے تسلسل مانے گئے ہیں لیکن سلطان عبد الحمید خاں نے اُن اسباب اول الذکر کو بہم پہنچانے کے علاوہ جن کا بہم پہنچانا

بنظر تکمیل دیگر اغراض حکومت اُن کے ذمہ تھا مخصوص ترقی تجارت وصنعت کے لئے زیر نگرانی وزیر پبلک ورکس علوم وفنون متعلقہ کی اشاعت اور اہل تجارت وغیرہ کی امداد ومعاونت کے لئے ہر ایک محل ومقام پر تجارتی وصنعتی کالج اور بیس[20] کروڑ پونڈ کے معتدبہ سرمایہ سے ایک زبردست بینک بھی کھول دیا۔ اِس سے یہ نتیجہ مترتب ہوا کہ چھ[6] ہی سال میں تعلیم یافتہ پیشہ وروں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی اور صنعتی کارخانہ جات اِس قدر قائم ہوگئے کہ اُن کا سالانہ ٹیکس سات[7] لاکھ چالیس[40] ہزار پونڈ ہوگیا۔

تجارتی ترقی کا اندازہ نہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک سو تیئیس[123] چیمبر آف کامرس (ایوان یا مجلس تجارت) قائم ہوگئے کہ جن کے روزانہ کاروبار کی تکمیل کے متعلق ایک ہزار ایک سو آٹھ جہازوں کی کمپنیاں سایر وساعی وسرگرم ہیں بلکہ اس سے بھی ممکن ہے کہ ملکی پیداوار اور صنعت وحرفت کے ضمن میں ایک ارب پچیس[25] کروڑ بہتر[72] لاکھ چار[4] ہزار دو[2] سو پونڈ کا مال برآمد ہوتا ہے۔

پس واجب التعظیم بیدار مغز سلطان عبدالحمید خاں کی

مجوزہ اسکیم کی نسبت یہ امید قائم کرنا بے محل نہوگا کہ اگر اس اسکیم کا سلسلہ بلا تغیر و تبدل اپنی موجودہ خوبیوں سے محفوظ و مسلسل جاری رہے تو عجب نہیں کہ سلطان کے ظل عاطفت میں صنعت و تجارت کا صیغہ روز افزوں ترقی کے ساتھ وہ دلفریب فروغ و فتوح حاصل کرے جو آج کل اُن کی ہمسایہ وہم پایہ حکومتوں کے صیغہ تجارت کو نصیب ہے۔

صیغہ عدالت عامہ۔ اس میں مضلاتی عدالتوں کی از سر نو درستی و ترتیب ہوئی۔ سرکاری مہتموں اور ایڈوکیٹ جنرلوں کا تقرر اور ججوں کے لئے ترقی کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔ ہر تعلقہ میں ابتدائی عدالت دیوانی و فوجداری۔ اور ہر ضلع میں متوسط عدالتیں۔ اور ہر صوبہ میں صدر عدالتیں قائم ہوئیں۔ اور عدالت العالیہ جس کو محکمۃ التمیز یا دوسرے الفاظ میں ہائیکورٹ کہتے ہیں خاص قسطنطنیہ میں قائم ہوا۔ ہر ایک مقدمہ کا مرافعہ عدالت ابتدایہ سے ضلع میں۔ ضلع سے عدالت صوبہ میں۔ عدالت صوبہ سے عدالت گورنری میں۔ عدالت گورنری سے عدالت العالیہ میں۔ اور اس سے وزیر عدالت کے اجلاس تک برابر ہوا کرتا ہے۔ جس کی نگرانی یا تو خود پیشگاہ سلطانی میں ہوتی ہے۔ یا مجلس

باب العالی میں جہاں تمامی وزراء بحیثیت ممبر و وزیر اعظم میر مجلس ہوتا ہے یہاں کا حکم حکمِ قطعی یا حکم مختتم سمجھا جاتا ہے

سر رشتہ عدالت۔ اس کے انتظام کے لئے باقاعدہ جوڈیشل حکام بہم پہنچانے کے لئے زیر نگرانی وزیر معدلت عامہ مکتب الحقوق (قانونی کالج) و مکتب نواب قائم کیا گیا۔ مکتب اول الذکر جوڈیشل انتظام کے لئے جج۔ اسسٹنٹ جج مجسٹریٹ۔ چیف مجسٹریٹ منصف۔ صدر منصف۔ عادل۔ میر عادل بہم پہنچاتا ہے تو مکتب آخر الذکر اسلامی جماعت کے موروثی قاضی۔ مفتی۔ یا ایسے لائق و فائق اشخاص بہم پہنچاتا ہے جو قصناً وافتاً کے عہدوں کے امیدوار اور ہر طرح مستحق ہوں۔

انتظام پولیس۔ چونکہ ہر ایک آدمی اپنے وطن اور اہل وطن کے آئین و اطوار اُن کی گفتار رفتار اُن کی طرزِ معاش اور پرائیویٹ زندگی سے بخوبی واقف ہوتا ہے لہذا ہر ایک شخص جہاں کا تہاں مامور کر دیا گیا تاکہ قزاقوں اور ڈاکوؤں کی گرفتاری و سراغ رسانی کے متعلق کسی طرح کی دقت و دشواری واقع نہ ہو۔ اور ہوا بھی ایسا ہی۔ جس کے متعلق خود انگلستان کی ایک شہزادی نے یہاں کے انتظام

پولیس کو اسکاٹلنڈ کے پولیس کے انتظام سے نسبت دی ہے۔

تعلیمات کا انتظام۔ اس پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے واضح ہوا کہ مصارف تعلیمات قبل ازیں تین[۳] لاکھ پونڈ تھے لیکن مجددہ مدارس کی تعداد پانچہزار اور مصارف ۵ لاکھ پونڈ کر دیئے گئے۔ سلطان المعظم دام اقبالہٗ نے سررشتہ تعلیمات میں دو[۲] شاخیں قائم کیں۔ تعلیم[۱] عام۔ تعلیم[۲] خاص۔ عام میں عامۂ رعایا کی تو خاص میں خاص منتظمان دولت کی تعلیم و تربیت ہوتی ہے جس سے انتظامی ضرورتوں کی تکمیل ہوا کرتی ہے۔

شاخ اول[۱] میں تعلیم کے چار درجے ہیں۔ ابتدائیہ۔ رشدیہ[۲]۔ ابدادیہ[۳]۔ اعلیٰ[۴]۔

(۱) ابتدائیہ مدارس کو مکاتب صبیاں کہتے ہیں ان کا نصاب تعلیم یہ ہے۔ قرآن مجید۔ ترکی زبان۔ خوشخطی۔ ترکی قواعد حساب۔ عربی کا املا۔ جغرافیہ۔ مدت تعلیم چار[۴] سال۔

(۲) رشدیہ کو ابتدائیہ میں شریک ہے مگر یہ تعلیم مڈل کے برابر یا اس سے کچھ بڑھی ہوئی ہے اس کا نصاب تعلیم یہ ہے صرف و نحو۔ ترکی۔ عربی۔ فارسی۔ املا۔ انشاء۔

تحریر صحیح۔ تاریخ سلطنت عثمانیہ۔ تاریخ عالم۔ جغرافیہ۔ حساب۔
اصول اقلیدس۔ سادہ نقشہ کشی۔ کاغذات تجارتی کے اصول
اور فرنچ زبان۔ مدت تعلیم تین سال۔

(۳) ابدادیہ درجہ بمنزل انٹرنس کے ہے۔ اس میں وہی
لڑکے داخل ہوتے ہیں جنہوں نے رشدیہ کی تمام جماعتیں امتحاناً
طے کی ہوں۔ یہاں کا تعلیمی نصاب یہ ہے۔ علم ادب۔ انشا۔
فرانسیسی زبان۔ علم کلام۔ حساب۔ جبر و مقابلہ۔ مساحت اراضی۔
اقلیدس۔ علم طبیعیات۔ کیمسٹری (کیمیا) نیچرل ہسٹری (علم
خواص الاشیا) مدت تعلیم تین سال۔

دار الخلافت کے ہر محلہ کے حلقہ اور اضلاع کے
ہر ایک موضع میں جہاں سو گھر آباد ہوں ایک ایک مدرسہ صبیان
اور مدرسہ نسوان اور جس محلہ و موضع میں جہاں پانسو گھر ہوں
ذکور و اناث کے واسطے ایک ایک مدرسہ رشدیہ۔ اور جس شہر
میں جہاں ہزار گھر ہوں ایک مدرسہ ابدادیہ کھول دیا گیا ہے۔
ابدادیہ اور رشدیہ میں خاص لڑکیوں کا تعلیمی کورس یہ ہے۔ دینیات۔
ترکی قواعد عربی و فارسی قواعد کے اصول۔ علم ادب۔ علم
خواص الاشیاء۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ حساب۔ تدبیر منازل۔ سینا پرونا

نقاشی اور موسیقی (اختیاری ہے)۔ ترکی۔ رومی۔ یونانی۔ فرانسیسی جرمنی۔ روسی۔ انگریزی زبان۔ آخر الذکر چار زبانیں اختیاری ہیں۔

ہر ایک ولایت کے صدر مقام (صوبہ) میں ایک گرامر اسکول اور ایک کالج بھی ہے۔ گرامر اسکول میں وہی علوم پڑھائے جاتے ہیں جو ابتدائیہ میں مقرر ہیں۔ اور کالج میں دو قسم کی اعلیٰ تعلیم ہوتی ہے۔ لیٹرز (ادب) سائنس (حکمت)۔ مدت تعلیم تین سال۔

(۴) اب رہی تعلیم اعلیٰ اس کی دو قسمیں ہیں۔ علمی۔ فنونی۔ علمی میں دو شاخیں ہیں۔ مکتب سلطانیہ۔ مکتب ادبیات عالیہ۔

(۱) مکتب سلطانیہ۔ یہ کالج تمامی کالجوں سے ممتاز ہے تعلیمی حیثیت سے اس کالج کو جو خصوصیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ تمام علوم و فنون فرانسیسی زبان میں پڑھائے جاتے ہیں۔ اس کا تعلیمی کورس یہ ہے۔ ترکی۔ عربی۔ فارسی میں عقائد فقہ۔ اخلاق۔ حدیث۔ تفسیر۔ صرف و نحو۔ ادب۔ تاریخ دولت عثمانیہ۔ اصول انشا نگاری۔ فن بلاغت۔ حساب جبر و مقابلہ

جغرافیہ۔ ہندسہ۔ کیمسٹری۔ علم طبقات الارض۔ علم نباتات۔ علم حیوانات طبیعیات۔ رسم ہندسہ۔ علم مناظرہ۔ یونانی۔ ارمنی۔ جرمنی۔ انگریزی۔ اٹالین زبانیں بھی حسب ضرورت سکھلائی جاتی ہیں۔ مدت تعلیم ۵ سال۔

(۲) مکتب ادبیات عالیہ۔ اس کا نصاب تعلیم حسب ذیل ہے۔

عربی علم ادب۔ یونانی علم ادب۔ لاطینی علم ادب۔ منطق۔ فلاسفی۔ علم عمارات و روایات قدیمہ۔ تاریخ عالم فلسفۂ تاریخ۔ میعاد تعلیم ۳ سالہ ہے۔ یہاں کے سند یافتہ دوسرے مدارس کے ادیب ہوتے ہیں۔

اس کے سوا تین نارمل اسکول بھی ہیں جن میں سے ایک کے سند یافتہ طلباء مکاتب صبیان و ابتدائی پرائمری سکول کے ماسٹر اور استاد ہوتے ہیں تو دوسرے کے سند یافتہ طلبا رشدیہ اور اعلی اسکولوں کے ادیب و پروفیسر ہوتے ہیں تیسرے میں وہ نوجوان خواتین تعلیم پاتی ہیں جو بعد کامیابی مدارس نسوان کی معلمات ہوتی ہیں۔ قونیہ میں اتنے کالج ہیں۔ مکتب الزراعت۔ مکتب الصناعت۔ مکتب التجارت۔ مکتب الطبابت۔ مکتب الہندسہ

(انجینرنگ کالج)۔ ان کی شاخیں بعض بعض ولایت کے صدر مقام میں پھیل گئی ہیں۔

(۱) مکتب الزراعت۔ اس کالج میں علم طبقات الارض علم کیمیا۔ علم خواص جوارح نباتات۔ علم نباتات۔ علم حیوانات۔ علم خواص۔ جوارح حیوانات۔ علم مقیاس الموسم۔ علم ہوا۔ علم جرثقیل۔ انجینرنگ وغیرہ علوم کی تفہیم اور عملی مشق بھی کرائی جاتی ہے۔ اس کی شاخیں سمرنا بیروت۔ بروصہ اور دیگر مقامات میں پھیل گئی ہیں۔ جن کے ساتھ ایک ایک زراعتی ماڈل فارم عملی تعلیم کے لئے بھی ہوتا ہے۔ ایسے خاص کالج میں معززین ریاست ہی تعلیم پاتے ہیں۔ اور بعد کامیابی ڈاکٹر آف اگریکلچر ہوتے ہیں اُس کی شاخوں میں عامۂ رعایا تعلیم پاتی ہے جن کے طلباء زراعتی انسپکٹر ہوا کرتے ہیں۔

(۲) مکتب الصناعت۔ اس کالج میں علوم متعلقہ فنون وغیرہ مثل حدادی۔ نجاری۔ کلوں کی تیاری اور ان کا ڈھالنا۔ وغیرہ وغیرہ سکھائے جاتے ہیں۔ اس کے طلبا جب فنون کی تعلیم سے فارغ ہو جاتے ہیں تو منجملہ اُن کے بعض سرکاری فوجی سررشتہ میں بعض جہازوں کے کارخانوں میں مُلازم ہو جاتے ہیں

اور بعض کو کچھ نقد انعام عطا ہوتا ہے جس سے صنعتی کارخانوں کے کھولنے پر مجبور کئے جاتے ہیں۔ اس کالج کی ایک ایک شاخ ہر ولایت کے صدر مقام میں کھلی ہوئی ہے جس میں دو مدرسے ہوتے ہیں۔ ایک لڑکوں کے واسطے دوسرا لڑکیوں کے واسطے۔ چنانچہ اس کالج کے قیام سے عثمانیہ حکومت کی پبلک صنعت وحرفت کو اس قدر فروغ وترقی نصیب ہوئی جس کی کسی کو امید نہ تھی۔

(۳) مکتب التجارت۔ اس کالج کا نام حمیدیہ تجارتی اسکول ہے جو سلطان المعظم کے مقدس ومبارک نام نامی سے معنون ہوا۔ اس میں وہی علوم وفنون سکھائے جاتے ہیں جو تجارت کے متعلق ہوں۔ اس کی شاخیں ہر ایک ولایت میں جہاں گورنر کا مستقر ہے قائم کی گئی ہیں۔

(۴) مکتب طبابت۔ اس کالج میں علوم وفنون متعلقہ طب وتشریحات ابدان پڑھائے جاتے اور عملی مشق کرائی جاتی ہے۔ یہاں کے طلباء ڈگری حاصل کرنے کے بعد میونسپل طبیب ہوتے ہیں اور سررشتہ فوج بری وبحری میں ڈاکٹری پر مامور کئے جاتے ہیں۔

(۵) مکتب الہندسہ۔ (انجینیرنگ کالج) اس میں علوم متعلقۂ تعمیرات وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں۔ اس کے سند یافتہ طلباء سررشتہ تعمیرات اور سررشتہ فوج میں بصیغہ توپ خانہ انجنیر مقرر ہوتے ہیں۔

شاخ دوم (تعلیم خاص) میں نو کالج ہیں۔ ۱ مکتب ملکیہ شاہانہ۔ ۲ مکتب معدنیات وجنگلات۔ ۳ مکتب الحقوق۔ ۴ مکتب النواب۔ ۵ مکتب تعلیم اعلی سفارت۔ ۶ مکتب بحریہ۔ ۷ مکتب حربیہ۔ ۸ مکتب لسان ۹ مکتب تاربرقی۔

(۱) مکتب شاہانہ۔ یہ کالج جو ترکی کا سیول سروس کالج ہے۔ خاص سلطان المعظم کا قائم کردہ ہے۔ اور حضرت سلطان المعظم کو اِس کی طرف التفات خاص ہے کیونکہ اس کالج کے سند یافتہ طلباء صوبوں کی مددگاری۔ یا اول تعلقداری یا سلطنت کے دوسرے محکموں میں اسی عہدہ کے برابر منصب کے عہدوں پر مامور ہوتے ہیں۔ اس کا تعلیمی کورس یہ ہے۔ عربی۔ فارسی۔ یونانی۔ فرنچ۔ ارمنی زبانیں۔ حساب۔ جغرافیہ۔ ہندسہ جبرو مقابلہ۔ علم خواص الاشیاء۔ کیمسٹری۔ علم مناظرہ۔ طبیعیات۔

علم حیوانات۔ کینن لا (فتاوی شریف) کمرشل لا (قانون تجارت)۔ سول لیجسلیشن (ملکی قانون) عام تاریخ۔ پولٹیکل اکانومی (سیاست مُدن) قوانین ممالک یورپ۔ انڈسٹری۔

چنانچہ ۱۹۰۰ء تک ۲ دوسو سے زیادہ طلبا ملکی عہدوں پر مقرر ہو چکے ہیں۔ سنہ مذکور میں طلباء کی تعداد ۷ سات سو سے زائد تھی۔ گو اب سُنا گیا ہے کہ تقریباً ۱۲ بارہ سو طلباء زیرِ تعلیم ہیں۔

(۲) مکتب معدنیات و جنگلات۔ یہ کالج ۱۸۹۰ء میں زیرِ نگرانی وزارتِ مال قائم ہوا۔ اس میں وہی علوم پڑھائے جاتے ہیں اور اُن کے متعلق عملی مشق کرائی جاتی ہے جو معدنیات و جنگلات سے متعلق ہیں اور اُن کی شناخت و برآمدی ان کی حفاظت و پرورش کے لئے موزوں ہیں۔ اِس کے طلبا حسبِ لیاقت اور حسبِ مدارج ڈگری سررشتہ متعلقہ کے افسر۔ مہتمم۔ ناظر وغیرہ ہوتے ہیں۔

(۳) مکتب الحقوق۔ یہ کالج قانونی کالج ہے۔ ۱۸۸۲ء میں زیرِ نگرانی وزیرِ عدالت عامہ بدیں غرض مستقل بنیاد پر اس کا قیام ہوا کہ جوڈیشل انتظام کے لئے ہر سال لائق و فائق

جوڈیشل حکام بہم پہنچاتا رہے۔اس کے سند یافتہ طلباء جج۔ اسسٹنٹ جج۔ مجسٹریٹ۔ چیف مجسٹریٹ۔ منصف۔ صدر منصف۔ عادل۔ میر عادل اور صدر الصدور ہوتے ہیں۔ اس کی میعاد تعلیم چار برس ہے اور کورس میں مندرجۂ ذیل مضامین داخل ہیں۔

فقہ۔ اصول فقہ۔ عثمانیہ قانون (مجلّہ) شرح محمدی۔ رومن لا (قانون دیوانی)۔ قانون تجارت (تجارتی قانون دیوانی فوجداری اور تعزیری)۔ اصول محاکمہ (ثالثی)۔ قانون تعزیرات۔ قانون بحری۔ پولیٹیکل اکانومی (سیاست مدن)۔ قوانین سلطنت ہائے یورپ متعلقۂ دیوانی۔ فوجداری۔ وتجارتی۔ تاریخ ایجاد قانون اور اس کی عہد وار ترقیاں۔ انتظامی قانون۔ یہ تعلیم نہایت رو بترقی ہے۔ اس کے طلبا کی تعداد ۱۳۱۰ھ میں بارہ سو تھی جن میں چھ سو بورڈر باقی غیر بورڈر تھے مگر اب سنا گیا ہے کہ تین ہزار لڑکے زیر تحصیل ہیں۔

(۴) مکتب نواب۔ یہ کالج بھی زیر نگرانی وزارت معدلت عامہ خاص ان اشخاص کی تعلیم کے لئے قائم ہوا ہے جو اسلامی جماعت کے موروثی قاضی ومفتی ہوا کرتے ہیں۔ یا قضا وافتا کے عہدوں پر مقرر کئے جاتے ہیں۔ اس میں فقہ کی تعلیم نہایت

اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ اور وہ علوم جدیدہ بھی سکھلائے جاتے ہیں جو ضروریات زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۵) مکتب تعلیم اعلیٰ سفارت۔ یہ کالج ۱۸۹۰ء میں زیر نگرانی وزارت عظمیٰ و وزارت خارجہ قائم ہوا۔ اس میں وہی علوم سیاست مدن پڑھائے جاتے ہیں جو سفارت کے متعلق مفید ہوں اور جن کی عام ضرورت خدمت سفارت کے لئے مانی گئی ہے۔ اس میں معزز عمائدین دولت و امرائے سلطنت کے نوجوان لڑکے زیر تعلیم ہوتے ہیں۔ جو سفارتی عہدوں کے لئے منتخب کئے جاتے ہیں۔ مدت تعلیم چار سال ہے۔ اور اس میں تقریباً دو سو طلباء زیر تعلیم ہیں۔

(۶) مکتب لسان۔ یہ کالج حسب الحکم سلطان اکتوبر ۱۸۸۳ء میں زیر نگرانی وزارت خارجہ بایں وجہ قائم کیا گیا کہ عموماً تمامی ممالک کے انتظامی محکمہ جات خصوصاً محکمۂ باب العالی و محکمۂ وزارت خارجہ کے لئے لائق و فائق مترجمین بہم پہنچائے۔ مدت تعلیم پانچ برس۔ اور اس کے کورس میں گرامر۔ فرانسیسی۔ ترکی۔ یونانی۔ آرمنی۔ انگریزی۔ جرمنی زبانیں داخل ہیں۔ صرف روسی زبان اختیاری ہے۔ ۱۸۹۰ء میں

اس کے طلبا کی تعداد تقریباً چار ہزار تھی۔ اس کے سند یافتہ طلباء گورنمنٹ کے مختلف محکموں اور صیغوں میں مترجمی کی خدمات پر مامور ہوتے ہیں۔

(۷) مکتب تار برقی۔ یہ مکتب ۱۸۹۰ء میں زیر نگرانی وزارت مال قائم کیا گیا ہے۔ اس میں وہی علم و عمل متعلقہ تار برقی سکھلائے جاتے ہیں جن کی عام ضرورت دولت و حکومت کو ہے۔ یہاں کے ڈگری یافتہ طلباء ہر ایک تار آفس میں جو ممالک عثمانیہ میں صدہا مقامات پر قائم ہیں ملازم ہوتے ہیں۔

(۸) مکتب بحریہ۔ یہ کالج زیر نگرانی وزارت صیغۂ بحری قائم ہے اس میں فن جہازرانی اور اس کے متعلقہ علم و فن سکھائے جاتے ہیں اور عملی مشق بھی کرائی جاتی ہے۔ اس کے طلباء کی تعداد تخمیناً پندرہ سو ہوگی۔

(۹) مکتب حربیہ شاہانہ۔ یہ کالج کیا باعتبار تعلیم عملی اور کیا باعتبار تعلیم فن حربی نہایت ممتاز ہے اس میں تعلیم کی دو شاخیں ہیں۔ (۱) فنی (۲) عسکری۔ فنی میں دو قسم کی تعلیم ہوتی ہے ایک (۱) فن حربیہ دوسری (۲) فن بیطاریہ۔

فنِ حربیہ میں مضامین ذیل پڑھائے جاتے ہیں۔
تقسیم اراضی۔ ہیئت۔ نظریات۔ جرِ ثقیل۔ معماری۔ اشکالِ معماری۔ تاریخ فنِ حرب۔ ارکان حرب۔ فنِ اسلحہ ثقلیہ۔ فنِ اسلحہ خفیفہ۔ علم طبقات الارض۔ اقلیدس۔ جبر و مقابلہ۔ پلو غرافیہ۔ فوجی ٹیلیگراف۔ فوجی ایجادیں مع عملیات۔ تصویر کشی۔ سفر میتیا۔ ممالک عثمانیہ کی سڑکیں اور سرحدی مقامات اور کل یورپ کی ریلوے لائن۔ یورپ کی فوجوں کی ترتیب اور اس کے اصول۔ دنیا کی مشہور لڑائیاں اور فوجی اصول کے لحاظ سے اُن کی کیفیتِ وقوع اور فتح و شکست کے اسباب کی تحقیق۔ فرنچ جرمن روسی زبان۔ قلعوں کا محاصرہ اور ان کے اصولِ جنگ۔ نشانہ بازی۔ شہسواری۔ مورچہ بنانا۔ دمدمہ تیار کرنا۔ سرنگیں کھودنا۔ افسروں کے لئے مدتِ تعلیم چھ برس۔

فنِ سبطاری میں تمام امراض۔ طب حیوانات۔ فنِ ولادت فنِ فروسیت۔ امراض متولیہ۔ امراضِ خارجیہ و داخلیہ۔ فنِ جراحی۔ کیمیائے عضوی و غیر عضوی۔ مفردات طب۔ تشریح۔ منافع الاعضا۔ نباتات۔ علمِ حیوانات۔ علم الارض والمعادن۔ مدتِ تعلیم چار سال۔

عسکری۔ اِس کی تین شاخیں ہوتی ہیں۔ ایک کیولری (فوج سواراں)۔ دوسری انفنٹری (پیدل) تیسری آرٹیلری (توپ خانہ)۔ سوار اور پیدل کو مضامین ذیل کی علمی تعلیم ہوتی ہے۔ ہندسۂ رسمی نظری و عملی۔ پلوغرافیہ۔ کیمیا۔ فن اسلحہ۔ فوجی ایجادات۔ جغرافیائے عسکری۔ فرنچ۔ جرمنی۔ روسی زبان۔ اور عملی تعلیم۔ فنِ نشانہ بازی۔ نیزہ بازی۔ شہسواری۔ دمدمہ تیار کرنا۔ مورچالین بنانا۔ سرنگیں کھودنا سکھلائے جاتے ہیں۔ مدتِ تعلیم تین برس۔

آرٹیلری (توپ خانہ) کو علاوہ مضامین مندرجۂ بالا انجنیرنگ کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اور عملی تعلیم میں توپ کا چلانا اور اس کی نشانہ بازی۔ گھوڑوں کی سواری۔ دمدمے اور مورچالین بنانا۔ توپ کا گاڑی پر قائم کرنا اور اس کا گاڑی سے علحدہ کرنا۔ اس کی کلیں بنانا اور درست کرنا۔ اور کسی قدر حدادی اور نجاری بھی سکھائی جاتی ہے۔ عام فوج کے لئے مدتِ تعلیم تین برس۔ افسروں کے لئے ۴۔ ۵ ۔۶ برس ہے۔

اِس کالج کے ماتحت (۵۴) مدارس حربیہ ہیں۔

جن میں (۱۸) آیداویہ اور (۲۷) رشدیہ ہیں۔ رشدیہ ہر ایک ولایت کے صدر مقام میں کھول دیا گیا ہے اور ایداویہ خاص قسطنطنیہ۔ اڈریانوپل۔ مناسطر۔ ارض روم۔ دمشق۔ بغداد۔ یمن اور باسفورس کے ایشیائی ساحل پر قائم کئے گئے ہیں۔

حربیہ کالج اور اُس کی شاخوں نے ۱۸۷۶ء سے ہر تین سال کے اختتام پر تخمیناً پچاس ہزار تعلیم یافتہ فوج سلطان عبدالحمید خاں کے تخت و تاج دولت و حکومت کی حفاظت اور اس کی خیرخواہی و جاں نثاری کے لئے بہم پہنچادی ہے جس میں سے (۳۵) ہزار پیدل (۹) ہزار سوار اور (۶) ہزار فوج توپخانہ ہے اور ہر چھ سال پر تخمیناً (۱۶۰۰) طلباء لفٹنٹی۔ نائب لفٹنٹی۔ اور کپتانی وغیرہ کی ڈگریاں پاکر مدرسہ سے نکلتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت پر علاوہ موجودہ فوج ملازم کے جن کی تعداد (پانچ لاکھ) میں اختلاف ہے اگر بحساب صدر دیکھا جائے تو حکومت ترک میں دو لاکھ چوبیس ہزار فوج پیدل۔ ترسٹھ ہزار سوار۔ چوالیس ہزار فوج توپ خانہ موجود ہوگی۔ اِس کالج کے افتتاح و قیام سے نہ صرف یہ فائدہ مترتب ہوا کہ دولت عثمانیہ کا موجودہ صیغۂ جنگ نہایت پر زور و پُر قوت ہوگیا

بلکہ آئندہ کے لئے ہم کو یہ امید قائم کرنا بیجا نہ ہوگا کہ حربیہ کالج کی تعلیمی قوت سے عموماً عثمانی ہر ایک رعیت خصوصاً تمامی ترک جن کی ہمت مردانہ و جرأت دلیرانہ اور جوانمردی وشجاعت بہادرانہ مشہور آفاق ہے ایک باقاعدہ جنگی سپاہی بن جائیں گے۔

اگرچہ عام قومی تعلیم و تربیت اور اس کی ترقی کے متعلق سلطان المعظم کی ذاتی توجہ جیسی کچھ ہے اس پر خود سررشتہ تعلیمات کی وسعت۔ طلباء و علماء کی قدر و منزلت۔ عطائے تمغہ جات و خطابات اور نیز تاریخ مصنفہ شہزادی انگلستان و رپورٹ پروفیسر ویمبری نمبری (۵) اور (دی فیوچر فنیکٹس آف دی ٹرکی) ایک امریکن جنٹلمین کا رسالہ اور بہت سے اخبارات مصدق و مستند ہیں۔ مگر میں اس موقع پر اُس تعلیم و تربیت کا ذکر کرتا ہوں جو مخصوص گروہ نوبل کے ساتھ متعلق ہے۔

در ۱۸۷۶ء بذریعہ خط شریف (منشور شاہی) یہ حکم شرف صدور لایا کہ امراء و اعزۂ حکومت اپنی اولاد کو سات برس کی عمر میں ہر محلہ کے ابتدائی مدارس میں داخل کریں جن کی مدت تعلیم (۲) برس ہے۔ جب یہاں کی تعلیم سے فراغت ہو جاتی ہے تو تعلیم رشدیہ شروع ہو جاتی ہے جس کی مدت (۴) برس ہے

اور یہ تعلیم مڈل کے برابر ہے اس کے بعد تعلیم آبداویہ جس کی

مدت تعلیم (۲) برس ہے۔ اور یہ تعلیم انٹرنس کے برابر ہے۔

بالآخر جب امرا زادے ان مدارس ومدارج سے

فارغ ہو گئے تو ان فنونی وعلمی خاص کالجوں میں سے جس

کالج میں رجحان ومیلان ہو اس میں شریک ہو جاتے اور

(۵) برس زیر تعلیم رہتے ہیں۔ ماشاء اللہ جب یہاں سے بھی بازی

لے گئے اور سارٹیفکیٹ حاصل کر لئے تو بمصارف حکومت دوسرے

ترقی یافتہ ممالک میں بھجوا دیے جاتے ہیں۔ تاکہ وہاں جاکر

اُن ممالک کا حال برای العین مشاہدہ کرکے طریقۂ حکمرانی کو

دریافت کرکے یہاں اور وہاں جو کچھ تفاوت ہو اس کو خوب

سمجھیں سوچیں تاکہ جب انہیں حکمرانی کرنی پڑے تو کارآمد ہوں۔

اور اُن اسباب مابہ الارتقا کی رپورٹ اپنی حکومت کی وزارت

متعلقہ میں دیں جن کا وجود اپنی دولت وسلطنت میں نایاب ہو

غرض تین سال کے بعد ہر ایک علم وفن کے ذخیرے اور

تجربے کو لئے لوائے اپنے ملک کی طرف عود کرتے ہیں۔ اور جس

صیغہ وسررشتہ کی لیاقت اور تجربہ حاصل ہوتا ہے اس کی

متعلقہ کونسل میں امتحاناً شریک ہوتے ہیں۔ اور پھر یہاں کے

رنگ ڈھنگ دیکھتے بھالتے ہیں۔اور جب پچیس[۲۵] برس پر آجاتے ہیں تو رائے دینے کی اجازت ملتی ہے۔ بالآخر برس بھر کے امتحان و تبحر و تجربہ کے بعد بڑے بڑے خدمات پر مامور و متعہد ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ مکتب حربیہ سے چھ[۶] سو کے قریب۔ مکتب سلطانیہ سے ایک[۱۰۰] سو سے زاید۔ مکتب ملکیہ سے زاید از تین[۳] سو اور مکتب الحقوق سے تین[۳] سو کے قریب و مکتب تعلیم اعلیٰ سفارت سے پچھتر[۷۵]۔ و مکتب الہندسہ سے چھ[۶] سو۔ مکتب بحریہ سے ایک[۱] سو پچھتر[۷۵]۔ مکتب الطبابت سے دو سو چھیانوے[۲۹۶] امرازادے وغیرہ خدمات متعلقہ پر ۱۸۹۲ء میں مامور ہوئے ہیں۔

اَلحَمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ سلطان المعظم سلطان عبدالحمید خان کی خداداد دانائی و فرزانگی۔ بیدار مغزی و بلند پردازی۔ اور بست[۲۰] سالہ کوشش و انتظام نے باوجود ہزارہا موانعات کے قوم و ملت کو بہ نسبت پچھلے بیس[۲۰] برس کے نہ صرف درجۂ پستی سے ترقی کی اُس سطح پر پہنچادیا جس کو وسطی کہتے ہیں۔ بلکہ کیا باعتبار تہذیب و شایستگی اور کیا باعتبار ترقی علم و فن اقبال و دولتمندی کچھ ایسی ترقی بخشی کہ دولت عثمانیہ کی قوم محکوم آج کسی امر متعلقہ

تمدن میں کسی دوسری موجودہ قوم کی محتاج و دست نگر نہیں رہی۔ اور علیٰ ہذا حکومت کو ایسا مہذب قوی اور زور آور بنا دیا کہ جس کے مقابل میں رقبائے دولت تھرا رہے ہیں۔

ہمارے اِس دعوے کی دلیل اِس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ زار نکلس نے اس حکومت کو ایک مرد بیمار قرار دیا تھا تو آج اُس کا تختِ جگر الگزنڈر ثانی اس امر کا مقر ہو گیا ہے کہ یہ مرد بیمار اس مسیح ثانی سلطان عبدالحمید خاں نامی کے دمِ شفا بخش سے ایسا توانا تندرست اور چاق ہو گیا ہے جس کے مقابل روسی حکومت تو روسی حکومت بلکہ اور دو چار حکومتوں کی آؤ بھگت کیلئے بھی کافی ہے۔ اور مسٹر گلاڈسٹون جنہوں نے سلطان المعظم اور اُن کی قوم کو ابنائے باسفورس کے پرے جا بسنے کی صلاح دی تھی آج علیٰ رؤس الاشہاد یہ فرما رہے ہیں کہ "ٹرکی حکومت ایسی زور آور حکومت ہو گئی ہے اور سلطان آف ٹرکی ایسا فتحمند و منصور نکلا جس کے قدم پر روس۔ فرانس۔ اور انگلنڈ جبہ سائی کر رہے ہیں۔" ملاحظہ ہو چٹھی مسٹر گلاڈسٹون موسومہ میڈم نیولاف بہ مسئلہ آرمینیا مطبوعہ اخبار مخبر دکن واقع ۱۲ ر جمادی الثانی ۱۳۱۳ھ

م ۱۳؍اکتوبر ۱۸۹۵ء جلد (۱) نمبر شمارہ (۱۹) صفحہ (۵) ترجمہ
ٹیلیگرام رائیٹر۔ لندن مورخہ ۲۴؍اکتوبر۔"

ان علمی مشاغل کے ساتھ آپ کی تصوفی مصروفیتیں بھی تھیں جن کی طرف ہم نے قبل ازیں اشارہ کیا ہے مگر تفصیل سے لکھنے کا موقع نہیں ملا اب ہم اس خصوص میں تفصیل سے تحریر کرنا چاہتے ہیں۔

آپ کے معلومات تصوف اور سلسلۂ بعیت

اوپر تحریر ہوچکا ہے کہ خواجہ عبد اللہ خاں سے ہمارے خاندان میں گو باطنی فیض رسانی کا سلسلہ قائم نہیں رہا مگر ان سے قبل کم و بیش ہزار برس تک ہماری پشتیں جو مسلسل صاحب طریقت اور اجازت ہوئیں ان کا موروثی اثر ضرور باقی رہ گیا ہے کہ اس خاندان کے اکثر و بیشتر افراد پابند صوم و صلواۃ اور تہجد گزار ہونے کے علاوہ ذکر و عبادت کی طرف بالطبع مائل ہیں۔

اسی موروثی خوبو کی وجہ سے نہ صرف آپ پابند صوم و صلواۃ و تہجد گزار تھے بلکہ حدیث و فقہ کی معلومات و مہارت کے ساتھ طریقت کے دلدادہ بھی تھے۔

اسلام کے معنے اطاعت اور اپنے کو تفویض کردینے کے ہیں یعنے خدا و رسول ؐ کے اوامر و نواہی کی پابندی و بجا آوری۔ اسی کو اتقا بھی کہتے ہیں۔



شریعت مشتمل بہ عقائد صحیحہ و تہذیب اخلاقِ رذیلہ و عبادت بدنی مثل نماز۔ روزہ۔ حج و زکواۃ۔ اور طریقت مجاہدہ و تزکیۂ نفس و تجلیۂ قلب و طئیِ منازل سلوک الی اللہ و حصول مراتب تقرب فنافی اللہ و بقا باللہ ہے۔ اِس عروج و نزول کے بعد سالک انسان کامل سے ملقب ہوکر معرفتِ الٰہی سے مشرف ہوتا ہے۔

چونکہ اِس راہ میں بجز ہدایت و ارشاد رہنمائے کامل و پیر طریقت اور مسابقت عنایت الٰہی قدم رکھنا محال ہے اِس لئے آپ کو عرصے سے رہبر کامل کی جستجو تھی۔ اِسی زمانے میں حضرت سید عبداللطیف شاہ محی الدین قادری ویلور میں قطب ویلور کے نام سے مشہور تھے جن کے علم و فضل۔ کشف و کرامات۔ ذکر و ریاضت کا شہرہ دکن میں ہر طرف تھا۔ تھوڑے دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت موصوف نے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کی حاضری اختیار کی اور وہیں وصال بھی فرمایا۔ تبحر علمی اور اوصاف قلبی کا لحاظ کرتے ہوئے جنت البقیع میں قبۂ اہل بیت کے شرقی و شمالی زاویہ میں مدفون ہوئے۔ حضرت موصوف کے علمی تبحر کے متعلق راقم الحروف کو ایک واقعہ یاد آیا ہے۔

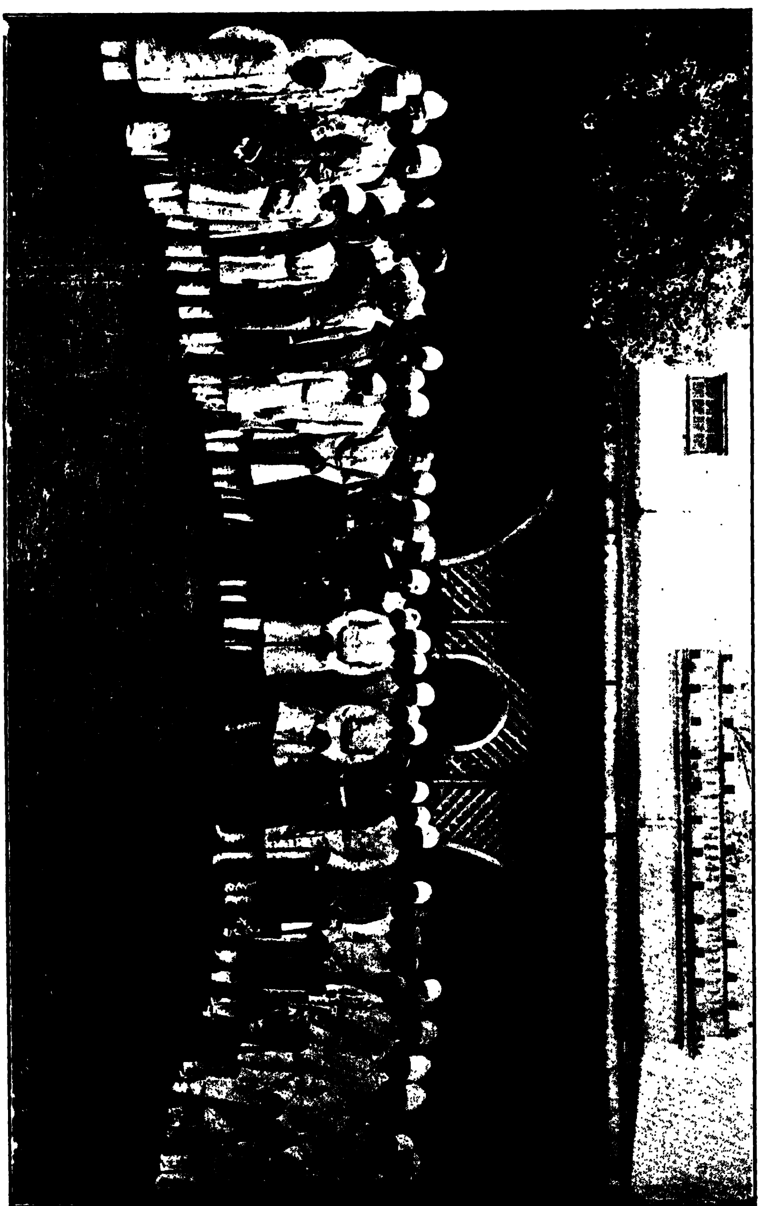
ایک مرتبہ میں والد مرحوم کی خدمت میں حاضر تھا کہ مولانا انوار اللہ خاں فضیلت جنگ بہادر معین المہام امور مذہبی تشریف لائے۔ دوران گفتگو میں حضرت قطب ویلور کا ذکر آیا۔ مولانا نے فرمایا کہ جس وقت میں مدینہ منورہ میں حاضر تھا حضرت موصوف کی قبر پر بھی بغرض زیارت جایا کرتا تھا جو امر خاص طور سے

حضرت موصوف سے منسوب اور مشہور ہے وہ یہ ہے کہ جب کبھی علماء میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو فریقین حضرت موصوف سے رجوع ہوتے ہیں اور کشف کے ذریعے ان کو آگاہی ہوجاتی ہے۔

حضرت شاہ محمد علی قادری حضرت قطب ویلور کے منظور نظر خلیفہ تھے۔ اپنے شیخ کی جدائی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ بالآخر ترک وطن فرمایا اور وارد حیدرآباد ہوکر محلہ بازار نورالامراء میں سکونت اختیار کی۔

اوپر تحریر کرچکا ہوں کہ مولوی عطاء اللہ صاحب و مولوی کریم اللہ صاحب والد مرحوم کے استاد تھے۔ ان کی زبانی آپ کو حضرت محمد علی شاہ قادری کے ورود کی اطلاع ملی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح علم ظاہر میں ماہر ہیں اسی طرح علم باطن میں کامل۔ اس خبر سے آپ کو ملاقات کا اشتیاق ہوا اور کہتے ہیں کہ پہلی ہی ملاقات میں آپ نے کسی مقدس بزرگ کی زیارت کی خواہش کی اور اس کی تکمیل کے ساتھ آپ نے قادریہ طریقہ میں اُن سے بیعت کرلی۔

ابتداءً آپ نے اپنے مرشد سے مثنوی مولانا رومؒ کا درس لیا۔ مرشد نے رموز خفی وجلی صنایع ظاہری و باطنی کے ساتھ مثنوی کو پڑھایا ذکر و شغل کا سلسلہ شروع ہوا۔ نماز آپ کی طولانی ہوا کرتی تھی اور وظائف کا سلسلہ دیر تک قایم رہتا تھا۔ بعد ختم نماز شیرینی پر فاتحہ دیکر کم سن بچوں میں تقسیم کردی جاتی تھی۔ آپ کا یہ طریقہ مدت العمر رہا۔



ذکر و شغل سے آپ کا سب و صاحبِ نسبت بھی ہو گئے تھے۔ مرشد کی توجہ اور اپنی ریاضت سے آپ میں خاص کیفیات رونما ہوا کرتی تھیں۔

بزرگانِ دین کے مزارات سے آپ کو بڑی ارادت تھی۔ اکثر درگاہوں پر حاضر ہوتے اور مراقب رہتے تھے۔

ہر وقت ہر حالت میں اللہ اکبر۔ لک الحمد یا معبود آپ کا زبان زد کلمہ تھا۔ آپ ہمیشہ ملاقات میں اپنے خاندانی اعزاز کا لحاظ رکھتے تھے مگر علماء و مشائخین سے نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ پیش آتے تھے حتیٰ کہ ہمکلامی میں ہاتھ بھی جوڑا کرتے تھے۔

آپ کے پیرانِ طریقت کا شجرہ

(۱) حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

(۲) حضرت امام الہمام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) حضرت امام الہمام امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴) حضرت امام الہمام امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵) حضرت امام الہمام امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

(۶) حضرت امام الہمام امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷) حضرت امام الہمام امام علی ابن موسیٰ الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸) حضرت شیخ المشائخ حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ

(۹) شیخ المشائخ حضرت شیخ سری السقطی رضی اللہ عنہ

(۱۰) شیخ المشائخ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ

(۱۱) شیخ المشائخ حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ

(۱۲) شیخ المشائخ حضرت شیخ عبد العزیز سہیل یمنی رضی اللہ عنہ۔

(۱۳) شیخ المشائخ حضرت شیخ ابوالفضل عبد الواحد یمنی رضی اللہ عنہ

(۱۴) شیخ المشائخ حضرت ابوالفرح یوسف طرطوسی رضی اللہ عنہ

(۱۵) شیخ المشائخ حضرت شیخ ابوالحسن علی الہنکاری رضی اللہ عنہ

(۱۶) شیخ المشائخ حضرت شیخ ابوسعید مبارک المخزومی رضی اللہ عنہ

(۱۷) سید السادات قطب الاقطاب حضرت محبوب سبحانی معشوق ربانی سید عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ عنہ۔

(۱۸) سید السادات حضرت سید عبد الرزاق رضی اللہ عنہ۔

(۱۹) سید السادات حضرت سید عماد الدین ابوصالح رضی اللہ عنہ۔

(۲۰) سید السادات حضرت سید ابونصر محی الدین رضی اللہ عنہ۔

(۲۱) سید السادات حضرت سید احمد رضی اللہ عنہ

(۲۲) شیخ المشایخ حضرت حاجی اسحاق رضی اللہ عنہ۔

(۲۳) شیخ المشایخ حضرت راجی محمدؒ رضی اللہ عنہ۔

(۲۴) شیخ المشایخ حضرت دریا محمدؒ رضی اللہ عنہ۔

(۲۵) شیخ المشایخ حضرت ناصر الدین رضی اللہ عنہ

(۲۶) شیخ المشایخ الشیخ حضرت عبد الحق محمدؒ مخدوم رضی اللہ عنہ (المشہور دستگیر صاحب قبلہ ساوی)

(۲۷) شیخ المشایخ حضرت محمدؒ فخر الدین رضی اللہ عنہ۔

(۲۸) سیّد السّادات السیّد حضرت شاہ ابو الحسن قادری رضی اللہ عنہ

(۲۹) سیّد السّادات السیّد حضرت شاہ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

(۳۰) سیّد السّادات السیّد حضرت شاہ ابو الحسن قادری رضی اللہ عنہ

(۳۱) سیّد السّادات السیّد حضرت عبد اللطیف شاہ محی الدّین رضی اللہ عنہ (المشہور قطب ویلور)

(۳۲) شیخ المشایخ حضرت شاہ محمدؒ علی قادری قدس سرہٗ

آثارِ شریف

آپ کو موئے مبارک سے بڑی عقیدت تھی اور ہمیشہ یہ قلبی تمنا تھی اور

جستجو رہی کہ کہیں سے کوئی سندی تبرک دستیاب ہو جائے۔

آثار مبارک حضرت سرور کائنات علیہ وآلہ تحیۃ الصلواۃ جو ابتداءً سید عبدالقادر خاں ثانی جاگیردار اودگیر کے پاس تھے وہ منتقل ہوتے ہوئے سید مصطفےٰ صاحب مدراسی کے پاس پہنچے اور اُن کے انتقال کے بعد اُن کے فرزند سید محمد حسینی عرف قادر پاشا کی تحویل میں آئے۔ چونکہ قادر پاشا کم سن تھے اس لئے ان آثار مبارک کی خدمت گزاری کا ذمہ سید مخدوم حسینی صاحب نے لیا تھا جو اعتماد جنگ کے داماد اور شرفائے مدراس سے تھے۔

سید مخدوم حسینی صاحب آپ کے انگریزی معلم رہ چکے تھے۔ حسن اتفاق سے ایک عرصے کے بعد جو سید صاحب موصوف حیدرآباد تشریف لائے اور آپ سے ملاقات کی تو دوران گفتگو میں ان سندی آثار مبارک کا ذکر کیا۔ یہ سُن کر آپ کو بکمال عقیدت مندی حصول آثار مبارک کا اشتیاق ہوا۔ بالآخر باستصواب سید مخدوم حسینی صاحب ہر چار آثار شریف مدراس سے ہدست کئے گئے اور آپ کو جو مسرت حصول آثار شریف سے ہوئی اور جس قسم کا حسن عقیدت وارادت آپ کو آثار متبرکہ کے ساتھ تھا وہ سطور ذیل سے ظاہر ہوگا۔

جب سید مخدوم حسینی صاحب آثار شریف مع اسنادات متعلقہ جن کی

نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے حاصل کر کے مدراس سے حیدرآباد اسٹیشن پہنچے تو پہلے یہ آثار شریف بہمراہی جماعت مولود وحفاظ درگاہ حضرت یوسف صاحب قبلہ وحضرت شریف صاحب قبلہ قدس اللہ اسرارہم میں رکھے گئے۔ اور بعد میں خاص مطلوبہ کی اجرائی سے ایک مہتم بالشان جلوس ترتیب دے کر جس میں خود آپ اور آپ کے عزیز واقارب دوست واحباب پاپیادہ شریک تھے بڑے تزک واحتشام کے ساتھ آثار مبارک کو لے کر چلے۔ مغرب کے قریب جلوس گھر پہنچا۔ روشنی کا معقول انتظام تھا۔ مکان بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ ہمراہیوں اور جلوس کے علاوہ تماشائیوں کا ہجوم تھا۔

گھر پہنچ کر برآمدگی آثار مبارک عمل میں آئی ہزاروں آدمی زیارت سے مشرف ہوئے واپسی پر ہر ایک کو بلاتخصیص شیرینی کی ایک ایک ٹوکری تقسیم کی گئی۔

آپ انتہا درجہ ضابط تھے کبھی بیخود نہیں ہوتے تھے مگر برآمدگی آثار مبارک کے وقت ہر سال آپ کی عجیب حالت ہوتی تھی۔ آنکھوں سے اشک رواں دست وپا میں لرزہ بیقراری وبیخودی کے عالم میں ایک خاص کیفیت آپ پر طاری ہوتی تھی۔ برآمدگی آثار مبارک کی تقریب ہر سال آپ بصرف کثیر فرمایا کرتے تھے۔ علی الصباح پہلے ختم قرآن کیا جاتا اس کے بعد عربی جماعت کے سلام کے ساتھ برآمدگی عمل میں

لائی جاتی۔ بعد ازآں ایک طرف مولود شروع ہو جاتا اور ایک طرف طعام خوانی کا انتظام کیا جاتا۔ یہ سلسلہ مغرب تک جاری رہ کر بعد ختم قرآن و فاتحہ خوانی برخاست عمل میں آتی۔ دوسرے دن اسی التزام اور ترتیب کے ساتھ زنانی مجلس میں آثار مبارک کی برآمدگی کی جاتی تھی۔

نقل سند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ وسلم

جناب حضرت امیر المومنین شاہ ولایت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

جناب حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الاعظم دستگیر رض



اما بعد فقیر حقیر سید شاہ محمد علی قادری ابن و سجادہ حضرت

شاہ حبیب اللہ صاحب قادری قدس سرہ و ابن و سجادہ حضرت

سید شاہ حسین صاحب قادری قدس سرہ العزیز لکھ دیتا ہے
کہ میرے سلسلۂ پیرانِ طریقت عالیہ قادریہ رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین و سلسلہ جدی رحم اللہ علیہم میں عطائے خلافت کے
ساتھ ساتھ منجملہ دوسرے تبرک تبرکات کے دو موئے مبارک
یکے موئے مبارک و دوم موئے مبارک جو دو سو
برس سے میرے بزرگوں کے مصدق و مستند چلے آرہے
ہیں پس ان تبرک تبرکات کے ایک شاخ موئے مبارک
اور ایک شاخ موئے مبارک کو حسب خواہش محب الفقرا
طالب مولیٰ منظور درگاہ شاہ جیلانی نواب سید محمد اکرم اللہ خاں
بہادر دام اقبالہٗ کو باستصواب برادر دینی سید شاہ مخدوم حسینی
صاحب قادری داماد شاہ محمد غوث قادری المشہور بہ اعتماد جنگ
مغفور مع سند ہذا عطا کیا ہوں اور خدائے عزوجل سے دست بدعا
ہوں کہ آں ہر دو آثار مبارک کی خدمت گزاری و تابعداری
میں نواب صاحب موصوف کو مقبول کرے اور ان کی حاجات
دینی و دنیوی بر لائے اور سلوک الی اللہ مع اللہ عطا فرمائے
اور حضرت پیران طریقت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے طریق پر
استقامت و ثابت قدمی بخشے۔ آمین ثم آمین۔

پس یہ تحریر بطور سند عطائے دو موئے مبارک بالا مذکور لکھ دی گئی ہے۔ تحریر فی التاریخ ۱۷ ماہ ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ مقدس روز دوشنبہ۔ فقط

دستخط
سید علی قادری
بقلم خود

نقل سند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم



امابعد ضعیف العباد خادم شرع مبین میر غلام حسین محمد اباجر قاضی القضات ملک مدراس ودیگر ضلعجات متعلقہ وتمام طریق خواجہ سید شاہ سجادہ حسینی چشتی ابن جناب میر غلام جیلانی صاحب مغفور

وبنسہ جناب شاہ محمد مخدوم عبدالحق گیان بھنڈاری المعروف دستگیر صاحب
قبلہ ساوی قادری بیجاپوری قدس سرہٗ شہر میں تشریف فرما ہوتے وقت اپنے
ہمراہ موئے مبارک لائے تھے۔ بعد رحلت حضرت موصوف
موئے مبارک حضرت کی درگاہ شریف میں تبرکا رکھا گیا۔ اور
اب تک چلا آرہا ہے تخمیناً دوسو سال کے ہیں۔ پس اب یاں
اس موئے مبارک کی ایک شاخ بزبانی برادرم سید شاہ
مخدوم حسینی صاحب قادری داماد اعتماد جنگ مغفور خواہش سُن کر
نواب سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر مرید طریقت حضرت مذکور الصدر کو
باستصواب آں برادر مع سند عطائے روانہ کیا ہوں۔

تحریر فی التاریخ ۱۰ ماہ ذی قعدہ ۱۳۱۷ ہجری مقدس روز سہ شنبہ
خواجہ سید شاہ سخاوت حسینی چشتی فرزند شاہ محمد قادر محی الدین
قادری الساوی ابن شاہ محمد اسد اللہ قادری قدس سرہٗ ابن
جناب حضرت شاہ مخدوم عبدالحق گیان بھنڈاری المشہور دستگیر صاحب
قبلہ قادری الساوی قدس سرہٗ العزیز۔

آپ کے ذوقِ تصوف اور سلسلہ بعیت و دستیابی آثار مبارک اور سالانہ
انعقاد برآمدگی موئے مبارک کے حالات تو صدر میں تحریر کئے گئے اور قبل ازیں
یہ بھی لکھا جا چکا ہے کہ ایفاد منشاء خسروی پر آپ کی دنیوی ترقی اور نام آوری کا

انحصار تھا۔

اوائل ۱۳۱۱ھ میں منشاء خداوندی میں تغیر کرایا گیا۔ ہر بڑے شخص کے جہاں دوست اور بہی خواہ ہوتے ہیں وہاں بدخواہ بھی ہوتے ہیں اور جو شخص مورد الطاف شاہانہ ہو کر سرفرازیوں کا متوقع ہو تو ضرور اس کے بدخواہ اور حاسد پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے بھی بدخواہ تھے اور وہ بنظر حسد عرصے سے اس فکر میں لگے ہوئے تھے کہ بے سروپا افواہیں آپ کے خلاف ایسی اڑائی جائیں جو آپ کی بدنامی اور رسوائی کا باعث ہوں مگر حضرت غفران مکاں علیہ الرحمۃ کی توجہ آپ کی طرف منعطف دیکھ کر افتراپردازی کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ جب منشاء خداوندی میں تغیر بالا کا ان کو علم ہوا تو جس موقع کے وہ عرصہ سے منتظر تھے اُس کو ہدست ہوتا دیکھ کر آپ پر شیعیت کا اتہام لگایا اور اس افواہ کو وہ شہرت دی کہ آپ کے عزیز اقارب اور دوستوں میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ چنانچہ صاحبزادوں کی طرف سے ایک محضر مرتب ہوا جس میں اس افواہ کی قطعی طور پر تردید کی گئی۔ اِس محضر پر صاحبزادوں کے دستخط یا مہریں ثبت ہیں اور یہ مکمل محضر آپ کے پاس روانہ کیا گیا تاکہ جب اور جس طرح چاہیں استعمال فرمائیں۔

اس کے علاوہ آپ نے اُن مشاہیر وقت کو بذریعہ تحریر اتہام منسوبہ کی اطلاع دی تھی جو آپ سے اور آپ کے خاندان سے بخوبی واقف تھے۔

چنانچہ جواب میں کئی خطوط اس افواہ کی تردید میں وصول ہوئے۔

ذیل میں مذکورہ بالا محضر اور چند خطوط کی نقلیں ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کی جاتی ہیں۔

نقل محضر

سیف الملک
الحی الملت
مرحوم و مغفور
عالیجناب نواب امیر تفضل علیخاں میر بادشاہ

ہم تمامی صاحب زادگاں اہل برادری و خویش و اقارب اور واقفین و مطلعین۔ اس بات کی بخوبی تصدیق کرتے ہیں کہ سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر نبیرہ اور فرزند سید خواجہ ہدایت اللہ خاں

مرحوم المخاطب تیمور جنگ
وہ معزز اور معزز خاندان
کے ہیں۔ کہ ان کی ذاتی
و خاندانی عزت و
حرمت اور ان کا اور
ان کے بزرگوں کا
مشہور مذہب و ملت
اہل سنت والجماعت
ہے۔ اور ان کا حسن
رویہ نیک روشی وغیرہ
صفات جو مثل روز روشن
روشن اور مشہور
آفاق ہیں۔ فقط

نقل خط نمبر (۱)

"نواب سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر کا حسب ونسب مانند آفتاب کے روشن ہے۔ سید محمد اکرم اللہ خاں نجیب الطرفین ہیں میں اس کی تصدیق کرتا ہوں کہ ان کا مذہب السنت والجماعت ہے اس میں کچھ شک نہیں ہے چنانچہ ان کے والدین نے حضرت جناب پیرو مرشد قبلہ قدس سرہٗ جعل اللہ فی الجنتہ مثواہ (حضرت سید شاہ نورالدین قمیصی القادری) کے دستِ مبارک پر بیعت کئے ہیں اور اکثر ان کے یہاں کے لوگ اسی خاندان میں بیعت کرتے چلے آتے ہیں اور نیازات دوازدہم شریف و یازدہم شریف وغیرہ برابر کرتے ہیں اور جہاں تک مجھ کو علم ہے یہ صاحبزادہ نہایت صالح نیک بخت و نیک روتیہ ہیں۔ فقط"

قادر ۱۲۸۰ء
سید عبدالرحیم

شرحدستخط

حاجی سید شاہ عبدالرحیم قمیصی القادری

ایضاً نمبر ۲

"میں آپ کے بزرگوں کو تخمیناً ساٹھ سال سے بخوبی

جانتا ہوں اور آپ کا خاندانی و نیز ذاتی مذہب و مشرب سے بخوبی واقف ہوں حقیقت میں آپ کے یہ سب اسلاف ایسے سچے مسلمان و سنی تھے جن کا انکار گویا روز روشن کا انکار ہے اور پھر اس سے زیادہ کیا روشن دلیل چاہیئے کہ بفضلہ تعالیٰ وبقولہ (الولد سر لابیہ) آپ کا اپنے بدو شعور سے اسی طریقہ مرضیہ اہل سنت وجماعت پر قائم رہ کر لیاقت علمیہ وعملیہ سے بسر کرنا اور سلسلۂ عالیہ قادریہ و غلامی بارگاہ غوثیہ میں منسلک ہونا اور اس مقدس مذہب و مشرب میں جوشیلی حالت وکمال عقیدت کے ساتھ سرگرم رہنا ایک ایسا امر ہے جو زیادہ سے زیادہ مشہور اور سبھوں پر ظاہر و باہر ہے۔ بایں ہمہ یہ محض افترا لائق حد سزا ہے۔ مگر غور کیجئے تو جس بری زبان نے خدائے پاک کی مقدس ذات وصفات اور انبیاء کرام علیہم السلام اور ائمہ دین رضی اللہ عنہم اجمعین کو نہیں چھوڑا اس سے اور دوسرے کب بچ سکتے ہیں ولنعم ما قیل ؎

آنکس کہ مرا گفت نکو خود نیکوست ۔۔۔ وانکس کہ بدم گفت بدی خود اوست

خوئے متکلم ز کلامش پیداست ۔۔۔ از کوزہ ہماں برون تراود کہ در وست

کیا عجب ہے کہ خداوند کریم جل شانہ بمعنائے کریمۂ (وعسیٰ

ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم) اسی خبر کو ذریعہ خیر کرے
وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔ فقط"۔

شرحِ دستخط

سید غلام شیخن احمد شطاری القادری

وَنحنُ علیٰ ذٰلکَ مِنَ الشَّاھِدِین

حسینی شطاری ۱۲۵۶ ھ
شاہ غلام عسکری
سید غلام شیخن ولد

الحسینی
الشطاری
۱۲۱۱
ابوالو... مرحوم

۰۷ ۱۳
سید محمد ۳ علی
شطاری حسینی

ایضاً نمبر ۳

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
اور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ

"عزیز من عزیز از جان سلمہ الرحمان سید محمد اکرم اللہ خاں بہادر۔
بعد دعائے ترقی عمر و درجات واضح ہو کہ آپ کا رقعہ
پہنچا اس کو دیکھ کر نہایت متعجب ہوا یہ اتہام و بہتان کسی معاند
کا ہے غالباً وہ سنی نہ ہوگا حال یہ ہے کہ آپ کے آباو اجداد
سے مجھ سے اور میرے والدین کو راہ و رسم از حد تھا بعد از آں
آپ کی پھوپھی مجھ سے منسوب ہونے سے کمال درجہ واقفیت

حاصل ہوئی۔ آپ کے دادا خواجہ اکرم اللہ خاں مرحوم اور میرے خسر فادر الدولہ مغفور حقیقی ساڑو تھے اور آپ کی دادی مرحومہ میری حقیقی خالہ ساس تھیں یہ سب شریف و نجیب و سنت جماعت ہے۔ بحمد اللہ آپ باعتبار مذہب اور لیاقت کے بزرگوں پر سبقت لے گئے حتی کہ جناب حضرت کے آثار شریف پیدا کیے اور زیارت آثار شریف کروایا کرتے ہیں۔ آپ کا مذہب شہرہ آفاق ہے ایسا سنی المذہب مستقل عقیدت میں نے بہت کم دیکھا۔ عناد معاندین کا علاج نہیں نہ اُس سے کوئی بچ سکتا ہے بقول (ما نجا اللہ والرسول معاً من لسان الورا فکیف انا) حق تعالیٰ معاندین کو ہدایت عطا فرمائے کہ ناحق کسی پر ایسی تہمت نہ کریں۔ فقط

شرح دستخط

محبوب نواز الدولہ مفتی اول

محبوب نواز الدولہ
مفتی اول ۱۳۰۰ھ

ایضاً نمبر ۴

"آپ کا لفافہ آیا کوائف مندرجہ سے اطلاع ہوئی آپ اور آپ کے بزرگان کو جو بعض ناواقف اشخاص متہم بہ تشیع

کرتے ہیں محض غلط اور بہتان ہے آپ کے بزرگان جو عین
ہمارے بزرگاں ہیں فقط سنی ہی نہیں بلکہ اکابر اہل سنت میں
سے تھے اور آپ کو بھی میں قدم بقدم بزرگاں کے سنی المذہب
جانتا ہوں کسی ذاتی غرض و حسد کی وجہ سے یہ اتہام آپ پر
بعض حاسدین نے لگایا ہے آپ صبر فرمائیے (اِنَّ اللّٰہَ
مَعَ الصّٰابِرِیْنَ) بوجہ قرابت داری خاندانی مجھ کو پوری طرح
سے آپ کی سنیت کا ذاتی علم ہے حقوق ذوی القربٰی جو قرآن
شریف و حدیث شریف میں وارد ہیں اس کو میں ہرگز مخفی نہ
رکھ سکتا ہوں اس لئے میں مظہر ہوں کہ آپ ہمارے
برادر خالہ زاد کے صاحبزادے اور ہمارے بھتیجے اور
سنی المذہب ہیں اور ظاہراً و باطناً عمل درآمد آپ کا اہل سنت
والجماعت مذہب پر ہے۔ زیادہ والسلام مع الاکرام۔ فقط

مرقوم دوم جمادی الاول ۱۳۱۵ھ

شرحد ستخط

قادر الملک

ایضاً نمبر ۵

" میں آپ کے خاندان سے اور آپ سے

بعنوان اتحاد بلکہ بعنوان قرابت واقف ہوں کیونکہ آپ میرے ماموں قادرالدولہ مرحوم کے سالے کے پوتے ہیں اور آپ کے آباواجداد کا یہ حال تھا کہ ہر وقت ہم اہل سنت کے ممد اور معاون رہے اور بڑے مشہور اہل تسنن سے تھے ایسے بزرگواروں کے اولاد پر یہ بہتان کام اعدا کا ہے اور آپ سے میں نے کبھی کوئی امر خلاف مذہب دیکھا نہ سنا بلکہ آپ کے عقائد کو اور لیاقت کو دیکھ کے نہایت خوش ہو کے تہ دل سے دعا کرتا ہوں کہ پروردگار عالم ایسی ہدایت سب کم سنوں کو عنایت فرمادے۔ آمین۔

خادم علماء دین رسول الثقلین

محمد نورالحسین عفو عنہ

ایضاً نمبر ۶

عالیجاہا۔ آداب و تسلیم عرض کرتا ہوں۔

آپ کی نسبت شیعہ ہونے کی خبر جو ظاہر کی گئی ہو غالباً اسی وقت یہ بات بنائی گئی ہے ورنہ سوء اعتقاد کی خبر گو کیسے ہی اہتمام سے مستور رکھیں پوشیدہ نہیں رہ سکتی میں نے تو

اس کو واللہ کبھو نہیں سنا تھا بلکہ میں آپ کو ایک مدت سے
جانتا ہوں کہ آپ اہل سنت والجماعت کے عقائد رکھتے ہیں
آپ کا حنفی مذہب ہے آپ حضرت مولوی محمد علیشاہ صاحب
خلیفہ حضرت سید شاہ محی الدین صاحب قدس سرہٗ سے قادریہ
طریق میں بیعت فرمائے ہیں۔ اہل طریقت کا سلوک آپ کا
مسلک ہے۔ اس خبر متہمہ کے ظہور سے پہلے تبرکات حضرت
پیران پیر رضی اللہ عنہ آپ نے بہت آداب کے ساتھ حاصل
کر کے فخریاب اور سعادت اندوز ہوئے ہیں چنانچہ اس جلسہ
میں مجھ کو بھی دعوت تھی۔ زمانہ دراز کے آگے آپ کے فرزندوں
کی ماہوار اجرا ہونے جو درخواست پہنچی میر غوث الدین علیصاحب
(آپ کے بڑے فرزند غوث اللہ خاں مرحوم) اور میر
قطب الدین علیصاحب (راقم الحروف) آپ کے فرزندوں کا
نام مرقوم تھا۔ جو ماہوار جاری ہوئی۔ وہ میر غوث الدین علیصاحب
کے نام دفتر میں موجود ہے۔ دفتری دلیل کا تو کوئی رد ہی نہیں
کر سکتے۔ فقط مرقوم ۲ رجمادی الاول ۱۳۱۱ھ بمقام پہاڑی شریف

شرحد ستخط
خاکسار عبدالرحیم بیگ مددگار محکمہ تقسیم محلات مبارک

ایضاً نمبر ۳

"عالم اسرار وحدانیت ربّ المشرقین وربّ المغربین عامل احکام شریعت سرور کونین قائل تفضیل الشیخین وحب الحسنین سالک مسلک حضرت غوث الثقلین عالیجناب معلی القاب نواب سید محمد اکرم اللہ خان بہادر ادام اللہ اقبالکم اشھدُ باللہِ العلی العظیم میں بیس ۲۰ بائیس ۲۲ سال سے خوب واقف ہوں کہ آپ سنی المذہب حنفی المشرب اور آپ کا اعتقاد درست وروبہ مرغوب اہل بلدہ پر کالشمس فی نصف النہار روشن وہویدا ہے کیوں نہ ہو کہ آپ کا سلسلۂ آبائی حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ ہمشیرہ زادہٗ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک منتہی ہوتا ہے اور آپ کے کئے اشعار وقصائد مدحیہ شان میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لکھے ہوئے ہیں خداوند تعالیٰ ماسوا حُسنِ صورت ووجاہت ظاہری وشرافتِ نسبی واعزاز خاندانی حسبی ونسبی کے آپ کو لیاقت علمی وہدایت عملی بھی عطا فرمایا ہے فذلکہ بیان یہ ہے کہ آپ مجمع الفضائل منبع الفواضل ہیں۔

لیس من اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد۔

آپ تو سخت متعصب سنی مشہور ہیں اگر کوئی حاسد ہزار جدّ وجہد کرے کیا یہ رتبہ وفضل حاصل کرسکتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یعطیہ من یشاء۔ اور بڑی دلیل آپ کی اثبات سنیت کی یہ ہے کہ حضرت مولوی محمد علی شاہ صاحب قادری خلیفہ حضرت مولوی محی الدین صاحب ویلوری قدس سرہٗ کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت رکھتے ہیں اور ہر ماہ میں نیاز یازدہم شریف کیا کرتے ہیں اور سال گزشتہ آپ آثار مبارک حضرت پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی سرفراز ہوئے اور زیارت آثار مبارک کئے کہ تین روز تک جلسہ وجشن یازدہم شریف رہا اور معتقدین وشائقین کے اعلان کے لئے جابجا اشتہارات نصب فرمائے اور رقعہ ہائے دعوت روانہ کئے ان تمام اسباب و وجوہات سے آپ تو تمام محلہ وشہر میں یک سخت متعصب سنی مانے جاتے ہیں اور آپ کے اعزاز خاندانی و مراتب ذاتی ومذہب آبائی سے وہ شخص واقف نہ ہوگا جو غیر ملکی یا مجنون ہوگا اگر اس پر بھی کوئی حاسد آپ کو شیعہ کہے تو شخص

فترا پردازی ہے جس سے خدائے پاک کی مقدس ذات اور رسول مقبول کی مبارک ذات کی بے ادبی میں کوتاہی نہیں ہوئی۔ قیل ان الالہ ذو ولد قیل ان الرسول قد کہنا ما نجی اللہ والرسول معا من لسان الوریٰ فکیف انا۔ حاسدوں کی ایسی دروغ افترا پردازی چل سکتی ہے نہیں ہرگز نہیں خود حاسدوں کا یہ فعل اُن کے لیے مضر ہوگا اور آپ تو مصداق افضل البشر بعد نبینا ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنہم صحابۂ کرام کے فضائل پر اس نہج سے قائم ہیں کہ متقدمین و متاخرین اہل سنت و جماعت جس شاہ راہ صراط المستقیم پر دراصل ہیں اور آپ کے مراتب ذاتی و اعزاز خاندانی اور سنی مذہب و حنفی مشرب کی تصدیق اور آپ کے حاسدوں کی تکذیب کے لئے کچھ یک میں ہی نہیں کم از کم ہزارہا صاحبزادگان امراء علما مشائخین و فقرا وغیرہ اور تمام باشندگان حیدر آباد موجود ہیں۔ فقط

شرح دستخط

محمد رحمت اللہ کان اللہ لہ

منشائے خداوندی میں آپ کے خلاف جو تغیر کرایا گیا تھا اُس کے

حقیقی وجوہ سے واقف ہونے پر معلوم ہوا کہ شیعیت کی افواہ و اتہام کو ان وجوہ سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ یہ اتہام بیرونی اور خارجی حیثیت رکھتا تھا جس کو حاسدوں نے موقع پاکر پبلک کی نگاہوں میں صورت حال کو زیادہ پیچیدہ کرنے کے لئے آپ سے منسوب کیا تھا لہٰذا تو آپ نے اس اتہام کی کوئی پروا کی اور نہ محضر اور خطوط وغیرہ پر کوئی کارروائی فرمائی۔ بلکہ یہ دیکھ کر کہ منشاء خداوندی میں آپ کی طرف سے تغیر واقع ہو جانے سے مادری معاش کے متعلق صرف خاص مبارک سے جو آپ کو امید تھی اس کے پورا ہونے میں ضرور مشکلات لاحق ہوں گے آپ نے ایک معروضہ بتاریخ ۱۵؍ذیحجہ ۱۳۱۸ھ گذرانا جس میں اپنے خانگی حالات کی تفصیل عرض کرتے ہوئے بجائے صرف خاص مبارک کے دیوانی سے معاش کی اجرائی کی استدعا پیش کی۔ معروضہ ملاحظہ میں پیش ہوا اور حسب فرمان ذریعہ مراسلہ نشان (۶۰۳) مورخہ ۲۵؍ذیحجہ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۱؍خورداد ۱۳۱۰ف آپ کو یہ اطلاع دی گئی۔

"آپ کا معروضہ ۱۵؍ذیحجہ سنہ جاریہ کا گذرانا ہوا ملاحظۂ اقدس بندگان عالی اعلیٰحضرت مدظلہم العالی (حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ) سے گذرا اور فرمان معلی شرف صدور پایا کہ آپ کو اطلاع دی جائے کہ دیوانی میں آپ کے لئے کچھ کیا

جائے گا بموجب فرمان لکھا گیا۔"

عبدالرحیم بیگ

مددگار

اس فرمان کو بھی صادر ہو کر کم و بیش چار یا پانچ سال کا عرصہ منقضی ہوا مگر کوئی امر حسب فرمان ظہور میں نہیں آیا۔ افکار کے ساتھ مشکلات بھی رونما ہونے لگے اور ماحول کی چگونگی نے آپ کے خانگی حالات کو نازک کر دیا تھا کہ پھر منشاء خسروی آپ پر مائل بہ نوازش ہوا اور حصول مقصد کے آثار افق امید پر نمایاں ہونے لگے اور مقصد برآری کا منظر نظر آنے لگا۔ حسب الحکم آپ کو اطلاع دی گئی کہ بنسی لال ارشادات خداوندی کے ساتھ آپ سے ملنے والے ہیں۔ چنانچہ بنسی لال آئے اور جو کچھ ارشادات خداوندی تھے آپ سے بیان کئے۔ مبارک سلامت کی صدائیں آنے لگیں اور شادیانے بجنے لگے۔ ابتدائی رسم کشتی مع سوا سو مہر سرخ بہمراہی میر لطیف الدین علیخاں المخاطب شجاعت جنگ بہادر خلف نواب میر تہور علی خاں منور الدولہ منور الملک بہادر (مرشد زادۂ حضرت سکندر جاہ بہادر مغفرت منزل علیہ الرحمۃ)۔ میر رحمن علیخاں المخاطب سیف الملک بہادر خلف میر احمد علیخاں کشور جنگ شرف الدولہ



فرزند نواب میر تفضل علیخاں میر پادشاہ بہادر (مرشد زادۂ حضرت سکندر جاہ بہادر مغفرت منزل علیہ الرحمۃ) ۔ میر محمود علیخاں المخاطب احتشام جنگ بہادر خلف میر شمس الدین علیخاں نبیرۂ نواب میر گوہر علیخاں مبارز الدولہ مبارز الملک بہادر (مرشد زادۂ حضرت سکندر جاہ بہادر مغفرت منزل علیہ الرحمۃ) خلوت مبارک میں حاضر اور مودبانہ سلام عرض کرانے پر دعا ارشاد ہوئی ۔ اس کے بعد دیگر رسومات متعلقہ کی تیاری شروع ہوئی۔ ہر قسم کے انتظامات ہو رہے تھے۔ جدھر دیکھو خوشی کی چہل پہل تھی۔ یہاں یہ سب کچھ ہو رہا تھا مگر تقدیر تھی کہ در پردہ ان سب انتظامات پر ہنس رہی تھی اور بہ زبان حال کہہ رہی تھی کہ شہزادی کی دراصل اس گھر میں شادی ہونے والی نہیں ہے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دفعتاً اسی قسمت کی خوبی سے کچھ اسباب ایسے مہیا ہوئے کہ امید منقطع اور حصول مقصد کا خیال محال ہو گیا۔

سرفرازی اعزاز خویشی کا مسئلہ ظاہراً ایک امر پر مشتمل تھا مگر دراصل اس کے ساتھ دو اہم امور وابستہ ہو گئے تھے ۔ ایک تو عطائے خدمت کا مسئلہ عرصے سے اسی پر منحصر چلا آ رہا تھا ۔ دوسرے مادری معاش جس کی کارروائی آپ نے ہوش سنبھالنے کے بعد ہی شروع کی تھی اس کا تصفیہ بھی بالآخر یہی کیا گیا کہ سرفرازی کے ساتھ اس کی بھی اجرائی

کی جائیگی۔ جب خود خیال محال ہوگیا تو مادری معاش کی اجرائی ہمیشہ کیلئے ملتوی نظر آنے لگی۔ ہر طرف سے افکار کا ہجوم تھا منظر زندگی میں تغیر عظیم نظر آیا بلکہ زندگی بے منظر ہوگئی۔

ترقی اور نام آوری کی امنگیں فطرۃً عالم شباب میں ہوتی ہیں کیونکہ جسم میں جان اور دل میں سعی مسابقت کا جوش رہتا ہے۔ مگر جہاں سن رسیدگی کے ساتھ شکستہ دلی بھی واقع ہو تو ترقی کی امنگیں تو کجا جان کے لالے پڑجاتے ہیں۔ یہ آپ کی حوصلہ مندی تھی کہ ایسے سخت وقت کو نہایت ہی کشادہ پیشانی کے ساتھ گزار دیا۔ فرشتے نہ تھے جو اثر نہ ہوتا مگر باحوصلہ انسان ضرور تھے جو استقلال سے کام لیا۔

انسانی قابلیت صرف کامیابیوں ہی سے ظاہر نہیں ہوتی نامساعد حالات کا بالاستقلال مقابلہ کرنا اور کڑے سے کڑے وقت میں تحمل اور وقار کو ہاتھ سے جانے نہ دینا اگر نام آوری نہیں ہے تو کمال انسانی ضرور ہے۔

سرفرازی خدمت

اعلیحضرت قدر قدرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی شاہ دکن نواب میر عثمان علیخاں بہادر آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ نے جب زمام

حکومت اپنے دست مبارک میں لی تو سلطنتِ آصفیہ میں ایک نیا دور شروع ہوا۔

بادشاہ ذی صولت وروشن خیال۔بیدارمغز ومعدلت نواز کے سریر آرائے سلطنت ہونے کے ساتھ ہی حکومت نے کروٹ بدلی۔ اس کے تمام کل پرزے چست ہو گئے۔ ہر طرف بیداری و مستعدی نظر آنے لگی۔ اُدھر بارگاہ سلطانی میں بابِ استجاب وا ہوا۔ اِدھر فریادیوں اور حاجتمندوں کا ہجوم نظر آنے لگا۔ ہر فریادی داد اور ہر حاجت مند مراد پانے لگا۔

آپ نے بھی اپنی سرگزشت تحریر کی اور بارگاہ خداوندی میں معروضہ گزرانا۔ معدلت نواز بادشاہ کے ملاحظہ میں معروضہ پیش ہوا۔ عطائے شاہی جوش میں آئی۔ فرمان واجب الاذعان شرف صدور لایا۔ نظامت فوجداری کی خدمت سے آپ کی سرفرازی ہوئی اور بتاریخ ۹ محرم ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۱ بہمن ۱۳۲۲ف خدمت نظامت اول فوجداری بلدہ کا حسب احکام مندرجۂ ذیل آپ نے جائزہ لیا۔

نقل مراسلہ معتمد سرکار عالی صیغہ عدالت و کوتوالی و امور عامہ (صیغہ عدالت) واقع ۱۱ بہمن ۱۳۲۲ف م ۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

نشان (۹۶۹)

حسب الحکم عالیجناب نواب مدارالمہام بہادر سرکار عالی

ازطرف محمد اکبر نذر علی حیدری اسکوئر بی۔ اے

بخدمت معتمد صاحب مجلس عالیہ عدالت۔

بشرف صدور فرمان واجب الاذعان مترشدہ ۳۰ محرم

سنہ ۱۳۳۰ھ گذارش ہے کہ جدید سشن ججی (میدک) پرخان بہادر

مرزا حیدر جیون بیگ صاحب کو ترقی دے کر ان کی جگہ

نظامت اول عدالت فوجداری بلدہ پر صاحبزادہ سید محمد

اکرم اللہ خاں صاحب کا تقرر بہ ماہوار آٹھ سو روپیہ کیا گیا

پس حسبہ تعمیل کر کے نتیجہ سے اطلاع دی جائے۔

صـ ۲ ۔ مثنی ہذا صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب

کے پاس اطلاعاً مرسل ہے۔

شرح دستخط

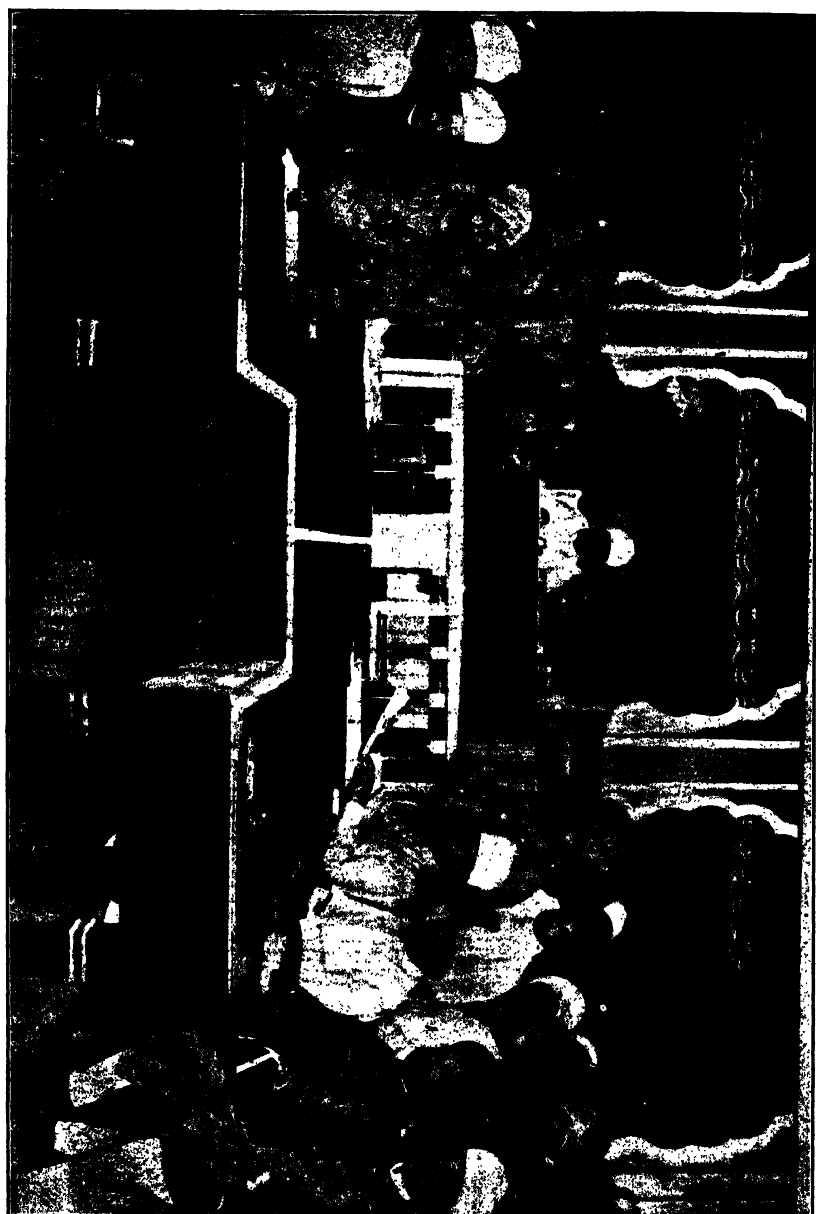
سید عبد المجید

اول مددگار معتمد

اِسی جائزہ کے متعلق مشیر دکن نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۹ محرم

سنہ ۱۳۳۱ھ م ۲۶ بہمن سنہ ۱۳۲۲ ف میں جو تفصیل دی ہے وہ ناظرین

کی مزید معلومات کے لئے درج ذیل کی جاتی ہے۔



"حسب فرمانِ شاہی نواب محمد اکرم اللہ خاں صاحب بہادر کا تقرر نظامتِ اول فوجداری بلدہ پر ہوا آپ نے گیارہ بہمن ۱۳۲۲ف کو خان بہادر مرزا حیدر جیون بیگ صاحب سابق ناظم اول فوجداری بلدہ سے آخر وقت میں چارج حاصل فرمایا بوجہ تعطیل عشرہ شریف محکمہ بدستور بند رہا۔ ۱۳ بہمن ۱۳۲۲ف کو جو یوم الافتتاح عدالت تھا۔ ٹھیک وقت مقررہ پر جبکہ ناظم صاحب کرسی اجلاس پر متمکن ہوئے وکلاء کا ڈپوٹیشن جو اول وقت سے حاضر اجلاس تھا آپ کی خدمت میں بغرض مبارک باد حاضر ہوا اور اس بہترین انتخاب شاہانہ پر اظہار تشکر فرمایا۔

مولوی یوسف علی صاحب وکیل نے اپنے پُرلطف اشعار سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ مولوی غلام قادر خاں صاحب وکیل و مولوی خواجہ محی الدین صاحب نے بنچ و بار کی تفصیلات پر اسپیچ دی۔ اس کے بعد خود ناظم صاحب نے ایک معنی خیز و مدلل تقریر میں بعد شکریہ خداوندی و نواب مدار المہام سرکارِ عالی وکلاء متذکرہ صدر کی تقاریر کا جواب ادا فرمایا۔

مولوی حافظ عبد الرزاق صاحب وکیل و معتمد کمرۂ وکلاء

فوجداری بلدہ کی پُرجوش تحریک اور دیگر وکلاء کی حسن

سعی سے ناظم صاحب معز کی مسرت بار تقرر پر جلسہ ایٹ ہوم

قرار دیا گیا۔

نواب محمد اکرم اللہ خاں صاحب بہادر کے بہترین انتخاب

سے پبلک اور وکلاء وغیرہ مسرور و مطمئن ہونے کے علاوہ اپنی گورنمنٹ

کے بیحد مشکور پائے جاتے ہیں۔ آپ کی علمی قابلیت محتاج

بیان نہیں۔ قانونی معلومات بھی اس قلیل زمانے میں بہت وسیع

پائے گئے۔ آپ کا رجحان بیشتر حق پژوہی و عدل گستری کے

طرف مائل پایا جاتا ہے اعلی و ادنی آپ کے انصاف سے یکساں

مستفید ہو رہا ہے۔ ہر اعتبار سے آپ کا مستقبل بھی بیحد مفید

پایا جاتا ہے۔ آپ کے مبارک زمانے میں بعض ضروری اصلاحات

فوجداری بلدہ کی توقع کی جاتی ہے جو محتاج توجہ ہیں جس پر

آئندہ وقتاً فوقتاً روشنی ڈالی جائیگی۔"

بتاریخ ۱۵ اردی ۱۲۹۹ ف فوجداری بلدہ میں آپ کا تقرر آنریری مجسٹریٹ

کی حیثیت سے ہوا تھا چوبیس (۲۴) برس کے بعد حسب الحکم حضرت اقدس و اعلیٰ

آپ نے نظامت اول فوجداری بلدہ کا جائزہ حاصل کیا۔ خورداد ۱۳۰۲ ف

میں ارادت جیلنخاں ناظم وقت کی رخصت کے سلسلہ میں جب کہ آپ منصرم

ناظم اول فوجداری بلدہ ہوئے تھے تو آپ کے زمانہ نظامت میں دفتر فوجداری بلدہ کی کارگزاری کی پہلی رپورٹ مرتب اور ارباب صدر میں پیش کی گئی تھی بیس[۲۰] برس کے بعد ۱۳۲۲ف کے ختم پر جو سالانہ رپورٹ مرتب ہوئی وہ گویا آپ کے زمانہ نظامت کی دوسری رپورٹ تھی۔

ان دونوں رپورٹوں کے معائنہ سے واضح ہے کہ تعمیل احکام میں جو مشکلات ابتدائی حالت میں عدالت کے حائل راہ ہوتے تھے وہ انسدادی کارروائیوں اور مرور زمانہ سے مرتفع ہو گئے اور اب ترتیب رپورٹ میں زاویۂ نگاہ بالکل بدل گیا کیونکہ خارجی موانعات کے ارتفاع کے بعد سے عدالتی فرائض اور دفتری کارگزاری رپورٹ کا مطمح نظر رہنے لگی۔ چنانچہ اب مقدمات کی نوعیت۔ مرجوعہ اور منفصلہ کی تعداد۔ آمدنی کے مدات اور اس کی مقدار پر کم و بیش رپورٹ مبنی رہتی ہے۔ امور مندرجہ رپورٹ کے منجملہ جو امر قابل ذکر ہے وہ مال لاوارث کی کثیر آمدنی ہے جو آپ کے زمانے میں ختم سال ۱۳۲۲ف پر ([illegible]) تک پہنچ گئی تھی چنانچہ اس کے متعلق رپورٹ میں تحریر کیا گیا کہ۔

"بمقابلہ سال گزشتہ آمدنی میں معقول اضافہ ہوا ہے۔

زمانہ سابقہ کا بہت سا مال تصفیہ طلب پڑا ہوا تھا لہذا اس کا تصفیہ کرا دئے جانے سے آمدنی میں معتدبہ اضافہ ہوا ہے

جو سال ہائے گزشتہ کے کسی سال میں اس قدر اضافہ ہونا
نظر سے نہیں گزرا باوجود اس کے کہ سالِ زیرِ رپورٹ میں
ایک قطعہ کوٹھہ لاوارث میں آگ نے مال لاوارث کے ایک
حصہ کو سوخت کر دیا جس کی کارروائی اور عملہ نظارت پر مقدمات
دائر ہیں ابھی کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا تکمیل تحقیقات پر اصلی
حالات کا انکشاف ہوگا اس وقت کارروائی پر اس کے
متعلق کوئی رائے ظاہر نہیں کی جا سکتی۔ مال سوخت شدہ کی
تعداد حسب فہرست پیش شدہ نظارت بقدر ([illegible])
کے ہے اس میں سے کچھ مال از قسم مسی و برنجی برآمد ہوا
ہے جس کی صورت مسخ ہو گئی ہے۔"

اختتام رپورٹ پر مال لاوارث کی آمدنی کے متعلق مکرر حوالہ
اس طرح دیا گیا ہے۔

مقدمات مال لاوارث کا تصفیہ پھرتی و مستعدی کے ساتھ
اس حد تک ہوا کہ جس کی آمدنی سال زیرِ رپورٹ میں
([illegible]) جمع ہوئی جو سال ہائے گزشتہ کے کسی
سال میں اس قدر معتد بہ آمدنی بحق سرکار جمع ہونا نظر سے
نہیں گزرا۔"

اس خدمت پر آپ کو کام کرتے ہوئے کچھ اوپر ایک سال ہوا تھا کہ براہ خسروانہ معین المہامی امور مذہبی پر فضیلت جنگ بہادر ناظم امور مذہبی کی ترقی اور نظامت امور مذہبی پر آپ کی ترقی فرمائی گئی۔ چنانچہ باتباع فرمان خداوندی مندرجہ ذیل مراسلہ معتمدی عدالت و امور مذہبی وصول ہونے پر آپ نے بتاریخ ۲۶ ر جمادی الاول ۱۳۳۲ھ م ۱۹ ر خورداد ۱۳۲۳ف اس نظامت کا جائزہ حاصل کیا۔

نقل مراسلہ سرکار معتمد عالی صیغہ عدالت و کوتوالی و امور عامہ (صیغہ امور مذہبی) واقع ۱۸ ر خورداد ۱۳۲۳ف

نشان (۱۰۸۵) مطابق ۲۵ - ج ا ۱۳۳۲ھ

مہر

الحکم

حسب حکم عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر مدار المہام سرکار عالی

مقدمہ { از طرف محمد اکبر نذر علی حیدری اسکوائر بی اے معتمد بخدمت معتمد صاحب مجلس عالیہ عدالت۔

" پیشگاہ اقدس و اعلیٰ سے ذریعہ فرمان مبارک مرقومہ ۲۳ ر جمادی الاول ۱۳۳۲ھ روز دوشنبہ ارشاد صادر ہوا ہے کہ امور مذہبی پر مولوی سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب کا تقرر جو اس وقت بحیثیت ناظم اول فوجداری بلدہ آٹھ سو روپیہ تنخواہ

پاتے ہیں۔ایک ہزار روپیہ ماہوار سے منصرمانہ طور پر تا

حکم ثانی کیا جائے۔پس فوراً صاحب موصوف کو نظامت

امور مذہبی کا جائزہ لینے کے لئے ایما کیا جائے۔

ثنیٰ بخدمت مولوی سید محمد اکرم اللہ خاں صاحب ناظم

امور مذہبی اطلاعاً و تعمیلاً۔

اور ایک ثنیٰ صدر محاسب صاحب کی خدمت میں مرسل ہے

[illegible] انوار اللہ خاں صاحب ناظم امور مذہبی

شرحدستخط

لطیف احمد مینائی

مددگار معتمد

عملہ نظامت امور مذہبی و صدارت العالیہ کی جانب سے

معین المہامی پر مولانا انوار اللہ خان بہادر کی ترقی کی تہنیت میں

جو عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا تھا اس میں پیش کردہ سپاس نامہ کے

جواب میں مولانا موصوف نے تقریر فرمائی تھی اور اس جوابی تقریر میں آپ

کے متعلق حسب حوالہ اخبار صحیفہ مورخہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ م ۱۸ اپریل

۱۳۲۳ ف مولانا نے یہ فرمایا تھا۔

"میں امید کرتا ہوں کہ جناب ناظم صاحب موصوف کی توجہ

اور آپ صاحبوں کی جاں فشانی سے جس پیمانہ پر امور مذہبی کا

کام چل رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اب روز افزوں
ترقی پائے گا کیونکہ اس محکمہ اور آپ صاحبوں کی خوش قسمتی
سے ایک عالی خاندان۔ تجربہ کار۔ منصف مزاج۔ بیدار مغز
ناظم صاحب کا تقرر ہوا ہے جو ہمارے اعلیٰحضرت خلد اللہ ملکہٗ
نے خاص طور پر موزوں انتخاب فرمایا ہے۔"

اگر نظامت اول فوجداری بلدہ کی انجام دہی میں قانونی معلومات آپ کے کام آئے تو خدمت نظامت امور مذہبی میں آپ کا علم فقہ و تفسیر کام آیا جس کی تحصیل آپ نے اپنی تعلیم کے زمانے میں کی تھی اور اس سے بڑھ کر وہ آپ کی موروثی خو بو جو آپ کے خداترس دل کا جوہر ذاتی بنی ہوئی تھی۔

سن کچھ اوپر پچاس برس کا ہو چکا ہے انحطاط کے آثار نمودار ہونے لگے۔ اس سن میں بالعموم دنیا سے کنارہ کشی اور عقبیٰ کا خیال آنے لگتا ہے۔ ہر شخص بخیال فردا کارِ خیر میں مصروف ہو جاتا ہے۔ چونکہ آپ کا دل تو خداترس تھا ہی نظامت امور مذہبی پر ترقی سے آپ کو مسرت روحانی ہوئی تھی۔

فرماتے تھے کہ اس خدمت میں دین اور دنیا دونوں ملتے ہیں اور یہ موقع غنیمت ہے کہ دنیا کے ساتھ میں اپنے دین کو بھی بنالوں۔

بارہا آپ کا یہ قول رہا کہ اس خدمت کے ہر منٹ کو میں عبادت تصور کرتا ہوں۔ حتی الوسع آپ نے اس خدمت کے فرائض کو انتہائی توجہ کے ساتھ انجام دیا۔

اِس خدمت کا جائزہ لینے کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد آپ نے اہالیانِ دفتر کے فرائض کی نسبت ایک "ہدایت نامہ" مرتب فرما کر طبع کروایا۔

دفتری انتظام کرنے کے بعد شرعی نقطۂ نظر سے امورات مروجہ ممالک محروسہ پر نظر ڈالی۔ غیر مشروع امور کا انسداد فرمایا اور جن امور کی کمی محسوس کی ان کی تکمیل کے لئے تحریک اور سعی فرمائی۔

برخاست رقص و سرود طوائف در اعراس

بزرگان دین کے مزارات پر طوائفوں کا گانا ناچنا جو نہایت ہی غیر مشروع امر ہے ہرگز گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ ایک طرف تو احکام شرع کا یہ منشاء اور دوسری طرف رسم و رواج نے اعراس میں طوائفوں کے گانے بجانے کو اس قدر رائج کر رکھا تھا کہ عرس کا یہ ایک مستقل مدبن گیا تھا اور مزارات سے متعلق جاگیر یا انعام میں طوائفین کے معمولات رقص و سرود بھی مثل دیگر حقیقی اخراجات کے اسناداً قائم و اجرا ہو گئے تھے۔

آپ نے نہ صرف رقص وسرود کو ناجائز قرار دیکر اس کی موقوفی کے لئے تحریر فرمایا بلکہ سندی مشروط الخدمت معاش ہائے طوائفین کے انتزاع کے متعلق یہ رائے دی کہ" رقص وسرود ترک ہونا چاہیئے اور معاش فوری ضبط کرنے کے بجائے جو طوائف معاش یاب ہے اسکی زندگی تک جاری رہے بعدازاں موقوف اور درگاہ کے کسی جائز اور شرعی کام میں صرف کی جانی چاہیئے"۔ چنانچہ اس خصوص میں فرمان خداوندی شرف صدور لانے پر رقص وسرود ممنوع کردیا گیا۔

برخاست طوائف وزنان حیاسوز از قرب مساجد وغیرہ

ناظم فوجداری بلدہ کی حیثیت سے آپ نے برخاست طوائف وزنان حیاسوز از شاہراہ عام کے متعلق فیصلہ فرماکر کوتوال صاحب بلدہ کے نام احکام اجرا فرمائے تھے اس کی نقل کے ساتھ بحیثیت ناظم امور مذہبی آپ نے " برخاست طوائف پیشہ و عورات فاحشہ از قرب مساجد وغیرہ" کے متعلق ایک گشتی جو نظماء امور مذہبی صوبہ وضلع وتعلقہ کے نام اجرا فرمائی اس کی نقل ذیل میں دی جاتی ہے۔

نقل گشتی محکمۂ نظامت امور مذہبی ممالک محروسہ سرکار عالی واقع ۲۳ مہر ۱۳۲۵ ف

نشان (۱۸۰)

مقدمہ

برخاست طوائف پیشہ و عورات فاحشہ از قرب مساجد وغیرہ

منجانب سید محمد اکرم اللہ خاں ناظم

بخدمت جمیع ناظم صاحبان امور مذہبی صوبہ و ضلع و تعلقہ

اکثر یہ مسموع اور نیز یہ شکایت بھی پیش ہوئی اور ہو رہی ہے کہ تعلقات و اضلاع کے مساجد کے متصل اور قریب کسبی عورات فاحشہ رہتے ہیں اور ان کے راگ و فحش کلامی اور مذاق حرکات سے نہ صرف مصلیوں کی عبادت میں خلل پیدا ہوتا ہے بلکہ عین بے حرمتی و توہین مساجد کا باعث اور رفع شکایت مصلیان و اہل اسلام و انسداد توہین و بے حرمتی مساجد لازمی۔ چنانچہ ازیں قبیل شکایت پر بلدہ میں بھی برخاست طوائف پیشہ و عورات فاحشہ سکونت پذیر متصل و قریب مساجد کا انتظام سررشتہ عدالت فوجداری سے بمنظوری محکمۂ سرکار عالی صیغۂ عدالت و کوتوالی و امور عامہ ہو چکا اور مساجد کے قریب سے

طوائف برخاست کر دیئے گئے حتیٰ کہ عام شاہراہوں پر بھی

اس فرقہ کے عورات برملا نہیں بیٹھ سکتے پس نقل مراسلہ عدالت

فوجداری بلدہ نشان (۶۷/۸۴) مورخہ ۴ امرخورداد ۱۳۴۲ف

اس کے ساتھ منسلک ہے اور توجہ دلائی جاتی ہے کہ جس

جس موضع یا قصبہ کے مساجد کے متصل یہ عورات سکونت پذیر

ہوں بپابندی احکام مندرجہ مراسلہ مذکورہ برخاست اور انتظام

کئے جاکر اس سے اطلاع دی جائے اور نیز بجین دورہ گشتی

نذا کی تعمیلی حالت پر توجہ رکھی جائے۔ فقط

شرحدستخط

سید محمد اکرم اللہ خاں

ناظم امور مذہبی سرکار عالی

توسیع تعطیل دوازدہم شریف

عاشقان رسولؐ نے درخواست پیش کی کہ میلاد النبی کی تعطیل میں

اضافہ ہونا چاہئے کمیٹی انتظامی مکہ مسجد کی یہ درخواست نہایت واجبی تھی۔

دوازدہم شریف کی تعطیل ایک دن کی ہوا کرتی تھی پیغمبر صلعم سے مختص

تقریب ایک سے زیادہ دن کی تعطیل کی مستحق تھی۔ کارروائی فرمائی۔

اور دو دن کی تعطیل دوازدہم شریف کی قرار دی گئی۔

قیام مجالس فاتحہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

مجلس صلوٰۃ کی طرف سے درخواست پیش ہوئی جس میں صحابۂ کرام کی سالانہ مجالس فاتحہ کے قیام کی تحریک کرتے ہوئے مجانب سرکار رقمی امداد عطا ہونے کی استدعا تھی۔ چنانچہ خلفائے راشدینؓ کی مذکورہ مجالس قائم کی گئیں اور حسب فرمان خسروی فی مجلس ڈھائی سو روپیے کی اعانت منظور کی گئی۔ علاوہ بریں چار جدید تعطیلات کا اضافہ بھی ہوا جس کے محرک مدیر صاحب اخبار صحیفہ ہیں، جیسا کہ انہوں نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ م ۲۳ آبان ۱۳۴۳ف میں تحت عنوان "یوم ابوبکر" تحریر کیا جس میں سے متعلقہ حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"اخبارات ہندوستان و اقالیم دیگر اس حقیقت کو مانیں یا نہ مانیں لیکن پائے تخت آصفیہ کے اندر ایک ناچیز اخبار اس تحریک کا بانی ہے کہ فواتح خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے مواقع پر تعطیل سرکاری کی منظوری سے ایک فرض انسانی کی تکمیل ہو جائے گی کیونکہ سارے عالم اسلامی و غیر اسلامی پر ان بادشاہان بے تاج و تخت نے حکومت

عدل وداد کا جو نمونہ پیش کیا اور رعایائے مختلف المذہب

ویہودی ۔نصرانی ۔مجوسی ۔بت پرست (ذمی و مستامن) کو جو جو

امن چین دکھایا کمزور مظلوم کو قوی و توانا گردانا طاقتور ظالم کو

کمزور نکما بنا دیا وہ تاریخ عالم میں عدیم المثال ہے۔ لہذا ان

مقدس ہستیوں کے ایامِ وصال اِس کا مطالبہ کرتے ہیں کہ

اِن کا احترام قائم کیا جائے۔

بحمداللہ یہ تحریک کامیاب ہوئی۔ فواتح خلفائے

راشدین کی تعطیل ہی منظور نہیں کی گئی سرکاری اہتمام وانتظام

سے ان کے اعراس منائے جانے لگے وعظ کے جلسے

ہونے لگے ایصال ثواب کی مجلسیں منعقد ہونے لگیں"۔

ترتیب مجلس انتظامی برائے عازمان حج

ہماری سرکار فیض آثار کی طرف سے ہر سال ایک معتد بہ رقم عازمان

حج کے لئے منظور ہوتی ہے جس سے آمد و رفت کے اخراجات کی سربراہی

اور دیگر سہولتوں کا انتظام کیا جاتا ہے

آمد و رفت کے اخراجات کی پابجائی کا مسئلہ سادہ اور آسان

ہے اور ٹکٹوں کی اجرائی سے اس کا تصفیہ کر دیا جاتا ہے مگر عازمان حج کے

آرام و آسایش کا مسئلہ ایسا سادہ ہے نہ ایسا آسان بلکہ اہم ہے اور دقتوں سے خالی نہیں۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس کے تصفیہ میں ہمدردی اور خیر اندیشی کے علاوہ سفر کا تجربہ اور اس کی صعوبتوں کا پورا علم ہونا چاہیئے۔

اِن امور کے مدنظر نیز اس انتظام کی خاطر کہ ٹھٹ مستحقین کو اجرا ہوا کریں آپ نے عازمان حج کے لئے ایک مجلس انتظامی ترتیب دی اس مجلس کو جامع بنانے کے لیے ایسے اراکین کا انتخاب فرمایا جو اپنے گوناگوں معلومات اور تجربوں سے اس خصوص میں مشورہ دینے کے اہل اور موزوں ہوں۔

عازمان حج سے متعلق ہر مسئلہ پر پہلے اس مجلس میں بعد غور و فکر تصفیہ کیا جاتا اور دفتر امور مذہبی کے ذریعہ اس تصفیہ کی اجرائی عمل میں لائی جاتی تھی۔

چنانچہ اخبار صحیفہ نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۰ ذی قعدہ سنہ ۱۳۴۶ھ یوم سہ شنبہ میں عازمان حج کی ضروریات کے متعلق ایک مفصل تبصرہ سپرد قلم کرتے ہوئے جو اس مجلس کی طرف اشارہ کیا ہے وہ حوالۃً یہاں درج کیا جاتا ہے۔

"............ کوئی زمانہ تھا جب کہ مولوی محمد اکرم اللہ خاں ناظم امور مذہبی سرکار عالی کی خدمت پر مامور تھے

اس وقت صاحب موصوف نے ایک مختصر سی مجلس ترتیب

دی تھی تاکہ عازمان حج کے تمام معاملات کا تصفیہ اس

مجلس کی رایوں سے عمل میں لایا جائے اور کوئی بات

کسی واحد رائے سے طے نہ کی جائے اس مجلس میں

جو اصحاب شریک تھے ان میں مدیر صحیفہ بھی تھا......."

اتالیقی ولیعہد و مصاحبت بادشاہ

ہمارے مورث اعلیٰ خواجہ عبداللہ خاں عالمگیری سے

ہمارے خاندان میں اعزاز بخشی اتالیقی ولیعہدی اور سرفرازئی مصاحبت

بادشاہی کا سلسلہ شروع ہوا۔

خواجہ عبداللہ خاں ابن امیر سید محمد طالب (میر عسکر بخارا و

نائب السلطنت سمرقند) بن امیر سید محمد مہدی (صدر الصدور خراسان)

سنہ ۱۱۰۶ھ میں بلخ سے وارد ہند ہوئے اور اسد خاں جمدۃ الملک

وزیر ہند کے توسط سے حضرت بادشاہ غازی عالمگیر خلد مکان کی

پیشگاہ میں شرف باریابی حاصل ہوا۔ اور بزمرۂ منصبداراں رکاب شاہی

شریک کئے جا کر بہ پیشدستی ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ میر بخشی

بادشاہی بہ مورچال مہم قلعہ واکنکر متعین کئے گئے۔

جس وقت آفتاب اقبال آصفجاہی سرزمین دکن پر طلوع ہوا اُس وقت خواجہ عبداللہ خاں ناظم بنجر کار سکا کول وغیرہ تھے۔

جنگ مبارزخانی میں خواجہ عبداللہ خاں اپنی نظامت بنجر کار کی کُل جمعیت و توپ خانے کے ساتھ شریک ہوئے۔ ترتیب نقشہ جنگ میں خواجہ عبداللہ خاں کا مقام قلب لشکر قرار دیا گیا جہاں حضرت مغفرت مآب آصفجاہ اول بنفس نفیس رونق افروز میدانِ کارزار تھے

ظاہرا اِس مقام کی اہمیت نہیں معلوم ہوتی غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہاں اسی بہادر کی تعیناتی کی جاتی ہے جس کے ذمہ صرف جنگ کا فتح کرنا ہی نہیں ہوتا بلکہ مالک کی حفاظت کی اہم ذاری بھی اسی پر عائد ہوتی ہے۔

حفاظت حضرت مغفرت مآب آصف جاہ اول کے ساتھ ساتھ داد دلاوری و جلادت بہادری سے جو کارہائے نمایاں کر کے اپنی وفاداری وجاں نثاری کا ثبوت دیا تو پیشگاہ آصف جاہی میں خواجہ عبداللہ خاں کی قدرومنزلت اور تقرب زیادہ ہوگیا۔ نہ صرف فتح جنگ میں خواجہ عبداللہ خاں کی شرکت کا اعلان کیا گیا بلکہ خواجہ عبداللہ خاں موردِ تفضلاتِ آصفجاہی بھی ہوئے۔ پھر تو سرفرازی پر سرفرازی ہونے لگی اور خواجہ عبداللہ خاں کا مرتبہ مملکت میں بلند ہوتا چلا حتیٰ کہ خواجہ

عبداللہ خاں مدارالمہامی کے ممتاز عہدے سے مفتخر و سرفراز ہوئے۔

اسی زمانے میں حضرت مغفرت مآب آصفجاہ اول کو سفر دہلی درپیش ہوا اور خواجہ عبداللہ خاں مدارالمہام وقت کو منزل راجورہ تک ہمراہ رکاب رہنے کا شرف بخشا گیا۔ اور امور مملکت کے متعلق افہام و تفہیم کے بعد نواب ناصر جنگ بہادر کو نیابتاً دکن کی صوبیداری پر اور خواجہ عبداللہ خاں کو تمشیتاً امور ریاست اور نواب ناصر جنگ بہادر کی اتالیقی پر مامور فرمایا۔ احکام اور سند خواجہ عبداللہ خاں کے تفویض فرمائی۔ خواجہ عبداللہ خاں کو ازراہِ دور اندیشی اتالیقی کی خدمت قبول کرنے سے پس و پیش ہوا اور معروضہ جواب میں یہ قول عرض کیا۔ ؎

شَیئَانِ عَجِیْبَانِ : اَبْرَدُ مِنَ الْیَخِ   شَیْخٌ یَتَصَبّٰی وَصَبِیٌّ یَتَشَیَّخُ

یعنی دو چیزیں دنیا میں بہت عجیب ہیں۔ ایک تو برف سے زیادہ (کسی شے کا) ٹھنڈا ہونا۔ دوسرے وہ بوڑھا جو بچہ بننا چاہے ہے اور وہ بچہ جو بوڑھا بننا چاہے۔ اس پر حضرت مغفرت مآب آصف جاہ اول نے ارشاد فرمایا کہ سچ کہتے ہو مگر وقت نازک ہے اور مصلحتِ وقت اسی میں ہے کہ دانشمندانہ شرکت سے آپ ریاست کے کام چلائیں۔ مزید پس و پیش اب خلاف آئین اطاعت تھا سر تسلیم خم کیا۔ نواب ناصر جنگ بہادر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سند معطیہ پیش کی۔

جب تک نواب ناصر جنگ بہادر کی توجہ خواجہ عبداللہ خاں سے مشورہ لینے کی طرف مائل رہی۔ خواجہ عبداللہ خاں حاضر خدمت ہوتے اور مشورہ دیتے رہے مگر جب خواجہ عبداللہ خاں نے نواب ناصر جنگ بہادر کا طرزِ عمل حسب منشاء حضرت آصف جاہ اول نہ پایا تو کنارہ کشی مناسب معلوم ہوئی اور بندوبست کے بہانہ سے سکاکول چلے گئے۔ پھر وہاں سے بلدہ فرخندہ بنیاد آکر اپنی حویلی میں تا مراجعت حضرت مغفرت مآب آصف جاہ اول اقامت گزیں رہے۔

جب حضرت مغفرت مآب آصف جاہ اول مظفر و منصور واپس ہوئے تو خواجہ عبداللہ خاں نے بلدہ فرخندہ بنیاد سے عادل آباد پہنچکر حضرت آصف جاہ اول کی باریابیٔ خاص کا شرف حاصل کیا۔ خواجہ عبداللہ خاں کے مآل اندیش اور وفادارانہ مسلک عمل پر بارگاہ آصف جاہی سے خوشنودی کا اظہار فرمایا گیا۔ اس سے نہ صرف خواجہ عبداللہ خاں کے رسوخ اور تقرب میں اضافہ ہوا بلکہ ان اوصاف کی بدولت خواجہ عبداللہ خاں کی اولاد بھی مورد نوازشات ہونے کیلئے پیشِ نظر آصف جاہی رہی۔

چنانچہ خواجہ عبداللہ خاں کا انتقال ہوا تو ان کے فرزند خواجہ ہدایت اللہ خاں کو جن کی شاخ میں راقم الحروف ہے حضرت

آصف جاہ اول نے حضرت نظام علیخاں بہادر کی مصاحبت کا شرف بخشا۔ یہ مصاحبت کی ابتدا تھی۔

حضرت غفراں مآب میر نظام علیخاں بہادر آصف جاہ ثانی نے خواجہ ہدایت اللہ خاں کے فرزند خواجہ اسداللہ خاں کو حضرت سکندر جاہ بہادر کی مصاحبت سے سرفراز فرمایا۔ اور حضرت مغفرت منزل سکندر جاہ بہادر آصف جاہ ثالث نے خواجہ اسداللہ خاں کے فرزند خواجہ اکرم اللہ خاں کو حضرت ناصرالدولہ بہادر کی مصاحبت سے ممتاز فرمایا اور خواجہ عبداللہ خاں کے تیسرے صاحبزادے خواجہ سعداللہ خاں کے فرزند خواجہ علی اللہ خاں حیدرالملک حضرت افضل الدولہ بہادر کی تسمیہ خوانی سے اتالیق مقرر ہوئے اور اُن کے فرزند خواجہ سعداللہ خاں المخاطب رفیع الدولہ جو حیدر جنگ بہادر و مظفر جنگ بہادر کے والد تھے حضرت افضل الدولہ بہادر آصف جاہ خامس کے مصاحب خاص مقرر ہوئے اور آخر عمر میں صاحب معز کو بزمانۂ ولیعہدی حضرت اقدس و اعلیٰ کی اتالیقی کا شرف بھی حاصل ہوا۔

تحریر صدر سے واضح ہے کہ ہمارے خاندان کی ہر پشت کو مصاحبت بادشاہی یا اتالیقی ولیعہدی کا اعزاز و شرف حاصل ہوتا رہا۔

آپ کو بھی اس اعزاز کے لئے منتخب کئے جانے کا افتخار حاصل ہوا تھا چنانچہ اخبار مشیر دکن نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

م ۵ ر شہریور ۱۳۲۵ ف میں بضمن لوکل حسب ذیل خبر درج کی تھی۔

"پرسوں کنگ کوٹھی مبارک میں بتقریب تخت نشینی مبارک جو ڈنر ہوا تھا اُس میں حضرت اقدس و اعلیٰ نے حسب ذیل اصحاب کو شہزادگان بلند اقبال (شہزادگان والاشان بہادر۔م) کی اتالیقی کا شرف بخشا۔"

تفصیل میں آپ کا نام بھی درج تھا اس پر آپ نے ایک خانگی رقعہ بتاریخ ۱۱ شہر رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ راے مرلیدھر بہادر صدرالمہام صرف خاص مبارک کے نام لکھا جس میں مشیر دکن کی اس خبر کا حوالہ دیتے ہوئے اس کے متعلق توثیق اور مزید صراحت چاہی۔

جواب حسب ذیل وصول ہوا۔

مکرمی۔ تسلیم

"زبانی ارشاد ہوا مگر ابھی احکام باضابطہ اجرا کرنے کا حکم نہیں ہوا ہے فقط"

شرح دستخط

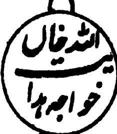
مرلیدھر

۷-۱۰

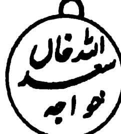
آپ کا مکمل شجرہ خاندانی تذکرے میں درج کیا جائے گا۔ مگر امور مندرجہ بالا کی سہولت تفہیم کے لیے ذیل میں شجرے کا وہ حصہ درج کیا جاتا ہے جو خواجہ عبداللہ خاں سے لیکر آپ تک پہنچتا ہے۔



اتالیقی سے سرفراز ہوئے



مصاحبت سے سرفراز ہوئے





مصاحبت سے سرفراز ہوئے



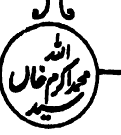
اتالیقی سے سرفراز ہوئے



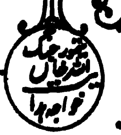
مصاحبت سے سرفراز ہوئے



اتالیقی و مصاحبت سے سرفراز ہوئے



انتخاب اتالیقی سے سرفراز ہوئے







وفات

آپ کی صحت بہت اچھی تھی اور نہایت ہی تندرست اور توانا تھے بہت کم بیمار ہوئے مزاج حار تھا اور آپ کا معمولی درجۂ حرارت سو درجے تھا بارہا اس کا امتحان کیا گیا۔ ڈاکٹروں نے اس پر استعجاب بھی ظاہر کیا۔ ڈاکٹروں سے آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اہل الذکر ہیں کہو تو حرارت اور بڑھادیں پارے سے اس کا امتحان کر لینا۔

آخر زمانے میں ایک مرتبہ آپ کے سینہ میں درد محسوس ہو کر تنفس شروع ہوا علاج سے افاقہ ہو گیا مگر سینہ کے درد اور تنفس نے دورہ کی شکل اختیار کر لی۔ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد نمودار ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ رات کے ۲ بجے دورے کے آثار معلوم ہوئے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اجازت لے کر ڈاکٹر فیاض الدولہ کو لے آیا ڈاکٹر صاحب نے تنفس دیکھ کر آپ سے مزاج کی کیفیت دریافت کی۔ آپ نے انہیں اشارے سے ساکت رہنے کے لیئے فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد لک الحمد یا معبود کا کلمہ آپ کی زبان پر جاری ہوا۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب سے فرمایا کہ ہاں اب دریافت کیجئے کیونکہ میں تنفسی دورے کو کبھی بیکار نہیں جانے دیتا ذکر میں مشغول ہو جاتا ہوں۔ کیا معلوم کہ یہی آخری سانسیں

ہوں۔ اب تنفس میں فی الجملہ کمی ہوگئی ہے ذکر ختم کر کے آپ سے مخاطب ہوا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب سے کیفیت بیان کی اور جو دوا ڈاکٹر صاحب نے دی نوش فرمائی۔ درد زائل اور دورہ ختم ہوگیا۔

۱۳۳۵ھ کے موسم سرما میں بہ سبب شیوع طاعون آپ اڈک میٹ کے مکان میں منتقل ہو گئے تھے روزانہ وہاں سے دفتر تشریف لایا کرتے تھے۔

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ روز یکشنبہ کو ذرا دیر سے دفتر جانے کی تیاری شروع کی۔ ایک بجے کا وقت ہوگا کہ ملبوس دفتری زیب تن فرمایا۔ گاڑی دروازہ پر آچکی تھی آپ سوار ہونے والے تھے کہ درد محسوس ہوا اور دورے کے آثار نمودار ہونے لگے۔ آپ اسی لباس سے بیٹھ گئے اور ذکر جلی میں مشغول ہو گئے۔ حالت درد میں ظہر کا وقت آگیا بیٹھے بیٹھے فریضۂ ظہر ادا فرمایا اور پھر ذکر جلی میں مشغول ہو گئے۔ ڈاکٹر لانے کے لئے میں بلدہ آیا ہوا تھا۔ منجھلے بھائی آپ کی خدمت میں حاضر تھے وہ کہتے ہیں کہ عصر تک آپ ذکر جلی میں مشغول رہے۔ عصر کی نماز ادا فرمانے کے بعد تنفس میں زیادتی ہونے لگی۔ چونکہ آپ کو اپنے آخری وقت کا احساس ہو چکا تھا اس بناء پر آپ نے مجھ کو پاس بلایا اور فرمانے لگے۔

"زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں جو دنیا میں آیا ہے وہ ایک روز
ضرور جائے گا۔"

یہ کہہ کر نبض دیکھنے کے لئے ہاتھ بڑھایا نبض چڑھ چکی تھی ہر چند اس کو اس کے مقام پر دیکھا نہیں ملی اوپر ہاتھ لے جانے کے لئے پس و پیش ہوتا تھا کہ بدشگونی ہوگی خود فرمانے لگے کہ اوپر دیکھو نبض ملے گی جب عمل کیا نبض ملی۔ فرمایا۔

"جانتے ہو موت کسے کہتے ہیں یہ میری سانس جو باہر آکر اندر جاتی ہے یہ حیات ہے۔ سانس باہر آکر اندر نہ جائے اس کو موت کہتے ہیں۔ میں پیران عظام کا غلام ہوں اس کی لاج انہیں کو ہے۔ عمر تمام ہے۔ تمام عمر کی محنت کا صلہ آج ہی کے روز ہے۔"

پھر ذکر جلی میں مشغول ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد بآواز بلند لاالہ الاللہ فرمایا اور چپ ہو رہے بھائی اور سب لوگ جو روبرو حاضر تھے سمجھے کہ شاید ذکر خفی میں مشغول ہو گئے ہوں کہ یکایک بیٹھے بیٹھے آپ ایک طرف جھکنے لگے۔ یہ خیال کر کے کہ آپ لیٹنا چاہتے ہیں بھائی اٹھے کہ آپ کو لٹا دیں ہاتھ لگانے پر معلوم ہوا کہ کلمہ تشہد کے ساتھ آپ کی روح بھی جسد عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔



قبر سید محمد اکرم الله خان

دوسرے دن بروز دوشنبہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ آپ کا جنازہ مسجد واقع گوشہ محل لایا گیا جہاں نماز پڑھی گئی اور محلہ نام پلی میں حضرت یوسف صاحب قبلہ وحضرت شریف صاحب قبلہ قدس اللہ اسرارہم کی درگاہ کے متصل جو خاندانی مقبرہ واقع ہے اس میں چوکھنڈی کے غرب رویہ چبوترہ پر شمال مغربی گوشہ میں مدفون ہے۔

آپ کے انتقال پر منجانب سرکار عالی ذریعہ جریدہ اعلامیہ جو اظہار افسوس کیا گیا وہ بجنسہٖ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

نقل جریدۂ اعلامیہ

مطبوعہ ۲ ر تیر ۱۳۲۶ف م ۱۵ ر رجب ۱۳۵۱ھ

"سرکار عالی کو صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں ناظم امور مذہبی کے انتقال کا افسوس ہے۔ جو قدیم عمائدین سے تھے۔ انہوں نے اعلیٰ خدمت سرکار عالی کے فرائض خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیے۔ جن کی زیر نگرانی سررشتہ مذہبی کا قدم اصلاح ترقی کی جانب اٹھ رہا تھا"

خصائل وخیالات

عادت واطوار

آپ کا انتقال ہو کر انیس[19] بیس[20] برس ہو گئے ہیں۔ بادی النظر میں یہ عرصہ کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔ اس لئے عام طور پر یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے عادات واطوار خصائل وخیالات میں بہت کچھ جدید روشنی کی جھلک ہوگی۔ اس میں کلام نہیں کہ عربی وفارسی کے علاوہ کچھ انگریزی کی بھی آپ نے تعلیم پائی تھی اور ڈنروں میں ملبوسات انگریزی کا بھی ضرورتاً اتفاق ہوا تھا مگر بایں ہمہ آپ کا حقیقی میلان سابقہ تمدن کی طرف تھا۔

ابتداء میں تحریر ہو چکا ہے کہ آپ کو اپنے وقار اور پوزیشن کا بہت پاس ولحاظ تھا اور کبھی کوئی امر خلاف ادب آپ گوارا نہیں فرماتے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ نہایت غیور اور باتمکین تھے۔ تمکنت سے غرور کا گمان ہوتا تھا مگر دراصل آپ نیک نفس اور باخیر تھے۔ سخی تھے اور صاحب بذل وعطا۔ آپ کی سخاوت پرانے زمانے اور مذاق

کی تھی۔

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ روزانہ ختم نماز کے بعد شیرینی پر فاتحہ دے کر بچوں میں تقسیم کی جاتی تھی۔

ہر ماہ کے ہر ہفتہ میں دو یوم دوشنبہ و جمعہ گیارہ عرب ختم قرآن کے لئے مقرر تھے جو سویرے آکر کلام پاک کی تلاوت شروع کرتے۔ ختم کے وقت آپ کو اطلاع دی جاتی آپ تشریف لاتے اور مصلے بچھا کر شریک ختم ہوتے۔ بعد ختم شیرینی پر فاتحہ دیکر تقسیم کر دی جاتی کبھی بعد ختم طعام خورانی بھی کی جاتی۔

آپ کے سالانہ کپڑے تیار ہوتے تھے طریقہ یہ ہوتا تھا کہ شب برات میں کپڑوں کے تمام پرانے جوڑے آپ اپنے ملازمین و مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ کپڑوں کے جوڑوں کے علاوہ فی کس ایک عدد شیروانی بھی دی جاتی تھی اور یکم رمضان المبارک سے آپ نئے ملبوسات زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

ماہ مبارک رمضان مسلمانوں میں مہتم بالشان مہینہ ہے۔ روزوں اور عبادت کا جوش ہوتا ہے ہر گھر میں خاص خاص انتظامات کئے جاتے ہیں آپ کے یہاں منجملہ دیگر انتظامات کے ایک خاص بات یہ ہوا کرتی تھی کہ اپنے علاقہ کے تمام روزہ داروں سے

خواہ مرد ہو یا عورت ملازمین ہوں یا اہل خانہ فرداً فرداً استفسار کیا جاتا تھا کہ کھانے میں جو چیز پسند ہو وہ بیان کیجائے اور ہر شخص کی فرمائش باور چیخانے سے پوری کی جاتی تھی یہ گویا روزہ دار کا احترام تھا۔

ایک مرتبہ کا اتفاق ہے کہ رمضان المبارک میں اسی طرح استفسار فرمایا جارہا تھا کہ راقم الحروف کی باری آئی استفسار فرمانے پر گُنڈ کے لئے عرض کیا۔ گُنڈ ایک قسم کا مدراسی میٹھا ہے جس کو اہل مدراس ہی خوب تیار کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مدراسی خاندان سے یہ میٹھا تیار کرا کے شام تک مہیا کر دیا گیا۔

ملازمین کو ماہانہ تنخواہ اور اناج کے علاوہ ہر فصل میں فصلی میوے دئے جاتے تھے اور موسم سرما میں گرم کرتے تقسیم کئے جاتے تھے۔ قاعدہ تھا کہ اگر کسی ملازم کی شادی ہو تو اس کو طلائی نتھ اور ایک جفت نقروی توڑہ دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ از قسم فرش فروش ظروف چینی وبخیت اور سامان روشنی میں سے اس کو جن چیزوں کی ضرورت ہوتی مطلوبہ پیراجرا کی جاتی تھیں۔ دیرینہ ملازمین کے بچوں کی خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں شادی کے موقع پر نقد سے امداد کی جاتی تھی۔ اگر کوئی ملازم بیمار ہو جاتا تو علالت کے دوران میں آپ کی طرف سے اس کی دوا اور پرہیز کے اخراجات کی سربراہی کی جاتی تھی۔ جو ملازم بوجہ پیرانہ سالی

یا علالت خدمت گزاری سے معذور یا ناکارہ ہو جاتا گھر بٹھا دیا جاتا اور تا حیات اس کی پرورش کے لئے تنخواہ کا ربع حصہ اور پندرہ سیر چاول مقرر کر دیئے جاتے تھے۔آپ کے علاقہ کا کوئی ملازم فوت ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین کے لئے بیس روپیہ مقرر تھے۔

بچپن کے کھیل کود کے ساتھیوں کا آپ نے مدت العمر لحاظ رکھا اور خاص سلوک سے مسلوک ہوتے تھے۔آپ کے ساتھیوں میں یا تو محلہ کے شرفا زادے یا استاد زادے یا آپ کے کوکہ تھے۔ان ساتھیوں میں سے جو کوئی بڑا ہونے کے بعد دنیوی نقطہ نظر سے دولت و ثروت کا لحاظ کرتے ہوئے جس قدر کم رہا اسی قدر آپ کی اعانت اس کے ساتھ زیادہ ہوتی اور مستقل اور ماہواری صورت اختیار کرتی۔

آپ باہر تشریف لے جاتے تو یہ معمول تھا کہ ہمیشہ خدمت گار کے پاس نو۹ یا گیارہ۱۱ روپیہ کا خوردہ اور چلر رہا کرتا تھا۔واپسی میں خیرات شروع ہوتی۔علی الخصوص افضل گنج کی مسجد کے پاس ملازم گاڑی سے اس حکم کے ساتھ اتار دیا جاتا تھا کہ ہر ایک فقیر کو ایک ایک دوانی دیجائے۔ نابینا اور معذورین کے ساتھ زیادہ رعایت کی جاتی تھی۔گاڑی آہستہ کر دی جاتی یہاں تک کہ افضل گنج کے دروازہ کے قریب خدمتگار تقسیم ختم کر کے آجاتا۔

کم و بیش مہینے میں ایک مرتبہ فقرا و مساکین کو دودھ، خشکہ کھلایا جاتا تھا۔ طریقہ یہ ہوتا تھا کہ ایک دن قبل فقرا و مساکین کو دودھ، خشکہ کی دعوت کی اطلاع دی جاتی تھی۔ دوسرے دن وقت مقررہ پر وہ کثیر تعداد میں جمع ہوجاتے اور قطار در قطار بٹھا دیئے جاتے تھے۔ ہر ایک کے سامنے مٹی کا ایک ایک برتن رکھ دیا جاتا تھا۔ دو ملازم یکے بعد دیگرے خشکہ اور شکر ملا ہوا دودھ لیکر آتے اور ہر ایک برتن میں خشکہ اور دودھ ڈالتے رہتے یہاں تک کہ ہر ایک سیر ہو کر کھا لیتا اور آپ خود ٹہلتے اور دیکھ بھال کرتے رہتے تھے۔

درگاہوں میں خیرات کا طریقہ جداگانہ تھا۔ ہر درگاہ کے فقراء آپ کی عادت سے واقف ہو گئے تھے۔ جب کبھی آپ کسی درگاہ میں بغرض زیارت حاضر ہوتے تو وہاں کے فقراء کو آپ کے آنے کا علم کرادیا جاتا وہ جمع ہو کر چار حصوں میں تقسیم ہوجاتے اس طرح کہ عورتیں ایک طرف اور بچے ایک طرف۔ بوڑھے ایک طرف اور جوان ایک طرف۔

بوڑھوں کو خود خیرات دیا کرتے تھے۔ بچوں کو خیرات دینا راقم الحروف کے ذمہ کیا جاتا۔ عورتوں کو متولی صاحب کے ذریعہ خیرات دی جاتی۔ بوڑھوں کو اور عورتوں کو فی کس چھ پیسے اور بچوں کو چار پیسے مقرر تھے۔

جوانوں کا۔ جو گروہ باقی رہ جاتا تھا ان سے استفسار کیا جاتا کہ آیا نوٹ

پسند ہے یا تقسیم۔ چونکہ وہ آپ کے میلان سے واقف تھے اس لئے لوٹ کی استدعا کرتے تھے۔ اس پر آپ خود کئی مٹھیاں بھر کر خوردہ پھینک دیتے اور لوٹ کے شور وشغف سے محظوظ و مسرور ہوتے تھے۔ بعض اوقات پیسوں کی خیرات کے بجائے فی کس ایک نان اور شکر کی ایک پڑیا دیجاتی تھی۔

قبل نل اندازی حضرت بابا شرف الدینؒ کی پہاڑی پر بوجہ قلت آب طہارت و آب نوشی کی بہت تکلیف تھی۔ ہفتہ میں دو یوم جمعرات اور جمعہ زائرین کے آرام و آسایش کے لئے آپ کی جانب سے پانی کی سبیل کا انتظام کیا جاتا تھا۔ سابق میں قدیم الایام سے آبدار خانے قائم کرنے کا طریقہ رائج تھا اور خاص انتظام کے ساتھ موسم گرما میں عامۃ الناس کی سہولت و آب نوشی کے لئے آبدار خانے امراء اور صاحبان ثروت کی طرف سے جابجا قائم کئے جاتے تھے۔ چنانچہ آپ کی جانب سے بھی موسم گرما میں محلہ کے اطراف تین مقامات پر آبدار خانوں کا انتظام کر دیا جاتا تھا۔ یہ آبدار خانے پولیس کے ناکوں پر قائم کئے جاتے تھے۔

نظامت فوجداری اور نظامت امور مذہبی کے زمانے میں بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ درخواست گزار نے سادہ درخواست پیش کی اور حسب ضابطہ جو ٹکٹ چسپاں کرنا چاہیئے تھا وہ نہ کیا آپ درخواست گزار کو ایک نظر دیکھتے۔ بعض کے متعلق حکم دیا جاتا کہ ٹکٹ کے ساتھ پیش کی جائے

اور بعض کے متعلق خانگی ملازم کو جو ایک نہ ایک ہمیشہ آپ کے ساتھ رہا کرتا تھا اشارہ فرما دیتے۔ میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ جب کبھی آپ سواری میں باہر تشریف لے جاتے تو جو خانگی ملازم آپ کے ہمراہ رہتا اس کے پاس نو یا گیارہ روپیے رکھا دئے جاتے تھے چنانچہ اشارہ پانے پر وہ ملازم ان روپیوں سے رسوم عدالت کا تکملہ کر دیتا تھا۔

جب آپ ناظم امور مذہبی ہوئے تو دفتر کو اپنی ڈیوڑھی کے قریب اپنے ایک مکان میں منتقل فرمایا اور اکثر اہالیان دفتر کی موسمی میووں سے تواضع فرماتے تھے۔ اور بعض اوقات کھانے کا بھی انتظام کیا جاتا تھا۔

آپ کے عادات اور اخلاق کے ضمن میں جو عملی مثالیں مسلسل پیش کی گئی ہیں اس سے میرا مقصد نہ تو آپ کی ستایش ہے نہ اس کتاب کی حجم افزونی بلکہ آپ کے بعض عمل موجودہ نقطہ نظر سے ممکن ہے کہ مبنی بر اصراف اور بیجا متصور ہوں۔ مجھے اس وقت کسی فعل کے حسن و قبح سے کوئی بحث نہیں لکھا اس لئے ہے کہ یہ طریقے یہاں کے قدیم تمدن کے آخری نظارے ہیں جس کو دنیا بھول چکی۔

آپ کا بچپن اور تعلیم و تربیت کا زمانہ اسی خط و خال کے نظارے اور روشناسی میں گزرا اور انہیں خیالات میں آپ نے نشو و نما پائی اور یہی وجہ تھی کہ آپ روحاً و معناً قدیم زمانہ سے تعلق رکھتے تھے قدیم وضعداری کے

دلدادہ اور قدیم تمدن کے فریفتہ تھے۔ آپ کے تذکرے میں آپ کے
تمدنی طریقوں کا بھی ذکر لازم ہے۔

ہر زمانے اور ہر ملک میں امراء کا طبقہ مروجہ تمدن کا حقیقی حامل رہا ہے۔ حامل ہی نہیں بلکہ حامی ہوتا ہے۔ اسی طبقہ میں آداب و اخلاق کی نزاکت اور تہذیب و شایستگی کی نفاست زندہ اور روبہ ترقی رہتی ہے،
یہ مسلمہ ہے کہ امیروں کی امارت کا انحصار دولت پر ہوتا ہے تو یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ دراصل تمدن کا حامل متمول طبقہ ہے اگر تمول کے ساتھ معاشرتی معیار اعلیٰ ہے تو امرا اور ایسے متمول طبقہ میں سوائے نام کے اور کچھ فرق نہیں اگر معاشرتی معیار اعلیٰ نہیں ہے تو ایسا متمول طبقہ ہرگز تمدن کا حامل اور حامی نہیں بن سکتا۔

امریکہ کی مثال لیجئے یہاں ڈیوک اور لارڈ بننے اور بنانے کا طریقہ نہیں ہے اور اسی لئے یہاں کوئی ایسا طبقہ نہیں ہے جو امرا کے نام سے موسوم ہو مگر متمول طبقہ فزونی تمول اور علو معاشرت سے وہی کام کر رہا ہے جو دوسرے ملک میں امرا کے طبقہ سے رونما ہوتے ہیں۔

روس کی حالت البتہ جداگانہ ہے کہتے ہیں کہ ذاتی جائدادوں کی موتوفی سے انسانی معاشرت اور تمدن میں ایک نیا دور پیدا کیا جا رہا ہے جس سے یکسانیت محض کی توقع ہے مگر یہ تو بالکل ایک نیا منصوبہ ہے

جو زیر تجربہ ہے اور ابھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا۔ رائے تو اس وقت قائم کی جا سکتی ہے جبکہ کوئی ایک طریقہ مکمل صورت میں عرصۂ دراز تک روبہ عمل رہا ہو۔

بہرحال امراء کا طبقہ رائج الوقت تمدن کی اعلیٰ درجہ کی نمایندگی کرتا ہے آپ بھی اعلیٰ طبقہ میں پیدا ہوئے اور اسی میں پرورش پائی۔ آپ کے عادات و خیالات کا تعلق بھی اس تمدن کے اعلیٰ پہلو سے ہونا لازمی ہے۔ چنانچہ جو مثالیں ہم نے اوپر تحریر کی ہیں یہ طریقے کم و بیش یہاں کے تمام بڑے گھرانوں میں حسب مراتب رائج تھے۔ مگر اب ہم پر اس تمدن کا ویسا اثر نہیں جیسا کہ خود اُن دلدادگان تمدن پر تھا۔ اتنا ضرور محسوس ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک ایسے تمدن کے طریقے ہیں جو منظم تھا۔

زمانہ بدلا اور زمانے کے ساتھ خیالات بھی بدلے اور خیالات کی تبدیلی نے اس تمدن کو اجنبی کر دیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اصولاً ہمارے خیال میں اور اس تمدن میں کوئی فرق نہیں البتہ عملاً اختلاف ہے۔ سخاوت و ہمدردی۔ غیرت و حمیت وغیرہ وہ اخلاق حسنہ ہیں کہ ہر زمانہ اور ہر تمدن ان اخلاق کے فضائل کا مداح اور ان کے حصول کا شایق رہے گا۔

ہمدردی و سخاوت کا خیال سابقہ تمدن میں بھی تھا اور اب بھی ہے

مگر اس فرق کے ساتھ کہ سابق میں سخاوت و ہمدردی زیادہ تر اشخاص و افراد کے ساتھ کی جاتی تھی اور اب اکثر و بیشتر قوم و جماعت کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔ اصول وہی رہا عمل کے طریقے بدل گئے اور جیسے جیسے علم ترقی کرتا جائیگا ویسے ہی ویسے خیالات بدل کر اصول کے عملی طریقے بدلتے جائینگے طریقوں کی تبدیلی کا ذمہ دار علم ہے نہ کہ کوئی تمدن یا اس کے بنانے والے یا اس کی پابندی کرنے والے۔ تو اس لحاظ سے ہر تمدن ارتقاء تمدن میں ایک کڑی ہے جس کا اظہار بلالحاظ حسن و قبح ہونا چاہئے کیونکہ ایسے ہی اظہار سے ارتقاء تمدن کا احساس اور تسلسل تمدن کا علم ہوتا ہے۔

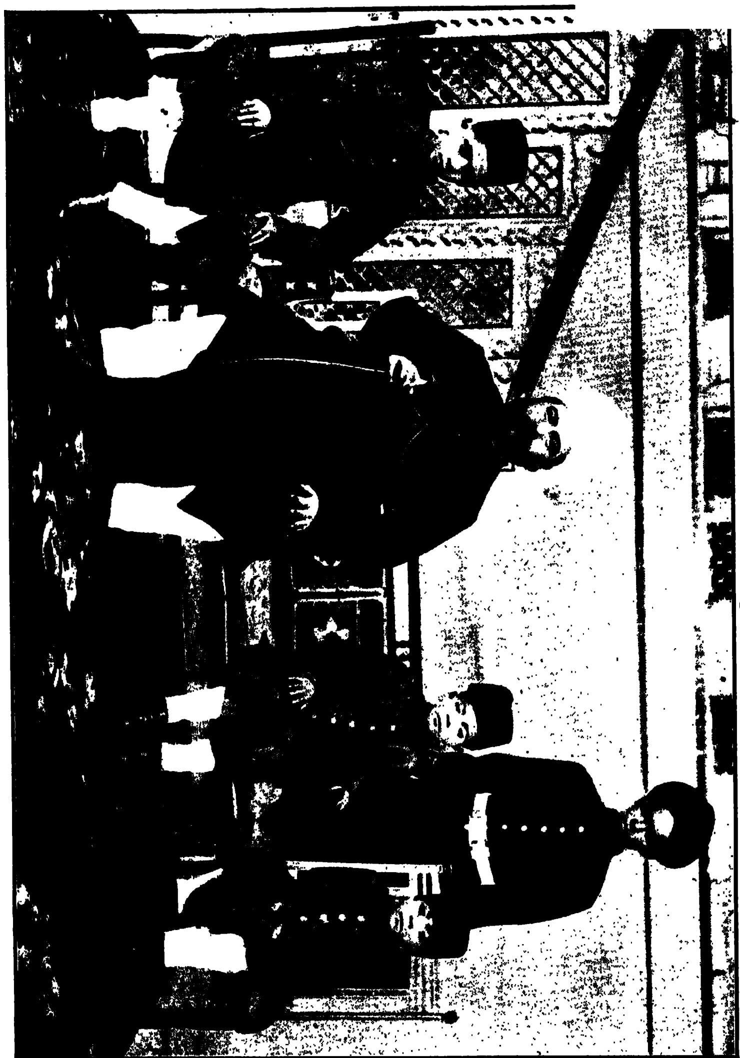
یہ میں نہیں کہتا کہ آپ بے عیب تھے۔ آپ انسان تھے آپ میں عیب و نقائص کا ہونا ضرور تھا مگر آپ میں خوبیاں بھی تھیں اور ان خوبیوں کے باوجود آپ کی زندگی ناکامیوں کی سرگزشت رہی۔ ذی عزت خاندان میں پیدا ہوئے۔ تنہا ہونے سے فرد فرید تھے تربیت پائی اور شائستہ ہوئے تعلیم حاصل کی اور قابل بنے۔

ملک کی اعلیٰ خدمت کے اہل بنانے کے لئے مختار الملک بہادر جیسے وحید العصر کی نگرانی اور رہبری شامل حال تھی۔ بالائے ہمہ توجہ خسروی بخیال سرفرازی الگ مائل۔ قوت تھی اور قابلیت۔ ہمت تھی اور اسباب دل افزائی۔ سن تھا اور شوق نام آوری۔ منظر تھا اور ولولہ سعیٔ مسابقت۔ یہ سب

ولولہ خیز دلکش مناظر ترقی موجود تھے مگر قسمت تھی کہ ہمیشہ حائل راہ رہی کبھی نہ سرکی اور ایک گام بھی نہ بڑھنے دیا۔ تقرر کا مسئلہ ہمیشہ معرض التوا میں رہا اور ہر التوا خوش آئند مستقبل کا توقع کناں تھا۔ اس طرح قرن پر قرن گزر گئے اور زمانے کے ساتھ سن بھی بڑھتا گیا۔ دور بدلا۔ نئے دور نے دستگیری کی۔ خدمت سے سرفرازی ہوئی۔ عمر نے وفا نہ کی۔

مگر بوقت آخر جس اطمینان و استقلال کے ساتھ ہماری تفہیم کرتے ہوئے آپ رخصت ہوئے وہ ایک طرف تو ہمارے لئے زندگی کا رہبر بنا اور ایک طرف آپ کی شخصیت اور روحانیت کی وسعت کا پتہ دینے والا تھا کہ ایسی ہی عالی نفس اور رضا جو ہستیاں نہایت ہی سکون اور متانت کے ساتھ فانی عالم اسباب کی مسلسل مزاحمتوں سے دوچار ہو سکتی ہیں۔ اور موت جو دنیا میں مصیبت عظمیٰ تصور کی جاتی ہے وہ ایسی ہی ہستیوں کے لیے دراصل اختتام آزمائش کا پیام اور دنیوی کشاکش سے خلاصی کا پروانہ ہوتی ہے۔

بحیثیت فرزند میرا یہ فریضہ ہے کہ میں آپ کیلئے دعائے مغفرت کروں اور ہمیشہ دست بدعا ہوں مگر یہ میرا یقین واثق ہے کہ اے میرے باپ کی نیک روح تو اس وقت فیوض ربانی اور انوار الٰہی سے سرشار اور مخمور ہو کر سرور جاودانی کے لطف اٹھا رہی ہے اور میری ہر دعائے مغفرت سے مستغنی ہے مجھ کو یہ التجا کرنی چاہیے اور ملتجی ہوں کہ جس طرح تو عالم اسباب میں میری نگرانی کرتی رہی اسی طرح عالم ارواح سے میری نگھبانی کرتی رہنا۔



اولاد

والد مرحوم کا پہلا عقد محمدی بیگم بنت حاجی شیخ منتجب الدین عرف چھوٹے صاحب اولاد حضرت بابا شیخ فریدؒ سے ہوا۔ دوسرا عقد منور بیگم بنت محمد غوث سے ہوا جن کے بطن سے ۱۲۹۷ھ میں ایک دختر غوث النسا بیگم اور ۹ ذیحجہ ۱۲۹۹ھ کو ایک فرزند غوث اللہ خاں تولد ہوئے۔ محمدی بیگم کے بطن سے دو فرزند قادر اللہ خاں ۱۹ جمادی الاول ۱۳۰۰ھ کو اور قطب اللہ خاں ۲۴ رمضان ۱۳۰۶ھ کو پیدا ہوئے۔

۱۱ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ کو الحاجہ محمدی بیگم نے انتقال کیا اور خاندانی مقبرے کے چبوترے پر شرق رویہ گوشہ میں مدفون ہیں۔ منور بیگم کا انتقال رمضان ۱۳۵۳ھ میں ہوا۔ یہ بھی اسی چبوترے پر پائین شوہر دفن ہیں۔

غوث اللہ خاں کی دو شادیاں ہوئیں اور ایک خانگی عقد جو عقد سرکاری قاضی پڑھے وہ سرکاری عقد یا محض "عقد" کہلاتا ہے اگر غیر قاضی کسی عقد کو پڑھے تو اس کو "خانگی عقد" کہتے ہیں۔

۱۳۲۵ھ میں غوث اللہ خاں کی پہلی شادی اکرام النساء بیگم سے ہوئی جو صاحبزادہ میر رحمان علیخاں المخاطب سیف الملک بہادر ثانی نبیرۂ

نواب میر پادشاہ بہادر کی دختر تھیں۔ یہ ۱۳۲۶ھ میں لاولد فوت ہوئیں اور خاندانی مقبرے کے چبوترے پر دادی ساس کے مزار کے پہلو میں دفن ہیں۔ ۱۳۳۰ھ میں ممتاز النسا بیگم سے خانگی عقد کیا جو محمد وزیر الدین کی دختر اور برکت علیشاہ سجادۂ درگاہ حضرت یوسف صاحبؒ شریف صاحبؒ کی حقیقی ہمشیرہ زادی ہیں۔ ان کے بطن سے ایک فرزند انور اللہ خاں ۱۳۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۳۴ھ میں دوسری شادی واحد النساء بیگم سے ہوئی۔ یہ صاحبزادہ میر وزیر علیخاں المخاطب آصف یاور الملک بہادر نبیرۂ نواب صمصام الملک بہادر اول کی دختر ہیں۔ ان کے بطن سے دو فرزند حبیب اللہ خاں ۱۳۳۵ھ میں اور جلیل اللہ خاں ۱۳۳۸ھ میں تولد ہوئے۔ علاوہ ان کے غوث اللہ خاں کے دو لڑکیاں اور ہوئیں ۱۳۴۷ھ میں واجد النساء بیگم من بطن امۃ اللہ تولد ہوا۔ اور ۱۳۵۲ھ میں حسینی بیگم من بطن فراست ہوا۔ ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ کو غوث اللہ خاں کا انتقال ہوا۔ یہ اپنی والدہ کے پہلو میں دفن ہیں۔

الحاج قادر اللہ خاں کے دو خانگی عقد ہوئے۔ پہلا ۱۳۲۰ھ میں مرتضیٰ بی سے جنکے بطن سے ایک فرزند نصر اللہ خاں ۱۰ ذیحجہ ۱۳۲۲ھ کو تولد ہوئے۔ اور دوسرا ۱۳۵۱ھ میں فاطمہ بی سے جن کے بطن سے ایک دختر نیر النساء بیگم ۱۳۵۳ھ میں تولد ہوئیں۔ نصر اللہ خاں کی شادی ۱۰ ذیحجہ ۱۳۴۶ھ



قادرالله خاں   نصرالله خاں



حفیظ اللہ خان　　امیر اللہ خان　　قطب اللہ خان　　خلیل اللہ خان

واحد النساء بیگم بنت خواجہ رحمت اللہ خاں فرزند جہاندار جنگ بہادر سے ہوئی جن کے بطن سے ایک دختر حبیب النساء بیگم تولد ہوئیں اور ایام شیر خواری میں انتقال کیا۔

قطب اللہ خاں (مؤلف) کی دو شادیاں ہوئیں اور ایک عقد۔ پہلی شادی ۱۰ر شعبان ۱۳۲۵ھ کو سردار النساء بیگم عرف ریاست بیگم سے ہوئی جو صاحبزادہ میر اسد علیخاں نبیرۂ نواب میر بادشاہ بہادر کی دختر تھیں۔ ان کے بطن سے ایک فرزند امیر اللہ خاں ۱۲ر ذیحجہ ۱۳۲۵ھ کو تولد ہوئے۔ ۱۳۲۹ھ میں سردار النسا بیگم کا انتقال ہوا۔ یہ بھی خاندانی مقبرہ میں چبوترہ پر شرق رویہ مدفون ہیں۔ دوسری شادی ۱۴ر ذیحجہ ۱۳۳۶ھ کو بہادر النسا بیگم سے ہوئی جو محمد حفیظ الدینخاں المخاطب شمس الملک ظفر جنگ بہادر کی دختر ہیں۔ ان کے بطن سے ایک دختر عزیز النسا بیگم ۲۵ر ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ کو تولد ہوئیں۔ بتاریخ ۱۷ر ربیع الاول ۱۳۴۷ھ سرفراز بی سے عقد ہوا جن سے تاحال کوئی اولاد نہیں۔

امیر اللہ خاں کی شادی ۲۹ر رجب ۱۳۴۷ھ کو عصمت النسا بیگم بنت محمد محمود علیخاں نبیرۂ پُردل خاں المخاطب لودھی خاں بہادر سے ہوئی جن کے بطن سے تین فرزند حفیظ اللہ خاں ۷ر محرم ۱۳۴۹ھ کو۔ خلیل اللہ خاں ۲۹ر شوال ۱۳۵۰ھ کو۔ اور قدرت اللہ خاں ۲۴ر رمضان ۱۳۵۵ھ

کو پیدا ہوئے۔ آخر الذکر نے عالم شیر خواری میں انتقال کیا۔

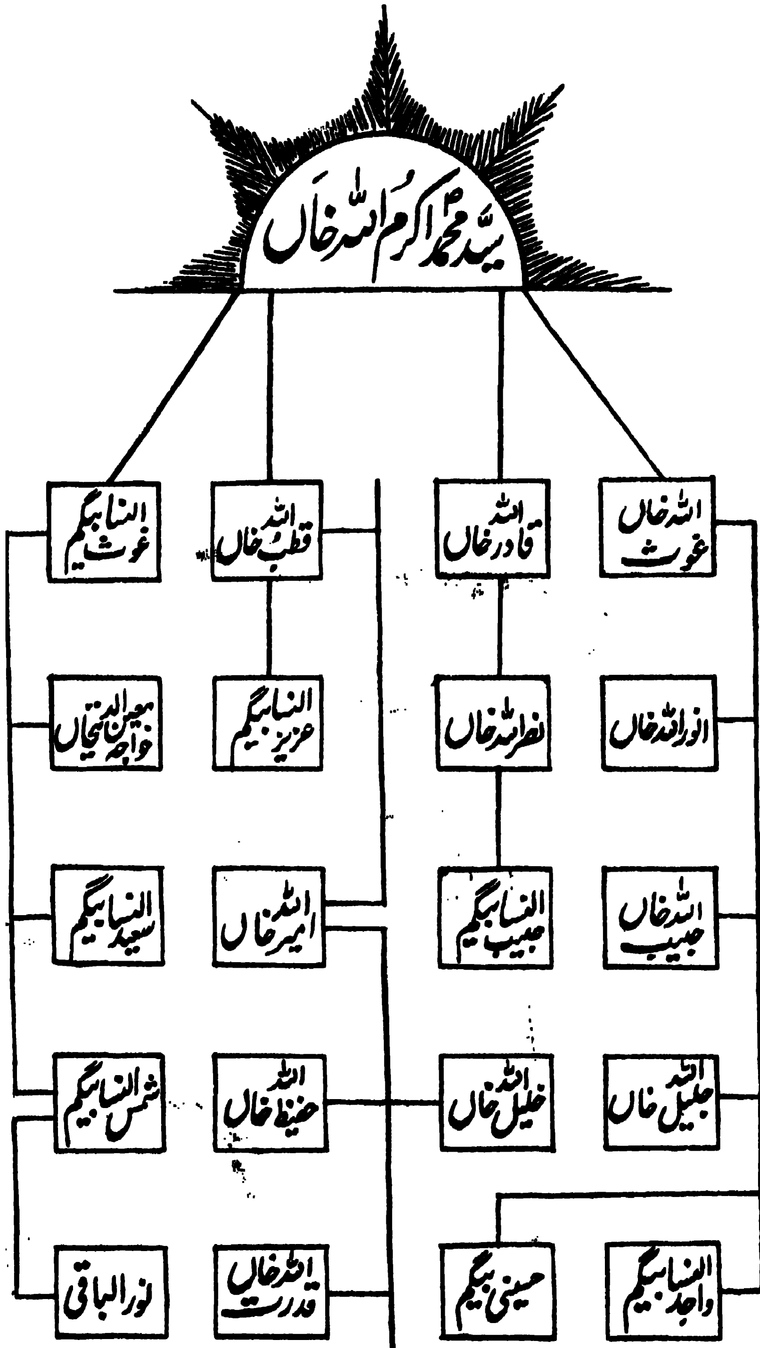
عزیز النسا بیگم محمد افتخار الدینخاں فرزند معین الدینخاں المخاطب اعانت جنگ معین الدولہ بہادر امیر پائیگاہ آسمانجاہی سے منسوب ہیں۔

غوث النسا بیگم عرف رشید النسا بیگم دختر صاحب سے انکی شادی غوث محی الدینخاں نبیرۂ داراب جنگ بہادر سے ہوئی ان کے ایک فرزند خواجہ معین الدینخاں اور دو دختر شمس النسا بیگم و سعید النسا بیگم ہیں۔ غوث النسا بیگم کا انتقال ۲۱ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ کو ہوا۔ حضرت سردار بیگ صاحبؒ کی درگاہ میں شوہر کے پہلو میں مدفون ہیں۔

خواجہ معین الدینخاں کی شادی زیب النسا بیگم سے ہوئی جو سردار علیخاں فرزند سردار یار جنگ بہادر کی بیٹی اور محمد فیض الدینخاں المخاطب خورشید الملک امام جنگ بہادر کی نواسی تھیں۔ یہ لاولد فوت ہوئیں شمس النسا بیگم کی شادی سید نور الاحمد فرزند سید نور الاولیا نبیرۂ سید نور العلا ثانی المخاطب قدرت جنگ بہادر سے ہوئی۔ جن کے ایک فرزند نور الباقی شیر خوار ہیں۔ سعید النسا بیگم ہنوز ناکتخدا ہیں۔

حسب صراحت صدر آپ کی اولاد اور اولاد کی اولاد کا شجرہ

بنظر اختصار و سہولت ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔



تقریظ بر سوانح عمری صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں مرحوم

از

ہز اکسلنسی راجہ راجایان راجہ سر کشن پرشاد مہاراجہ بہادر یمین السلطنۃ
کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای
پیشکار و سابق صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی

جس قیمتی کتاب کی خوشخبری چند روز ہوئے ہم نے سنی تھی وہ آج ہمارے سامنے ہے۔ ہمارے شہر کے روشن ستارے صاحبزادہ قطب اللہ خاں قابل مبارکباد ہیں جنہوں نے اپنے والد مرحوم صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں کے حالات بچپن سے لیکر آخر عمر تک نہایت تفصیل کے ساتھ درج کئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے مبارک ہیں وہ ہستیاں جو اپنے بزرگوں کی

یاد تازہ کرتی ہیں جن کی شخصیتوں میں خدائے بزرگ و برتر نے حقیقی معنوں میں شرافت نسبی و وجاہت ذاتی کا مادہ ودیعت کیا تھا۔ اگرچہ وہ پاک ہستیاں جن کا معاوضہ زمانہ صدیوں میں بھی پیدا نہیں کر سکتا اور جو کنج لحد میں ہمیشہ کے لئے آرام سے سوتے ہیں بقول نسیم ؎

کچھ ایسے سوئے ہیں سونیوالے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے

مگر ظاہری و باطنی خوبیاں اور نیکیاں بے تعصبی، کریم النفسی، انکساری وغیرہ یہ صفات روز روشن کی طرح نمایاں ہیں۔

مولف نے اس کتاب کی ابتدا میں اپنے بزرگوں کی خاندانی وجاہت اور علوم ظاہری و باطنی کے ساتھ کشف و کرامات کا ذکر کرتے ہوئے اپنے سیادتی نسب کو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منسوب کیا ہے اور مرحوم کو قائد اعظم یا عالم متبحر یا شیخ کامل یا ماہر کمال یا کسی علمی میدان کا شہسوار یا سیاسی امور میں وحید العصر قرار دینے کے بجائے ہزار برس کے خاندانی حالات منضبط کرنے کی خدمت ادا کرنے اور خاندان کے احیا کے باعث ہونے کی خصوصیت اور مرحوم کے سوانح حیات پر اس کتاب کا انحصار رکھا ہے تاکہ بزرگوں کے زندہ جاوید کارناموں کے سدا بہار پھولوں کی مہک رہتی دنیا تک قائم رہے۔

صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں مرحوم کے حسب و نسب کے متعلق

مرحوم کے فرزند نے بہ وضاحت تحریر کیا ہے اس لئے یہ فقیر اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ البتہ اس فقیر نے ان میں جو خوبیاں دیکھی ہیں ان کے اظہار کی ضرورت سمجھ کر درج ذیل کرتا ہے۔

آپ اپنی دادی بادشاہ بیگم کے زیر پرورش رہے۔ دادی نے پوتے کی بڑی محنت اور پیار سے پرورش کی مگر تربیت اور تعلیم کے معاملہ میں سختی کے ساتھ نگراں رہتی تھیں۔ اٹھارہ برس کے سن میں آپ فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔ مرحوم عربی میں عطاء اللہ صاحب اور فارسی میں مولوی کریم اللہ صاحب اور انگریزی میں مولوی سید مخدوم حسینی کے شاگرد تھے۔

خاندانی اور تعلیم یافتہ ہونے کے مدِ نظر سالار جنگ بہادر اولی کی دور رس نگاہوں نے آپ میں وجاہت خاندانی کے ساتھ جوہر ذاتی کو ملاحظہ کرکے یہ تصفیہ کیا تھا کہ ملک کی ضرورتوں کا لحاظ کرتے ہوئے اگر خاص طور پر کار آموزی کے ذریعہ ان کی تربیت کیجائے تو ملک اور مالک کے واسطے مفید اور کارگزار ثابت ہوں گے۔ چنانچہ حسب ایماء سالار جنگ بہادر تحصیل قانون کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی تکمیل کے بعد دفتر مالگزاری میں بطور کار آموز متعین کئے گئے۔ ایک سال کی مدت میں سررشتۂ مال کے تفصیلی کاموں سے لیکر معتمدی کے اصولی

کام تک جملہ امور میں ہر طرح معلومات و بصیرت حاصل کرلی۔ چنانچہ مہدی علیخاں معتمد مالگزاری نے ان کے متعلق باظہار رائے جو گزارش مختار الملک بہادر مدار المہام وقت کے ملاحظہ میں پیش کی اس کا خلاصہ یہ ہے:-

"صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں نبیرہ نواب سیف الملک میر بادشاہ جو حسب الحکم سرکار عرصہ ایک سال سے اس محکمہ میں کارآموز اور کارگزار تھے نہایت ہوشیار اور جفاکش ہیں۔ اس عرصہ میں صاحبزادہ موصوف نے تمام قوانین سرکار عالی علاقہ مال اور دفتری کارروائیوں میں لیاقت اور نیک نامی کے ساتھ تجربہ حاصل کیا اور سرکار عظمت مدار کے قوانین مال و عدالت سے وقفیت حاصل کی۔ مولوی چراغ علیصاحب مددگار بھی صاحبزادہ صاحب کی قابلیت اور جفاکشی کی تصدیق کرتے ہیں۔ صاحبزادہ موصوف کی لیاقت علمی قابلیت کارگزاری بیدار مغزی پر نظر کرتے ہوئے کارآموزی کے صیغہ میں رکھنا ان کی سنجیدگی رائے کے منافی ہے۔ اگر مہتمی محلات مبارک کی خدمت پر ناظم غربی کے سلسلہ میں یا بلحاظ اعزاز و قابلیت اول تعلقداری کی تجویز فرمائی جائے

تو یقین ہے کہ اس کو دیانت ولیاقت سے انجام دینگے"!

اس پر پیشی مدار المہامی سے حسب ذیل تجویز صادر ہوئی۔

"صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں کی لیاقت اور
کارگزاری کو ملاحظہ کر کے بہت خوشی ہوئی۔ ایسی خدمت
صاحبزادہ موصوف کے شایان شان نہیں ہے۔ ان کو
اطلاع دی جائے کہ عدالت کے سررشتہ کے کاموں میں
بھی قابلیت پیدا کریں تاکہ فرائض کی انجام دہی میں صاحب معتمد
کو کسی دوسرے سے استمداد کی ضرورت نہ رہے"۔

ابھی اس کا عمل نہ ہونے پایا تھا کہ نواب مختار الملک کا انتقال ہو گیا اور صاحبزادہ موصوف کی تمام امیدوں اور منصوبوں پر پانی پھر گیا۔ مختار الملک مرحوم کا خیال تھا کہ اُن کے واسطے کوئی خدمت صیغہ عدالت میں جس کا انتظام آخر زمانہ حیات مرحوم میں پیش تھا تجویز فرماویں مگر اس کی نوبت نہ آئی۔

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

صاحبزادہ موصوف بوجہ ارتحال مختار الملک دل شکستہ ہو کر خانہ نشین ہو گئے دفتر میں بھی جانا چھوڑ دیا مگر ایک زمانہ کے بعد حضرت غفران مکاں علیہ الرحمۃ کے حضور میں عطائے خدمت کے لئے درخواست پیش کی

جو معتمد صاحب پیشی کے ذریعہ پولٹیکل دفتر میں آئی جس کے جواب میں پولٹیکل دفتر سے منجانب مدارالمہام سرکار عالی حکم آیا کہ عندالخلوئے جائداد حسب لیاقت ان کا تقرر کیا جائے گا۔

جریدہ اعلامیہ سرکار عالی مطبوعہ ۲۶ اردے ۱۲۹۹ف صفحہ ۱۸۷ میں صاحبزادہ موصوف کے اعزازی تقرر کے متعلق جو حکم شایع ہوا وہ حسب ذیل ہے۔

"صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں نبیرۂ نواب سیف الملک مرحوم جو ایک ذی فہم لائق اور قوانین سرکار عالی و سرکار عظمت مدار سے واقف ہیں بالفعل عدالت فوجداری بلدہ میں آنریری اسسٹنٹ مقرر کئے جاتے ہیں ان کو مثل نائبین عدالت فوجداری بلدہ درجۂ دوم کے اختیارات حاصل رہیں گے"

صاحبزادہ موصوف ایک سال سے زیادہ بلامعاش عدالت فوجداری بلدہ میں بحیثیت آنریری مجسٹریٹ فصل خصومات کا کام انجام دیتے رہے ۱۳۰۲ف میں بسلسلہ رخصت مولوی ارادت علیخاں ناظم عدالت فوجداری بلدہ ایک ماہ (۸) یوم منصرم ناظم عدالت فوجداری بلدہ رہے۔

۱۳۰۴ف میں حسب الحکم سرِ وقار الامرا مدار المہام وقت علی یاور الدولہ
بہادر کے ناگہانی انتقال سے آپ مجلس وضع قوانین کے رکن مقرر ہوئے
صاحبزادہ موصوف کی شہرت و نیک نامی کا لحاظ کرتے محکمۂ عدالت میں
کوئی بیش مواجب موزوں خدمت کی توقع نہ تھی بلکہ آپ کی قانونی اور انتظامی
قابلیت کے مدنظر محکمۂ مال زیادہ موزوں تھا اسی لئے آپ نے ایک معروضہ متضمن استدعائے
خدمت صوبہ داری پیشگاہ خسروی میں گزرانا جس پر پیشی خداوندی سے رائے
وکیفیت طلب کی گئی۔ اس زمانہ میں معتمدی مالگزاری کا انتظام ایک مجلس کے سپرد تھا جس کے
تین رکن تھے مسٹر ڈنلاپ مقتدر جنگ اور رائے مرلیدھر آپ کے معروضے پر اراکین
مجلس میں مسٹر ڈنلاپ نے اول تعلقداری درجۂ دوم مواجبی ہزار روپیہ کی رائے دی۔ مقتدر جنگ
اور رائے مرلیدھر نے منصفانہ ایک سال کیلئے صوبہ داری کی رائے پیش کی عطائے خدمت
کی عرضداشت کو ملاحظہ میں گزر کر عرصہ ہوا اور کوئی فرمان شرف صدور نہیں لایا۔ صاحبزادہ
موصوف کو تشویش تھی۔ اس اثناء میں آصف نواز الملک معتمد صرفخاص
مبارک محبوب یار جنگ بہادر اے۔ ڈی۔ سی اور مستحکم جنگ بہادر کے
ذریعہ حسب ارشاد خسروی حضرت افضل الدولہ مغفرت مکان علیہ الرحمۃ
کی دامادی کے اعزاز سے آپ متوقع کئے گئے اور یہ بھی اطلاع دی
گئی کہ تکمیل اعزاز کے ساتھ معین المہامی کی خدمت سے سرفرازی
اور مادری معاش کی اجرائی کیجائیگی۔ چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کو

نذر کے لئے شرف باریابی حاصل ہوا تو کرسی پر بیٹھنے کی اجازت سے آپکی عزت افزائی فرمائی گئی

حضرت غفراں مکان علیہ الرحمۃ نے آپ کو جب اس اعزاز سے وابستہ اور عہدۂ جلیلہ کے وعدہ سے حوصلہ افزائی فرما کے مورد عنایت خسروی فرمایا تو آپ کی قدر و منزلت اور شہرت خیز نیک نامی کے چرچے ہونے لگے اور آپ بامید سرفرازی عنایات خسروی کے منتظر رہے۔ چونکہ آپ کا مذاق طبع آپ کو بیکار نہیں رہنے دیتا تھا لہذا کوئی نہ کوئی علمی مشغلہ ضرور رہتا تھا۔ کبھی اپنے خاندانی حالات کی تحریر میں مشغول کبھی خوشنویسی و نقاشی و نقشہ نویسی کی طرف متوجہ کبھی مضمون نگاری، تقاریر و لکچر وغیرہ میں ہمہ تن منہمک رہتے تھے۔ ۱۳۱۵ھ گویا آپ کی تقریروں کا سال تھا۔ پہلی دو تقریریں متعارف مسائل پر مبنی تھیں تیسری تقریر نہایت طولانی اور نہایت جامع ہے جس کا نام لکچر مفید القوم ہے جو ایک سو پچیس ضمنی عنوانات پر مبنی ہے اور جو ۱۰۱ صفحہ سے شروع ہو کر ۲۳۰ صفحہ پر ختم ہوتی ہے۔ اوائل ۱۳۱۶ھ میں منشاء خداوندی میں تغیر کرایا گیا۔ ہر بڑے شخص کے جہاں دوست اور بہی خواہ ہوتے ہیں وہاں بدخواہ بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے بدخواہ عرصے سے اس فکر میں لگے ہوئے تھے کہ بے سروپا افواہیں آپ کے خلاف

ایسی اڑائی جائیں جو آپ کی بدنامی و رسوائی کا باعث ہوں۔ منشاء خداوندی میں آپ کے خلاف جو تغیر کرایا گیا تھا اس کے حقیقی وجوہ سے واقف ہونے پر آپ نے ایک معروضہ ۱۵ ذیحجہ ۱۳۱۸ھ کو پیشگاہ خسروی میں گزرانا جس میں اپنے خانگی حالات کی تفصیل عرض کرتے ہوئے بجائے صرفخاص مبارک کے دیوانی سے معاش کی اجرائی کی استدعاء پیش کی۔ اس معروضے کے پیش ہونے پر فرمان شرف صدور لایا کہ دیوانی میں آپ کے لئے کچھ کیا جائے گا۔ اس فرمان کو بھی صادر ہوکر کم و بیش چار پانچ سال ہوگئے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ افکار کے ساتھ مشکلات بھی رونما ہونے لگے اور ماحول کی چگونگی نے آپکے خانگی حالات کو نازک کردیا تھا۔ پھر منشاء خداوندی آپ پر مائل بہ نوازش ہوا اور حصول مقصد کا آفتاب افق امید پر درخشاں ہونے لگا۔ حسب الحکم آپ کو اطلاع دی گئی کہ بنسی لال ارشادات خداوندی کے ساتھ آپ سے ملنے والے ہیں۔ چنانچہ بنسی لال آئے اور جو ارشادات خداوندی تھے آپ سے بیان کئے مبارک سلامت کی صدائیں آنے لگیں۔ شادیانے بجنے لگے ابتدائی رسم کشتی مع سوا سو مہر سرخ بہمراہی میر لطیف الدین علیخاں المخاطب شجاعت جنگ خلف نواب میر منور علیخاں منور الدولہ منور الملک (مرشد زادہ حضرت سکندر جاہ

مغفرت منزل علیہ الرحمۃ)۔ میر رحمان علیخاں سیف الملک بہادر خلف میر احمد علیخاں کشور جنگ شرف الدولہ فرزند نواب میر تفضل علیخاں میر بادشاہ (مرشد زادہ حضرت سکندر جاہ مغفرت منزل)۔ میر محمود علیخاں احتشام جنگ بہادر خلف میر شمس الدین علیخاں نبیرۂ میر گوہر علیخاں مبارز الدولہ مبارز الملک (مرشد زادہ حضرت سکندر جاہ مغفرت منزل) خلوت مبارک میں، حاضر اور مودبانہ سلام عرض کرانے پر دعا ارشاد ہوئی اس کے بعد دیگر رسومات متعلقہ کی تیاری شروع ہوئی۔ ہر قسم کے انتظامات ہو رہے تھے یہاں سب کچھ ہو رہا تھا مگر تقدیر تھی کہ درپردہ ان سب انتظامات پر ہنس رہی تھی اور زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ شہزادی کی دراصل اس گھر میں شادی ہونے والی نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دفعۃً کچھ ایسے اسباب مہیا ہوئے کہ امید منقطع اور حصول مقصد کا خیال محال ہو گیا۔

سرفرازی۔ اعزاز خویشی کا مسئلہ ظاہرا ایک امر پر مشتمل تھا مگر اس کے ساتھ دو اہم امور اور وابستہ ہو گئے تھے ایک تو عطائے خدمت کا مسئلہ عرصے سے اسی پر منحصر چلا آرہا تھا۔ دوسرے مادری معاش کی کارروائی آپ نے ہوش سنبھالنے کے بعد ہی شروع کی تھی۔ اُس کا تصفیہ بھی بالآخر یہی کیا گیا کہ سرفرازی کے ساتھ اس کی بھی اجرائی

کی جائے گی۔ جب خود خیال محال ہو گیا تو مادری معاش کی اجرائی ہمیشہ کے لئے ملتوی نظر آنے لگی۔ ہر طرف سے افکار کا ہجوم تھا۔ منظر زندگی میں تغیر عظیم ہوا بلکہ زندگی بے منظر ہو گئی۔ انسانی قابلیت صرف کامیابیوں ہی سے ظاہر نہیں ہوتی ناسا عدت کا بالاستقلال مقابلہ کرنا اور سخت سے سخت وقت میں تحمل اور وقار کو ہاتھ سے جانے نہ دینا اگر ناموری نہیں تو کمال انسانی ضرور ہے۔

جب اعلیحضرت قدر قدرت شاہ دکن آصف سابع خلد اللہ ملکہٗ نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو سلطنت آصفیہ میں ایک نیا دور شروع ہوا۔ پادشاہ ذی صولت بیدار مغز معدلت نواز کے سریر آرائے سلطنت ہونے کے ساتھ ہی حکومت نے کروٹ لی۔ اس کے تمام کل پرزے چست ہو گئے۔ ادہر بارگاہ سلطانی میں باب استجابت وا ہوا۔ ادہر فریادیوں اور حاجتمندوں کا ہجوم نظر آنے لگا۔ ہر فریادی اور ہر حاجتمند مراد پانے لگا۔ آپ نے بھی اپنی سرگزشت تحریر کی اور بارگاہ خداوندی میں معروضہ گزرانا عطائے شاہی جوش میں آئی۔ فرمان واجب الاذعان شرف صدور لایا۔ نظامت فوجداری کی خدمت سے سرفرازی ہوئی۔

اور ۱۳ محرم ۱۳۳۱ھ م ۱۱ بہمن ۱۳۲۲ف خدمت نظامت اول فوجداری بلدہ کا جائزہ لیا۔ اس خدمت پر آپ کو کام کرتے ہوئے کچھ اوپر ایک سال

ہوا تھا کہ بمراحم خسروانہ معین المہامی امور مذہبی پر فضیلت جنگ بہادر ناظم امور مذہبی کی ترقی اور نظامت امور مذہبی پر آپ کی ترقی فرمائی گئی۔ اور آپ نے ۱۹ر خورداد ۱۳۲۳ف کو اس نظامت کا جائزہ حاصل کیا۔

نظامت فوجداری بلدہ کی انجام دہی میں قانونی معلومات اور نظامت امور مذہبی میں آپ کا علم فقہ و تفسیر کام آیا جس کی تحصیل آپ نے اپنی تعلیم کے زمانہ میں کی تھی۔ نظامت امور مذہبی پر ترقی سے آپ کو روحانی مسرت حاصل ہوتی تھی۔ فرماتے تھے کہ اس خدمت میں دین اور دنیا دونوں ملتے ہیں اور یہ موقع غنیمت ہے کہ دنیا کے ساتھ اپنے دین کو بھی بنالوں۔ دفتری انتظام کرنے کے بعد شرعی نقطہ نظر سے امور مروجہ ممالک محروسہ سرکار عالی پر نظر ڈالی۔ غیر مشروع امور کا انسداد فرمایا۔ برخاست رقص و سرود و طوائف در اعراس برخاست طوائف و زنان حیا سوز از قریب مساجد وغیرہ۔ توسیع تعطیل داوز دہم شریف۔ قیام مجلس فاتحہ صحابہ کرام۔ ترتیب مجلس انتظامی برائے عازمان حج وغیرہ انہیں کے زمانہ کی یادگاریں ہیں۔ ۱۹ر ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔ منجانب سرکار عالی آپ کے انتقال پر اظہار افسوس ذریعہ جریدہ اعلامیہ کیا گیا جو حسب ذیل ہے۔

نقل جریدہ اعلامیہ مطبوعہ ۲ ہر تیر ۱۳۲۶ف م ۱۵ر رجب ۱۳۳۵ھ۔

"سرکار عالی کو صاحبزادہ سید محمد اکرم اللہ خاں ناظم امور مذہبی کے

انتقال کا افسوس ہے جو قدیم عمائدین سے تھے ـ انہوں نے

اعلیٰ خدمت سرکار عالی کے فرائض خوش اسلوبی کے ساتھ

انجام دیے جن کی زیر نگرانی سررشتہ امور مذہبی کا قدم اصلاح

ترقی کی جانب اُٹھ رہا تھا۔"

فقیر دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ قطب اللہ خاں کو اپنے والد مرحوم کی سوانح عمری کا اجر جمیل عطا فرمائے۔

اس کے بعد مولف نے مرحوم کے خصائل و عادات و اطوار کا ذکر کرتے ہوئے مرحوم کو مشرقی امرا کے تمدن و عادات و خصائل کا نمونہ ظاہر کیا ہے جس کو میں نے قدر کی نگاہوں سے دیکھا۔

حقیقت میں پچاس ساٹھ برس قبل کے زمانہ کو موجودہ زمانہ کے طریق معاشرت سے وہی نسبت ہے جو سچ کو جھوٹ سے ہے جب ہم اپنے زمانہ کے اُن رفتگاں کے طریق عمل کا خیال کرتے ہیں جن کی شخصیتوں میں خدائے بزرگ نے حقیقی معنوں میں امیرانہ سطوت و شوکت کے ساتھ اخلاق و ہمدردی کا مادہ ودیعت کیا تھا تو اُن کے اقبال مندانہ ایثار و رئیسانہ نیکیوں کا زمانہ ہماری آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ اگرچہ ہمارے ملک دکن کے روشن ستارے بظاہر غروب ہو گئے ہیں مگر حقیقت میں زندۂ جاوید ہیں۔

سرسالار جنگ مرحوم۔ مہاراجہ نرندر مرحوم۔ امیر کبیر منجھلے میاں مرحوم۔ رشیدالدین خاں مرحوم۔ خورشید جاہ مرحوم۔ آسماں جاہ مرحوم۔ اقبال الدولہ مرحوم۔ شہاب جنگ مرحوم۔ شمس الملک ظفر جنگ مرحوم۔ بہرام الدولہ مرحوم۔ راجہ مرلی منوہر۔ راجہ شیوراج۔ بنسی راجہ۔ راؤ رنبھا۔ ان ہستیوں کو دنیا فراموش نہیں کر سکتی اگرچہ یہ پاک ہستیاں جن کا معاوضہ زمانہ صدیوں میں بھی پیدا نہیں کر سکتا اور جو کنج لحد میں ہمیشہ کے لئے آرام سے سوتی ہیں دنیا سے اٹھ گئیں مگر ان کی خوبیاں اور نیکیاں خلق و مروت۔ سخاوت شجاعت۔ رحمدلی۔ بے تعصبی۔ نیک نیتی۔ کریم النفسی۔ آشنا پرستی۔ انکساری۔ آقا پرستی۔ ملک کی خیر خواہی تواضع اور فروتنی۔ یہ صفات روز روشن کی طرح نمایاں ہیں۔ وہ پاک ہستیاں بظاہر امیر تھیں مگر ان لوگوں نے اپنے کو امیر نہیں سمجھا بلکہ اپنی فروتنی سے فقیرانہ زندگی بسر کی۔ اخلاق و آداب ان کی گھٹی میں پڑے تھے آشنا پرستی۔ ملک و مالک کی وفاداری اُن کا تمغہ تھا۔ متوسط درجے کے لوگوں سے بھی وہ اسی طرح ملتے تھے اور خلق و مروت سے اس طرح پیش آتے تھے کہ مخلوق کی دعائیں حرز جان ہوتی تھیں اور لطف یہ تھا کہ جو کوئی ان سے ملتا تھا وہ یہ سمجھتا تھا کہ اپنے سے زیادہ یہ کسی کو نہیں چاہتے۔ اپنے ہمعصر امیرزادوں سے جو اُن کے سامنے کے بچے تھے۔

ان سے بھی اُن کے مراتب کی حد تک خلق وادب سے پیش آتے تھے اور اپنے سے بڑی عمر والوں کے ساتھ خواہ وہ اپنے سے کم مرتبہ ہی کیوں نہ ہوں کبرسنی کا لحاظ رکھنا اُن کا شیوہ تھا۔

اس موقع پر ایک واقعہ نواب فخر الملک کی زبانی قابل ذکر ہے۔ جبکہ نواب صاحب کمسن تھے۔ ایک وقت کسی تقریب میں امیر کبیر سے ملاقات کی تو امیر کبیر نے تعظیم دی بعض رفقا نے کہا کہ یہ تو بچے ہیں۔ ان کے لئے اتنی زحمت کی کیا ضرورت تھی تو تبسم ہو کر فرمایا کہ آج کے یہ بچے کل کے بڑے ہونے والے ہیں۔ ہم اگر تعظیم نہ کریں تو ہماری اولاد کیسے تعلیم پائے گی۔

نواب خورشید جاہ مرحوم کے خلق وادب کا کچھ تذکرہ غالباً بے موقع نہ ہوگا۔ جب میں عہدۂ وزارت سے سرفراز ہوا تو نواب صاحب مبارکباد دینے کے لئے تشریف لائے۔ میں نے بھی بازدید کی۔ نواب صاحب باوجودیکہ پاؤں میں کچھ تکلیف تھی پیشوائی کے لئے زینے سے اتر آئے۔ میں اپنی بگھی سے جلد یہ کہتا ہوا اترا کہ حضرت تکلیف نہ فرمائیں۔ نصف راستہ زینوں کا طے کرنے نہ پائے کہ میں نے عرض کی کہ میں آپ کا خورد ہوں حضرت کو میں اپنا بزرگ سمجھتا ہوں۔ کیا میرے جد نے آپ سے نہیں فرمایا کہ آپ کی نظر شفقت

راجہ پر ایسی رہے جیسا نواب ظفر جنگ پر مبذول ہے تبسم ہو کر فرمایا کہ بھئی اب آپ صرف کمسن کشن پرشاد نہیں ہیں۔ ماشاءاللہ جوان ہو اور وزیر اعظم دکن بھی۔ کیا اس بڑھاپے میں اپنی ہنسی کرالوں۔ اور میرا بازو پکڑے ہوئے ایک صوفے پر جا کر بیٹھ گئے اس موقع پر نواب صاحب نے حسب دستور دستار و گلوبس زیب تن فرمایا تھا مجھے اپنے سیدھے بازو پر بٹھلایا اور اس شفقت و محبت سے باتیں کیں کہ آج تک اس کے اثر سے متاثر ہوں۔

بعض ناعاقبت اندیش بعض امرا کی نسبت سمجھتے تھے کہ سخی نہیں ہیں مثلاً خورشید جاہ، سر آسماں جاہ اور نواب سالار جنگ اول۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ان امرا میں سخاوت کی جو صفت تھی وہ ایسی تھی کہ مصرف نہ تھے سخاوت بھی ایسی کرتے تھے کہ جس کو دیا نہال کر دیا۔ محتاج کو توانگر بنا دیا۔ اس سے زیادہ اور سخاوت کس کو کہتے ہیں۔ ان بزرگواروں کا قول تھا کہ "ہمارا زمانہ ایسا ہے کہ کوئی ہمعصر ٹھوکر کھا کر گرے تو ہم چاہے اس سے محبت نہ کرتے ہوں لیکن اس کو مدد دینا ہمارا انسانی فرض ہے۔ مگر آئندہ زمانہ ایسا آئے گا کہ اگر کوئی ٹھوکر کھا کر گرے گا تو اس کو اور ٹھکرائیں گے اور کہیں گے کہ یہ بہانہ کرتا ہے۔"

یہ مقولے ان حضرات کے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں حقیقت میں

پیشین گوئیاں تھیں جن کا تجربہ آج ہو رہا ہے۔

صاحبزادہ قطب اللہ خاں نے اپنے والد مرحوم صاحبزادہ سید محمدؒ اکرم اللہ خاں کے خصائل و عادات و اطوار کے حالات اسی زمانہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے درج کتاب کئے ہیں۔ مرحوم اسی زمانہ کے رکن رکین تھے ان میں وہی اوصاف تھے جو اس زمانہ کے امرا میں تھے۔ خلیق۔ بامروت۔ ہمدرد بنی نوع انسان۔ ملک و مالک کے وفادار۔ آشنا پرست ادب شناس۔ خوددار غرض ہمہ صفت موصوف تھے۔ ؎

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

فقیر شاد عفی عنہ

۲۰ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ